

www.PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

جولائی 2018

آئینہ
تابیانہ

PakiBooks

PakiBooks.Site



کریں ماسٹریں خوان

چاند ندر پورہ پبلشرز

دکھن

دکھن آئل پاکستان نیوز ایڈز سوسائٹی
دکھن ٹیلی ویژن پاکستان نیوز ایڈز سوسائٹی

MEMBER
APNS
CPNE

مذہب ——— نادرہ خاتون
مذہب اعلیٰ ——— خاتمہ رحمت
نائب مذہب ——— شعاع عبید
مذہب خفیہ ——— اصمت الصبور
پیشہ ہارات ——— خالدہ جیلانی
قانونی مشیر ——— نور الدین سرکی ایڈوکیٹ
ایڈیٹر ایڈیٹر ایڈیٹر

PakiBooks





مستقل سلسلے

245	خوار و مجاہدان	247	شعاع عید	کرن کریں خوشنویں
252	ادارہ	246	بشری عین	یاروں کے کر کے سنے
250	اروین شرف	248	شگفتہ سیلان	مجھے شعر کہنے دینے
255	مدیر و کرن	253	ذوالقرنین	تہلے پہ در لگا

جگاتی 2018

جلد 41

جلد 70

جلد 54

کرن

جلد 37

ایڈیٹر: محمد رفیع، ایڈیٹر: 37، ایڈیٹر: 70

بائشرو: دوسرے دن میں چھپنے کے لئے سے پہلے اگر کتاب کی کتاب، 91-92، بلاک 11، داروہ آباد، کراچی

Phone: 32723777, 32726617, 021-32022484 Fax: 92-21-32766872

Email: kiran@khanawateendigest.com Website: www.khanawateendigest.com

محمد زید الرحمن 11
نوریت برقی 11

انٹرویو

نعل نعل

12	رشا خان سے ملاقات	خاموشی پر شبید
20	آواز کی دنیائے	سویل مان
16	میری بھی سنئے	دلچ علی
25	مقابلہ پر آئینہ	سید وحید رحمدی

ناولٹ

216	غم ہے یا خوشی ہے تو	تھریک ریاض
54	چھوٹی سی خطا	نار احمد
125	سورانا	انور احمد
28	شبیہ تم کی سحر	سج چوہدری
152	ہوائیں رخ بدل گئیں	نگہ جہان


افسانے

49	گھرو تلو	ایمل رضا
79	تیری چاہت	فرح بھٹو
120	ذہول سہانے	حماد عثمان
166	لغزش	عمارہ اسرار
208	برسوں بعد	رشادہ اجماع
145	حبیب تقسیم کرتی ہیں	کشف بلوچ

زید الرحمن کے کتب خانے کی پیشکش
ایک سالہ (12) کتابت 7000 روپے
تین سالہ (36) کتابت 6000 روپے
ایک سالہ (12) کتابت 7000 روپے
Subscriptions@khanawateendigest.com

پاکستان کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ پڑھائی جانے والی ویب سائٹ ہے۔ یہاں پر ہر روز نیا نیا مواد شائع ہوتا ہے۔ اگر آپ بھی اس کی فہرست میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں ای میل کرنا چاہیے۔
ایڈریس: 91-92، بلاک 11، داروہ آباد، کراچی
فون: 32723777, 32726617, 021-32022484
ای میل: kiran@khanawateendigest.com
ویب سائٹ: www.khanawateendigest.com

شہزادہ رشید

14. 

کہ یہ جند معصوم اور مظلوم لڑکی کا رول کر رہی ہوتی۔"

وایسے اطلاق ہے کہ اگرچہ تھے ایسے میری آلہ ایٹر ہو

حیرت میں آپ نے مختلف طور سے رد و جواب دیے۔

خدا ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہم سے
 رخصت ہو کر جہنم کے لیے جا رہا ہے؟

اپنے بارے میں بتاؤ

1994ء میں لکرا گی، میں نے عیداً ہوئی والدہ حیات

میں بڑی ہوں اور مجھ سے ایک چھوٹی بہن ہے۔

”رامو“ کہتی ہیں اور میں نے احمق بنی اپنے گھر ٹا ہے ان

.....

”جی؟ مطلب کیا ہے؟“

لی اجمال کوئی ارادہ ہے۔ ابھی بہت کام کرنا ہے۔

بہت افسوس و غم و رکن جہاں ہے شیعہ۔
 (۱) "بہت افسوس و غم و رکن جہاں ہے شیعہ۔"

2018 جولائی 12



شاہ کے خدیو شاہ آفریں ہی بہت معصوم گھراس کو اب تک

”ماہ تمام“ کو کہہ دے ہیں ایک مخصوص تہذیب کا رول و رشتہ

نہیں تو آج کل کے زمانے میں ایسی "مخصوص" "تلفذیں"

﴿”کیا حال ہے؟“﴾

”کیا جودہ تھا“

﴿وَأَوَّلَ مَا دُخِّلَ النَّارَ الْكَافِرُ الْحَصَىٰ ۖ يَخْلَعُ عَنْهُ إِثْمَ الْعَمَلِ ۖ إِنَّهُ فِي عَذَابٍ مُّتَسَاوٍ ۚ﴾

100

مردوں کی ہوتی ہے کہ گھر جانا ہے، چھوٹا لڑکا ہے۔ یہ

اور ان کا کہنا ہے کہ سارا افسانہ لکھ دیا ہے۔^{۱۶}

”یہ بہت لمبی کہانی ہے، مگر آپ کو مختصر ایتنا

نے ایک دو تکرر ٹکڑے کیے۔ پھر مجھے بتایا کہ ایک قلم

آپ کی شکل بہت اچھی لگی ہے۔ اس فلم میں میں نے

اور آتے آجھے لوگ ملے کہ میں ایک طرح سے

کیا میں نے اس فلم نے جس کا نام "ہوٹا" ہے

لیڈنگ رول تھا ایک انڈی چنڈ ٹھہرے ہوئے کا اور بہت

میں نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔

٤٤ - سمت: فی الہدایۃ والبر - سرود و سرود



100

1

کون

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26



حاضر ہوتے تھے۔ تو ہمیں دیکھ دے والے تھے جیسے جیسے
تھے تو سارا وقت یہی میرے ساتھ رہتے تھے۔ اور
آج تک لوگ اور مجھے سمجھتے کرتے ہیں تو میری
ایک ہی یادداشت کی بدولت مجھے یاد ہے کہ کیا کہہ رہے
تھے ساتھ میں سے پروگرام کیا اور پھر اس کے لیے
ساتھ کافی ٹائم کے بعد یہ پروگرام کرنے کو ملتا تو میں نے
اس سے کہا کہ آپ کو یاد ہے کہ 19 ستمبر کو میں نے
تھے وہ دوسرے سال کے تھے انہیں میں نے یاد ہے؟
پھر دیکھ کر انہیں مجھے یاد آ رہا ہے کہ کیا ہے؟
ہاں، میں نے یہ سنا تھا کہ کیا کہہ رہا تھا وقت
پہلی آگے ہیستہ رہا۔ 2008ء وہ سال تھا جب
میں اہم ایف ایم جیو ٹی وی کے ادارے سے تو نہیں کر
میں کیا بارسلونہ کی قیادت پر چنگیز دیکھ کر سب کو گھبراتے
واقعہ تھا اور مجھے سنا تھا کہ میں نے تو وہ بھی کہا تھا
دیکھ یہ پروگرام کرنے کے لیے بلا لیا کرتے تھے۔
مجھے یاد ہے کہ یہ سلسلہ وہی چلتا رہا جب میری
ضرورت پڑی تھی بلا لیتے تھے۔ ستمبر 2016ء میں
کرکٹ کا "ایشیا کپ" ہوا تو چاندی پروگرام منیجر
دبیہہ اکرم اور فرحان سنجے نے آپس میں سے لیا کہ یہ
ہندوستان زیادہ آتا ہے اور اپنے کام کو محنت و مشقت
کے ساتھ کرتا ہے تو ہم کیوں نہ اسے مستقل رکھ
میں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ دبیہہ اکرم صاحب نے ایک
لگا ہے مجھے یاد ہے کہ دیکھ کر دیکھ کر کیا کہنا ہے جاتا
تھیں ایک ایک ٹیک طور پر کرکٹ میچ کے کھیلے۔ کرکٹ میں
نہی سوجھ لیا تھا کہ چوکر کے ہی دیکھا تو گا۔
چنانچہ 24 فروری 2016ء کو میرے پہلا پروگرام آن
ایئر ہوا۔ شروع شروع میں میں سنگھ پروگرام ہی کرتا
تھا آہستہ آہستہ کیا کیا بھی دیکھا شروع کر دے۔ تو
میں کرتا تھا سبھی اکیلا تو ہمیں سامنے کے
ساتھ۔ چونکہ مجھے موسیقی میں بھی بہت تبحر ہے تو
پھر آہستہ آہستہ مجھے دیکھ کر پروگرام بھی ملتا شروع ہو
گئے جن میں میوزک کے پروگرام بھی شامل تھے۔

2016ء سے آج تک وہی حیثیت آ رہی ہے کہ کام
گرد رہا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ میرا دبیہہ اکرم کو
نے اپنے کام سے بھی نہیں نکال دیا۔
مجھے "لوگ" کتابیں چاہہ کرنا حاصل کرتے
ہیں۔ آپ نے اس طرح سب کچھ حاصل کیا؟
ہاں۔ مجھ میں یہ ہی بڑا میرا شوق اور میرا
جنون رہا ہے اور جب آپ کرکٹ کا کام لے لگا دے گا تو
جاتا ہے تو اس کے بارے میں کچھ جانتا مشکل نہیں
رہتا۔ مجھے تو یہ یاد ہے کہ کام کرنے والے آج سب
بھی پوری سبزی معلوم ہوتی تھی کوکب چاہی کیا،
کب پیلا پروگرام کیا کہ اس کی طرح کے پروگرام
کے۔ تو میں بیک وقت دینی صلاحیت کی جس کی وجہ
سے میں آگے کے جتنا چلا گیا۔ میرا شوق میرا
جنون میرے کام آیا اور میں دیکھ ہی ہو کر رہ
گیا۔
اللہ نے بہترین یادداشت دے کر اور
بہترین آواز دے کر آپ کے لیے آواز کو گھڑا
تو شکر کرتے ہیں یا اللہ سے اس کی تعریف کرتے
کرتے ہیں؟
ہاں سوچتے ہوئے۔۔۔۔۔ میں بہت انجلی زندگی
گزار رہا ہوں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے لوگ
بہت اچھے ملے۔ خواہ میرے دوست ہوں۔ خواہ
ایف ایم کے لوگ ہوں یا میرے چاہنے والے ہوں جو
مجھے سمجھتے ہیں میرے سپرد۔ مگر پھر بھی اپنی
اس کی کامیابی میں بہت زیادہ مدد ہے۔ مگر پھر بھی اپنی
ہوں کہ پریشان کی زندگی میں کوئی ایسا کار چاہتا ہو
ہوتا ہی ہے۔ تو میں نے یہ بھی سوچا کہ بہت آگے نہ
کرتے بلکہ ہندو ہوں۔
"دو لوگ" تنہا نے آپ کا دل دکھایا آپ
کا ساتھ میں رہا۔ آپ کی تعلیم اور آپ کی پوری
۔۔۔۔۔ اب ان کا رہ گیا ہے؟
ہاں۔ میں کونجی کیوں گانے کے بارے میں
سوچنے اس کے کہ "پڑھتے سورج کی سب ہی پوجا

رہت ہیں۔۔۔۔۔ اس حالت کو دیکھ کر اس نے بہت
کہہ دیا تھا۔ میری انہیں بہت اچھی ہیں۔ بہت
سمجھتے کرتے ہیں۔ خیال رکھتی ہیں۔ سب ہی بہت
خیال رکھتے ہیں۔
"مجھے اپنے پروگراموں کے بارے میں کچھ
بتائیے؟"
"بنیادی طور پر چونکہ میں اسپورٹس کا ہندو
ہوں تو میرا پروگرام بھی اسپورٹس پر ہوتا ہے۔ میرے
پروگرام میں کھیلوں کی خبریں ہوتی ہیں، مگلا یوں کو
اچھے پروگرام میں دعا کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ
میوزک کا پروگرام کرتا ہوں" "بھئی فارغ اس میں
گائے ہوں جن میں میوزک کے حوالے سے دلیر چڑا
ہوتی ہیں۔ گانے میں زیادہ توانائی ہے کہ گانا
ہوں۔ یہی گانا دلچسپ اور فکری ہے لیتا ہوں۔ مختلف
گانا دیکھ مجھے پسند ہے۔"
"آج کل کا میوزک کتنا پسند ہے؟"
"مجھے 90's کی باپ ٹیگ بہت پسند
ہے۔ اسے دوبارہ زندہ کر رہا ہوں۔ کئی نو
کھیلے ہیں انہیں یاد دلانا اور انہیں اپنے پروگرام
میں پہنچا دینا چاہیے کہ ساتھ آگے۔"
"مجھے سنئے کتنے دن پروگرام کرتے ہیں اور
پروگرام کی تیاری کی طرح کرتے ہیں؟"
"آج کل مجھے میں 3 دنوں پروگرام کرتا
ہوں۔ یہ اور بہت کماتے کہ اسپورٹس کا پروگرام کرتا ہوں
اور مشکل کی "Just for you" کرتا ہوں
اور پروگرام کی تیاری اس طرح کرتا ہوں کہ میرے
سوا بل پر Talking سونٹ دے رہے ہیں۔ اس کے
ذریعے دیکھنا ہیں اس معلومات حاصل کر لیتا ہوں۔"
"زندگی میں بہت سے اچھے لوگ بھی ملے
ہیں اور بے بسی۔ کتنے ہوتے ہیں۔
اے لوگوں سے اور چوں سے ڈرنا کہی؟ کونکھ وہ
نیلے بازی ضرور کرتے ہیں؟"
"نہیں۔۔۔۔۔ کیا کوئی سنا تو نہیں ہوا اور

تھے جیسا کہ میں یاد رکھی ہیں۔ اس لیے کہ
سمجھتے کرنے والے لوگ زیادہ ہندو میں ملے ہیں
اور کسی نے کچھ کہہ دیا تو انکو یہی کہہ کر
بھی میری زندگی میں۔ اللہ کا شکر ہے انسان کے لیے۔
زندگی کا بھروسہ کرنے کے لیے ہوتی ہے۔"
"اللہ کی زندگی ہے؟"
"ہاں۔ یہ سیکھا کہ جن لوگوں نے آپ کو سپورٹ
کیا۔ جنہوں نے آپ کو آگے بڑھنے میں مدد دی
ہے۔ ان لوگوں کو بھی کھانا نہیں، اگر آپ کو بھی
تو پھر زندگی بے سکون ہو جائے گی اور آپ انہیں
کریں گے اچھے لوگوں کو یہ سنا ہے ساتھ میں۔"
"بہت کی کمی ہے؟ کیا کہتے ہیں آپ؟"
"مجھے پتہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ ابھی تک زندگی
میں ایسی کوئی کمی ہے کہ اس سے محبت ہوئی ہو اور
ہاں مجھ سے کہنے۔ اور وہ وقت میرے لیے
بہت حیران کن تھا۔ گریٹ آگے وقت کی ٹیکہ
دو سال میں کچھ اور سنبھلے مسائل آ گئے تھے۔ بہت
کھل کر کسی نے اختیار کیا تھا۔۔۔۔۔ خبر۔ بہت عزت
کے ساتھ بہت کھل کر یہ بھی نہیں پاؤں گا۔"
"وقت کی پابندی کرتے ہیں؟ دیگر آ رہے
سے دیکھتے ہیں؟ اور مانا کیا ہے؟"
"ہاں۔ میں ہندو ہوں جو بے نام سے نام سے
آج کل کے پیلے ہی پیلے جاتا ہوں۔ اور بیلے پچھاننا
بہتر ہوتا ہے تاکہ میں خود لوگوں سے ٹھوڑی سی
دشمنی بھی ہو جائے۔ اور پروگرام کے بعد بھی یہی
ٹھوڑی جڑی اور ٹھوڑا جس کو حرا کچھ ہندو ہوں۔ رہیں
ہو کہے کہ کرتا ہوں۔ کل مزاج بہت ہوں۔"
"اللہ کی پوجا کرنے کے لیے؟"
"ہاں۔ جی۔۔۔۔۔ بالکل۔ مگر جو ستر سے آفریں ہو
مگر ایف ایم 101 سے ایسی انیمیت ہو گئی ہے کہ
اسے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہاں کا ماحول
بہت اچھا ہے۔ یہاں کے لوگ بہت اچھے ہیں اور
میری عمر میں لوگوں کے ساتھ کافی ہم آہنگی بہت جی

[illegible]

ہوں۔ مسکراتا ہے اور مجھے سے ملتا ہے جس میں چہرہ ہوں۔ بہت چمک چکا ہوتا ہوں اور بعد میں انہوں ہوتا ہے کہ بہت بات نہیں لکھی جائے گی۔ اور بعد کا سوا ہے گا۔ دیکھو اور دیکھو۔ اور دوسروں کے دماغ کے لیے بھی بہت جذباتی ہوں۔ اس طرح کوئی گلوڈ فرینڈ ہے اس کے ساتھ کچھ علاہ ہو رہا ہو جس روح میں جاتا..... اور اس کا دماغ کرتا ہوں۔“

”رونا آتا ہے؟“

”نہیں۔ پھر دل آدلی ہوں۔ بہت مشکل سے رونا آتا ہے اور اسکی رونا بھی آتا ہے تو اکیلے میں رونا ہوں۔ مجھے لوگ سمجھتے ہیں کہ تم پھر دل انسان ہو تو میں کہتا ہوں کہ ہاں میں ایسا ہی ہوں۔“

”کھانا کھاتے ہیں میں کیا پسند ہے۔ گھر کا پسند ہے یا بیرونی؟“

”میں کھانا کھاتے ہیں کہ بہت شوقی ہوں۔ گھر کا بھی بہت شوق ہے کھانا میں اور بیرونی کھانا کھانا کا تو اپنا ہی مزہ ہے۔ ریسٹورنٹ میں جا کر کھانا۔ کوئی ٹی پی کچا کھاتی ہے تو ہاں میں کھاتی ہوں۔ کھانا کھاتا ہوں کہ کھانا کھاتا ہے۔ اور کھانا کھاتا ہے۔“

”شوق ہے۔ اپنے ہم سفر کے ساتھ کھانا پھرنا چاہتا ہوں۔ اپنے بیٹھنے کے ساتھ بات کرنا ان سے کچھ کہنا بہت اچھا لگتا ہے اور مسرت ہے تو کڑے کا بھی بہت شوق ہے۔“

”کچھ کہنا کہ کچھ شوق ہے؟“

”الٹا الٹا کہتے ہیں کہ تم بہت ”کھانا“ ہو۔ تو کھانا کھانے کا شوق نہیں ہے بلکہ دوسرا والا ”کھانا“ کا شوق ہے۔“

”میں کے ساتھ ہی ہم سے تھیں خالق سے جاڑے چاہی کہ انہوں نے اپنی مسکراتا ہے سے قائم کیا۔“

☆ ☆

مقابلہ ہے آئندہ

سعدیہ

س: پہلی نام کیا ہے؟ مکرانے وار سے کیا کہتے ہیں؟

ج: پہلی نام سعدیہ ہے۔ مکرانے وار بھی سعدیہ ہی کہتے ہیں البتہ میرے پیارے لڑکھان کو جب زاد و ولد آتا ہے مجھ پر تو "سادہ" کہتے ہیں اسی جان بھی پیار میں ہی کہتی ہیں۔ دو "سعدی" کہتی ہیں۔

س: آئیڈل آپ سے کیا کہتے ہیں؟

ج: کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پرورش کیا ہے۔ الحمد للہ۔

س: میں صومالیہ کی طرح کیا خیال آتا ہے؟

ج: "مکران کو جانے والا کیا ہوگا۔"

س: "مکران" کے لیے ہر کسی کا خیال لی جا سکتا ہے؟

ج: "تو بے گنس بھی میں نے کون سا آف شور کہیں سے؟" پکارا کر کہیں۔ "لیلیٰ صومالیہ، داہلہ، ڈاکٹر، ایچ، ایک دوپ انٹیکل جا سکتے ہیں۔"

س: "مکھوٹوں سے ڈر رہی ہیں؟"

ج: "نہیں۔" مگر اس واسطے تو نہیں پڑا۔ پر نام سے ہی ڈر لگتا ہے۔

س: "سہمان کیسے جاتے ہیں؟"

ج: "سب ہی اچھے لگتے ہیں۔ دل کرتا ہے اپنی حیثیت سے بڑھ کر میزبانی کریں۔"

س: "کھانے میں کیا پسند ہے؟"

ج: "میربانی،" "سب سے گوشت اٹی کے ہاتھ کی کڑھی،" "ساگ،" "بھنڈی" جی۔

س: "مکران" کو ایک دن کی حکومت ملی جائے تو

حجیلہ سعدی

۱۲۸

کیا کریں گی؟

”ج“ اسلامی قوانین نافذ کروں گی۔ خلیفوں سے زیادتی کے برسوں کو مبرا میں دوں گی۔ یہ روزگاروں کو فریالوں کی۔

”کیا پند ہے شاعر؟“

”ج“ کوئی ایک شخص ہے جس کی دل کو بھانگے پند آتا ہے۔

”ن“ خزانہ لڑا کا ہیں؟“

”ج“ بالکل کوئی نہیں۔ بہت فریڈی کی ہوں۔ کلمہ بات پر غصہ نہ جاوے کسی کی۔

”کیا سزا ہے لوگ پند ہیں؟“

”ج“ اپنے جیسے جلدی کھلے لئے والے۔ ہنسی مذاق والے۔

”کیا اگر کوئی شہر ایک نہ ہوتی؟“

”ج“ مذاق تو کریں گی۔

”کیا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا بہتر کی وقت؟“

”ج“ تھوڑا کتب پر طرف خاموشی ہو سکوں ہو۔ آپ کی کوئی سزا خدا کی طرف توبہ ہوں۔

”کیا آپ کائنات شہر پار یا انسانوں فرج؟“

”ج“ کائنات شہر ہوں۔

”کیا کام شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے؟“

”ن“ بالکل کبھی نہیں۔ لیکن اچھے نام رکھنے پڑتے ہیں۔

”کیا آپ کسی سناں دانستے گزردہ ہیں اور کچھ لگ جائے؟“

”ن“ بھی کچھ بات ہے کہ چارہ گوں دلوں ہو

Free Download and Read Online

From :



PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

PakiBooks

رواں ہو کر دیکھو کہ وہ کتنی دلکش ہے۔
 س: "کن لوگوں کی احسان مند ہیں؟"
 ج: "انہو فتانی کی۔۔۔ اور ہر اس انسان کی جس نے مجھے ہرے صبر بتائے۔"
 س: "اے دلہنٹی ہیں؟"
 ج: "کون سے؟؟؟ فی دی والے؟؟؟ ابھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔"
 س: "فتنی خوشی کب ہوتی ہے؟"
 ج: "کسی بھوکے کو کھانا کھلا کر۔ بڑے ہوئے کی صلہ کرنا کہ ضرورت مند کی مدد کر کے۔ آپ بھی آ رہا کر دیکھیں روح نیک سرشار ہو جاتی ہے۔"
 س: "آپ کی سب سے سچی حکمت؟"
 ج: "سیر کی نہیں۔ ائی، ابو، میری بھینس، بھائی میرے شوہر۔"
 س: "وہ کون سے کام ہیں جن کو کرتے ہوئے خیال آتا ہے کہ دنیا کیسے کی؟"

ادارہ خواتین و اچھوت کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 غریبوں کی خدمت

چاندنی	دل لیک	گلشن	چاندنی
۱۹۷۰ء خاتون	رضیہ جمیل	۱۹۷۰ء	۱۹۷۰ء
۱۹۷۰ء	۱۹۷۰ء	۱۹۷۰ء	۱۹۷۰ء

منگوانے: مکتبہ عمران و انجمن 37، اور بازار، کراچی 32735021

سچی سحر

اندون کے انتہائی سرد موسم میں پڑھیا جانت گلیب کی عمارت کے نیچے بیٹھی ہر آتے جاتے بندے کے آگے ہیٹ کر کے اپنے پیادو شوہر کی دودھ اور کھانے کے لیے پیسے مانگ رہی تھی کروا چکا تھا اپنے بھائے خریدے کے ساتھ وہاں سے گزرتے ہوئے پڑھیا کی منہ دھوٹم لے کر ہواگ جاتی ہے۔

”اسلم مرزا“ کے نکلنے چشمہ چراغ اسلم اللہ بن جن کی والدہ وحیدہ خاتون ان کی شاوی اپنی برادری میں ملوثی رسم و رواج دلی لڑکی سے کرنا چاہتی ہیں اور ان کے شوہر نواب اسلم اللہ بن اپنے دیرینہ دوست ملک غیاث کی بہن شگفتہ کو بطور بیوہ پسند کرتے ہیں اور اس پسند میں اسلم اللہ بن اور دینی بیوی کی پسند شامل ہوتی ہے مگر وحیدہ خاتون مختلف زبان، مختلف ثقافت اور کم اسلم یافتہ بیوہ کو دل سے قبول نہیں کرتیں اور نہ ہوت کڑا ماکر تھیں۔

کھیرا شہد ایک سرکاری افسر ہیں مزاجاً انتہاء حرا، انکڑ بات بات پر دینی کی ہے مرنی اور اس پر باتھ اٹھانا اپنی شان رکھتے ہیں۔ کھیرا شہد اور دینی کے دو بیٹے دو بیٹیاں ہیں۔ ان شہیدہ لکھیل اور شکیل۔ کھیرا شہد کے بڑے بھائی کبیرا شہد سخت ضرور تھے مگر دینی پر باتھ اٹھانے کو سر دینی بڑی اور کر دینی رکھتے ہیں۔ ان کے دو بیٹے باہد اور ساجد اسلم اللہ بن کے بچنے بڑے اور شکیل بیٹیاں ہیں۔ شہد لکھیل اور شکیل کی بھینچر ہیں اور ایک کھیرا شہد ان بھائی کے ساتھ باہی جاتی ہے۔

اسپ کے چہیت۔

چوتھی قسط



PakiBooks

قد چل کر وہ عزلی اندر گرہ بیٹھا۔
 "میں نے تو اس آواز کو احوال کی آواز سمجھی ہوں۔ مجھے ہے آپ چاہ بہ حکیم، خاقان..... جو سخت چلی
 سسٹم خاص کر، گھر کے پردوں کا بچوں کے ہر معاملے میں یوں۔ اپنے فیصلے نہ صرف مادر گرامیوں کا گھرانے
 کے لیے اپنی چلانے شے نہ پائندہ ہے۔"

مناسب دیکھے میں شیلہ نے اپنی پائندہ کی کا اظہار کر دیا تو زچہ کے اقتدار میں ایک دل میں تھا جس
 سے ایک غلطی کی آواز نہ ہو کر فضا کا حصہ بن گئی۔ دو ایک دم شیلہ سے آگے نکل گیا۔
 "اگر سب باتوں کا وصف صاف مطلب ہے یہاں شیلہ خاقان امیر مطلب ہے شہلا حکیم کہ... کہ آپ نہ
 تو ہمیں جانتی ہیں ہی شادی کرنے میں متوجہ ہیں۔ اگر... اگر کیا یہی ہے تو... تو آپ کو فیصلے کا اختیار ہے
 منع کر دیجیے۔ ہم نے آپ سے شہلا عہدیت کی ہے، آپ کو کوئی نہ قصور موت ہے ہمارے لیے لیکن آپ کی
 خاطر ہم آپ سے دست بردار ہوئے ہیں، اللہ حافظ۔"



"میں کہتا ہے سلمیٰ بیٹیوں اپنے بے پائے غم کو اپنے الٹ پلٹنے چہاں پلٹنے نہیں آئی۔" اب
 یہ جیسے کی اس ہونے کا احساس دہا کہ اس حقیقت تھا کہ مری کھلی کا اظہار کہ گفتہ خاقان نے عمل کر گھٹن جہاں کہ
 اپنی پائندہ کی کا کائنات، باطل اقرار کیا کہ اس روپ میں۔ کچھ کہ سلمیٰ میاں سکرانے بخیر نہ ہو سکے۔
 "اے وہ بھلی کی بھلی اپنی آواز خارج رہی ہے۔"

"میں اس بات کی مطلب یہ ہے۔"

گفتہ آنکھوں میں کا بھلی کی سلائی لگا کر لپٹ کر میاں کو کھینچے گئیں۔
 "بھئی حکیم! مطلب کوئی دھکا چسپا نہیں، آپ آپ خاصا خاصا دلا کر ادا کر دیں، ایک بات ہے کہ وہ
 گھٹن جیسا ٹھیک خاک خوب صورت ہیں اور میں ان سب باتوں سے کیا حاصل، آپ کو آپ کے بچے چاہتے
 کے باوجود دشمن جیسا آپ کی بیوی میں ہیں اور آپ کے... کو بچے پائے۔ گھو میاں جو جان سے دشمن جہاں میں
 ڈار ہیں اور ایران واری کی بات ہے۔ حکیم کو چاہئے ہیں غیر میاں اپنے والدین کی ہم پر گئے ہیں۔" سلمیٰ میاں نے
 شہلا سے کہہ کر خود چھوڑ دیا کہ شہلا نے شہلا سے کہہ کر خود چھوڑ دی گئی۔
 "اے سلمیٰ! یہ دہووی ہے سلمیٰ ہی! اوروہ سلائی بھی گھٹن جہاں بھلا ایک آگ گھٹن بھاتی۔"

"تو آپ اس آگ سے مت دیکھا کیجیے میں اس کو دیکھیں جہاں میں۔ آپ دوسری آگ سے دیکھا کیجیے۔"
 سلمیٰ نے اپنی محبوب جیسے کہ دیکھا جس پر غصہ بیٹھ ہی سوٹ کیا اس وقت کی گھر میں ہی دوا کی تھی سین میں
 جس میں کہ وہ دہرائے تھے مگر گفتہ حکیم میں اپنی ساس صاحب کی جو باتیں رہا لگا کر میں اب وہ خود دہی
 باتیں کر رہی تھی سلمیٰ میاں ان کو چھوڑ کر گئے۔
 "میں نے تو سلمیٰ ہی وہ تو باطل اپنی بنا گئے ہو۔"

"آپ بھی تو اس جان کنی کی ہیں یعنی کہ وہ ہاں جان ساسی جس تو آپ پر اعتراضات کے سلسلے
 کرتی تھیں اور اب آپ اپنی ہی ہوتی ہیں۔ دیکھئے یہاں سے ہم آپ خاتون! تو ہمیں پائے۔"
 "تو نہ آئیے میں نہیں، آپ اپنی جان اپنے چند باتوں کو سونے سوئے کے ادا دیں۔ یہ غیر فقیر نا داغ رہا
 جس میں غم و لبان نہ آئے ادا جس میں آئے۔ آپ نے ہی اس کو گل کرتے ہوئے دیکھا ہے، ہم نے ہی ایک ایک گفتہ
 کو اپنے دلوں کی کر دیکھ کر ہمیں میں ڈال کر کھاتھی ہے کہ وہ چارہ لاف لاف لاف لاف ہے۔"

ہوں کی گفتہ کا دل سب بات ہوا۔ دو ایک دم چپ ہو کر میاں کو گھورنے لگیں۔
 "میں کی ہوا ہے آئیں کوئی فیصلہ نہ پائے۔"

"میں نے گفتہ خاقان کو نہیں تو کسی صرف اس بات پر آ رہی ہے کہ عام طور پر کیا جاتا ہے کہ عورت ہی عورت
 کی نہیں ہوتی ہے۔ جہاں شادی سے پہلے گفتہ کہیں اس بات کی گنجائش آئی کہ جب سے آپ کے اور اس
 ہاں کے باہمی گفتگو کا شروع کیا ہے تو ہمارا غرض یہ دل گیا ہے کہ عورت ہی عورت کی دیکھ ہوتی ہے بلکہ
 ہمارا خیال ہے کہ عورت ہی عورت کی بھتیجی دوست ہے، وہ جس بھی دیکھتے ہیں جہاں میں وہ دوسری عورت کا بھلا ہی
 کر رہی ہوتی ہے۔"

اب سلمیٰ میاں کا اس کا اظہار گفتہ خاقان کے اوپر سے گزر گیا تو وہ اپنے پاؤں دبا کر بٹے گئیں۔
 "اب کوئی بات ہے، سلمیٰ ہی مشکل کا ہمیں نہ کہہ کریں۔ آپ پر بھی اہاں ہواں کا اثر آ گیا ہے۔ اب
 ہواں اس بات کا مطلب کیا ہو کہ عورت کی عورت دوست ہوتی ہے۔ اب ایک عالم کس (ساس) اپنی سسٹین کوہ
 (ا) کہ عورت کو گھٹن پر رکھ کر اس کے گئے ہائی ہے تو وہ اس کی دوست کیسے ہوتی۔
 "اے وہاری سسٹین اور مکمل سے پیدل حکیم وہ ہمارا مطلب ہے کہ اہارے دین میں غیبت ممنوع
 ہے۔ ہے نہیں۔"
 "اے ہوا ہے نہیں۔"

"تو فی مطلب یہ کہ عورت، ہر عورت کی، ہر وقت غیبت کر کے اس کے گناہ جھانپتی رہتی ہے تو کیسے
 عورت عورت کی دوست ہوتی ہیں۔ ساس، ہو کہی کہ غفیر بھائی کی، یہاں بھی غفیر ساس کی مطلب ہے عورت، ہر
 عورت کی غیبت کر کے اس کے گناہوں سے بھائی رہتی ہے تو... سلمیٰ میاں نے معصوم اور سسٹین حکیم کو
 اپنے جھگڑا چھوڑا، بات دیر سے کچھ نہیں آئی غمگینی۔ گفتہ نے دونوں ہاتھوں میں سر چھاما لیا۔
 "اے سلمیٰ میں سہمی۔ مطلب میں ہے تو اس ہواں کے گھر میں جہاں کی گناہ جھانپتے ہیں۔ میں میرا کی
 ہے گناہ۔ وہ غمگینی سے سر جھکا کر بیٹھ گئی۔"

"ایک صحت سلمیٰ کی ایک صحت۔ اگر میں سے ان کے گناہ جھانپتے ہیں تو وہ بھی تو میرے گناہ جھانپتی ہی
 ہیں ہاں نے چوٹی میں ہی حساب برابر۔" اس سوچ کے آتے ہی کچھ دیر تک چہرے پر چھا جانے والے پریشانی
 کے باطل چھٹ گئے۔
 "آف ہے عورت بھی ناں۔" سلمیٰ میاں نے گھر اس ساس لایا، ان کی یہ کوشش کہ اگر وہ اپنی بھولی حکیم کو گناہ
 شائب کے راستے پر ڈالیں گے تو ممکن ہے کہ وہ غیبت سے باز آ جائیں۔ مگر ہواں شیطان کا اس نے جھٹ
 گفتہ کو یہ بات سمجھا دی کہ غیبت کا جواب غیبت برابر۔



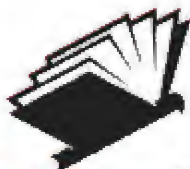
"گھٹن خاقان! آپ نے والدہ سے سیکے جانے کی اجازت لے لی ناں۔" باقاعدہ سے آ کر غیر میاں
 نے شروع رنگ کی سازش میں، احتیاجی جو میک اپ میں شادی کے تمام گھنوں میں شہلا جیسی ہی گھٹن جہاں کو
 دیکھا جن کی کسی کران کے سیکے کا مقصد تھا۔ گھٹن جہاں اپنی واری ساس یعنی حمیدہ خاقان کی لاف میں ہواں اور
 اپنے سین اور بازو داغ داغ کے نیچے زما کر شوہر کے دل پر راج کرنے کا نیا ہوا دنی والدہ سے سیکے کر آئی گئی۔
 "دیکھئے غیر صاحب! ہم نے والدہ سے اجازت لے لی ہے مگر آپ کی والدہ سے نہیں۔ اپنے سسر
 صاحب کی والدہ مطلب واری جان سے تو بھر کر اور سے اجازت لیتا ہمیں ضروری نہیں لگا۔ چھوڑیے ان کو

Free Download

and

Read Online

From :



PakiBooks.Site

www.PakiBooks.Site

میں ایک بات آپ کو صاف صاف بتا دوں، شادی کرو گی تو صرف دیر سے رو نہ گی۔
 پروڈیوٹیٹی کہا تھا، سنا کر مجھے شرب نہ کیا کریں۔
 ”تو زہر کے گھر والوں کی پابندیاں، خند یہ، عفتت، روایات برداشت کر لو گی؟“
 اس کا ریشہ شرب پر شہلائے ماں کو کھلا۔
 ”جی! یہ ساری باتیں زہر کے سوچنے کی ہیں۔ میں نذولان کے جوائنٹ فلی سسٹم کا حصہ بنوں گی تھان کی
 روایات اپناؤں گی۔ اپنے اعداد میں، اپنے لائف اسٹائل میں رہوں گی اور۔۔۔ اور جس دن زہر نے اس
 ایکریسٹ پراسن کر دیے اسی دن شادی کا فیصلہ ہو جائے گا۔“
 ☆☆☆☆

”زہر میاں! آ خر آپ چاہتے کیا ہیں، دادا جان، دادا کی جان اور ہمارے والدین اب آپ کی شادی کے
 فرض سے سبک دوش ہو نہ چاہتے ہیں اور آپ کا سکون وطمینان لائق سستین ہے۔“
 زہر گھر میں سب سے پھوٹے تھے اور لاڈلے بھی تھے، سب کی محبت کا مرکز بھی تھے اور اسے غور پر سب
 ہی ان سے شادی کے موضوع پر بات کر چکے تھے مگر وہ ہر بار دم دیا کر نکلتے جاتے۔ وہ شہلا کی پہلی نظر کی محبت میں
 گرفتار ہو چکے ہیں اور دل کے سارے تار جوڑ چکے ہیں اور شہلا کے شیر ذہنی کا قصور نہیں کر سکتے۔ یہ وہ تمام رات
 تھوڑے بعد اترام وہ کبھی سے کہہ نہیں پاتے تھے۔ اب جبکہ گھر والوں کی شادی کا تقاضا یہ ہے کہ تقاضا یہ ہے
 نے دل کا پل کی محبت کا فیصلہ کر لیا تھا۔
 ”وہ۔۔۔ وہ پیچھ بھیا ہم نے وہیم بھیا کہنا تھا تو یہ کہ۔۔۔ وہیم بھیا آپ بتائے لحاظ ہمارے آؤں آؤں
 ہے۔“ تو زہر بوئے بھائیوں کے سامنے جھگ گئے۔

”ہاں! وہ بات یہ ہے کلیم بھیا کہ ہمارے زہر میاں نے یہ پتہ پڑی میں ایک خاتون کو دل دے دیا ہے اور
 چاہتے ہیں اسی خاتون سے اپنا گھر آباد کریں۔ لہذا ان کی درخواست پر غور نہ کرنا چاہئے۔“
 وہیم بھیا نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سر جھکا کر زہر کو دیکھتے ہوئے قدرے خوشی سے کہا تو کلیم میاں نے
 خوش ہو کر زہر کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ وہ حیران کر دے ہو گئے۔
 ”ہیں۔۔۔۔۔ زہر والی، یہ دل کا معاملہ ہے؟“
 ”ہیں۔۔۔۔۔ وہ نہیں ایسے ہی پسند آ گئیں۔“

”اگرے میاں! اس میں اتنا کچھ دقتیں کرنے کی کیا ضرورت ہے اگر آپ اس خاتون کو جان بچھ، بچھان
 بچھ چن کر رکھتے ہیں کرا آپ ان کے ساتھ اچھی خوش گوار زندگی گزار سکتے ہیں تو ہم آج ہی اطلاع کے اجلاس
 میں آپ کا یہ مل چل چل کر رہے۔ جیسٹ وہاں کے بعد امید کال ہے، مل جائے ہو جائے گا۔“ کلیم میاں کو چونکا
 سیاست کا شوق تھا اس لیے ان کی گفتگو میں سیاسی رنگ لپا لپا ہوتا اور زہر کو کئی دے دی تو وہ ہوا سے خوش ہونے
 کے اور تجیدہ نظر آئے گئے۔

”جیسٹ بہت شرمیلی بنی جان! ہمارا ایک مسئلہ ہے؟“
 ”اگرے میاں! جب کال کرائی راجی تو پھر اس چان کی زبان میں کی کرے گا فاضی، چٹ مٹکی سے پت دیا
 کر کا۔“
 کلیم میاں کی پیچھ بھی چونکہ گفتگو کے خاتمہ ان سے قصیں اس سے کلیم میاں بھی زیادہ زنجانی بولنے پانے
 جاتے۔ دادا جان کو کئی رو جا نہیں ہر تمام کر ایک ہی جملہ ہر لیا کر میں۔

دوسری طرف توڑ دی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 اپنی گھر بہت کچھ افسوس کرتی۔ بچیاں جو دوست تھیں، انہوں نے کہا کہ یہاں سے اس آدمی کو گھر بھیج دیا۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 جاتی تھیں کہ اس آدمی کو روکنا چاہیے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 جاتی تھیں کہ اس آدمی کو روکنا چاہیے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔

سکتی تھیں۔ پھر اصرار نہ کیا۔
 "اٹھ لیجیے، یہاں جان! خدا کے لیے خون اٹھایا ہے۔ کہاں مصروف ہیں یہ بھائی جان! میری طرف سے دعا ہے کہ آپ جلد سے واپس آئیں۔"

اب وہی شخصیں جو بھائی صاحب کے آگے آ رہی تھیں۔
 "میری بہن! میں نے یہاں سے کچھ دیکھا ہے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 جاتی تھیں کہ اس آدمی کو روکنا چاہیے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔

اب وہی شخصیں جو بھائی صاحب کے آگے آ رہی تھیں۔
 "میری بہن! میں نے یہاں سے کچھ دیکھا ہے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 جاتی تھیں کہ اس آدمی کو روکنا چاہیے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔

اب وہی شخصیں جو بھائی صاحب کے آگے آ رہی تھیں۔
 "میری بہن! میں نے یہاں سے کچھ دیکھا ہے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 جاتی تھیں کہ اس آدمی کو روکنا چاہیے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔

تھیں۔ اس کو گھر لے گیا۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 "اٹھ لیجیے، یہاں جان! خدا کے لیے خون اٹھایا ہے۔ کہاں مصروف ہیں یہ بھائی جان! میری طرف سے دعا ہے کہ آپ جلد سے واپس آئیں۔"

اب وہی شخصیں جو بھائی صاحب کے آگے آ رہی تھیں۔
 "میری بہن! میں نے یہاں سے کچھ دیکھا ہے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 جاتی تھیں کہ اس آدمی کو روکنا چاہیے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔

اب وہی شخصیں جو بھائی صاحب کے آگے آ رہی تھیں۔
 "میری بہن! میں نے یہاں سے کچھ دیکھا ہے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 جاتی تھیں کہ اس آدمی کو روکنا چاہیے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔

اب وہی شخصیں جو بھائی صاحب کے آگے آ رہی تھیں۔
 "میری بہن! میں نے یہاں سے کچھ دیکھا ہے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 جاتی تھیں کہ اس آدمی کو روکنا چاہیے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔

اب وہی شخصیں جو بھائی صاحب کے آگے آ رہی تھیں۔
 "میری بہن! میں نے یہاں سے کچھ دیکھا ہے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔
 جاتی تھیں کہ اس آدمی کو روکنا چاہیے۔ وہاں سے دو تین آدمی نکلتے ہیں اور دو تین سالہ بچہ بھی ساتھ میں۔ اس آدمی ان کو گھر بھیج دیا۔

”اے اللہ! ہمیں اپنی ساری باتوں کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرما۔“

ہفت روزہ 47



چھانگ مابکر گھر میں داخل ہوا تھا۔ ساری احتیاط کے باوجود بھی کھکا ہو گا لیکن خبر کوئی نہ چاگا۔ وہ آواز کے قدموں سے پٹا ہوا پیلے میں نے کچن میں جا کر دیکھا۔ چلیا کب سے خفا ہوا پڑا اقتدار خالی باڑی پر اسے چڑا رہی تھی۔ روٹی کے چھابے میں خالی دو مال پڑا تھا۔ کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ ہر چیز غصے سے مسموم تھی۔ جیسا کہ تکی میرے بارے

میں ایک دن میں کسی نے نہ دیکھا تھا۔ وہ دیکھ کر کہتے ہیں، یہ دور کسی سکول سے ہوتا ہوا انسان جس میں اکثر ہے۔ یہ نشان کسی کس جانے والے، میں جانتا ہوں۔

تجلی کے گھر کے بڑے صحن میں سب جا رہے تھے۔ سو رہے تھے۔ کوئے میں کھڑا کھڑا چل رہا تھا جو کھم کھم کر سب کو ہوا دے رہا تھا۔ جن کی جار پاکیں پر کچے کے گھونٹے کے باوجود بھی ہوا کھنکھاتی رہی تھی، وہ سوئی ہوئی حالت میں ہی جھجھکاتے ہوئے گرنی کو کوئے دے رہے تھے۔ یہ میرے پاس قریب ہوتے ہیں۔ ان کے سب سے پہلے بائیں کی اعضاء سب سے زیادہ ہوتی ہے، اگرچہ سب کو اعضاء دو چار کھانے کے آواز کو گونگی کر دیتا ہے۔ لیکن ان کی رات کو میرے آواز میں ایک بھی موٹی پر پڑے جانے کا مجرم قائم نہ تھا۔ میں آج بھی قائم کرنا چاہتا تھا۔

دروازے کے کتے پر پاؤں رکھ کر میں

کاٹلی بھی نہ کھتا اور کسی بات کا مصداق ہی نہ رہتا تو کھانے چلا جا رہا تھا۔

”کیا بات ہے چچی جان! میں دیکھ رہی ہوں آپ جب سے روئے جارہی ہیں۔ ہم سے کوئی گستاخی ہوئی ہے۔“ مصری لٹاڑ گئے بعد روئے جانے لٹاڑ پر بھی شہید کے لیے دعا کرتے روئے جارہی تھیں کہ شاید کچھ سے آکر فریب بیچو گی یا خندہ کوٹ کیا اور وہ بعد میں ہونے لگے گستاخ سے روئی۔

”نہیں میری چچی! تم۔۔۔ تم دونوں تو میری آنکھوں کی خشک ہو۔۔۔ بہت سے تم لوگ میرے گھر میں آئی ہو۔ میں صحن میں ہوں مگر۔۔۔ مگر شہید کی وجہ سے میں بے حد مغمم ہوں۔۔۔ وہ وہاں پہنچ گئیں اور میرے پیار رہتی ہے۔ ذرا۔۔۔ ذرا دسی بات پریشان ہو جاتی ہے اور مجھے میں وہ پریشان ہوتی ہے اس کی سانس اکھڑنے لگی ہے اور۔۔۔“ بعد میں کچن میں آگئی سانس کا سہارا ہوتی ہے اور پھر سانس کی تکلیف اور کھکا پاموش اس کا اپنا بھائی تھا۔ وہ خاموش دلاسوں کے سوا سانس کو کون بھی نہ کر سکتی۔

”چچی جان! صبر اور دعا کے سوا اور کوئی چارہ نہیں، سجادہ خورشیدی سے خفیہ اور دوسرا ہے۔ آپ صبر نہ پا رہی، اللہ مجھ کرے گا۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”خدا نے میری مقفوم چچی کی قسمت میں کیا لکھا ہے، بھائی اور آپ تو اس کا کام نہ سنبھال جاتے۔ انہوں نے اسے بچرے کی طرح سے کھال کر سیکھا سانس لیا ہے۔“

”جانتی ہوں چچی جان! اگر آپ فکر نہ کریں۔ وہاں اسی جان ہیں، ان اور پھر اسار بھائی ہیں۔ وہ شہید کا بہت خیال رکھتی ہیں۔“

”بھو! اسلام!۔۔۔ بھائی جان! اسے صحن میں سب کی شہیت جانتی ہوں، مگر خیر اللہ تو ہے اس۔“

”اب کی ہے اس آپ نے وہی مسلمان والی بات، جب اللہ ہے تو پھر کیا تم۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس کی برداشت سے زیادہ آزمائشیں نہیں دے گا۔“

”اور ہو چکی، آپ سانس بھونے سے تھکنا پر سرب کر دی، اٹھیے اور ذرا ٹکی چھاری میں عمارت تھک لائیے۔ چچی جان! آپ کباب بنائیے اور آٹا!“

”نہیں۔۔۔ زیادہ اصرار کرو، چچی جان! کلام کرنے کو کھڑی رہی ہو۔“

”شاید وہ گزرا وہ کار تو کیا ہے کباب چھانچیں گا تو زیادہ دھمکانی سے ہوئی۔“

”اور سے مگر گروہ! چچی کباب بنوا رہی ہوں، کچن سے چچہ بھی نکلواؤں گی۔“

”سانس اور لیکن کو جرات میں چھڑ کر زیادہ لگن لگی دونوں ایک دوسرے کو پکڑ کر رہ گئیں۔“

آج شہید کی شہیت کا پی بہتر تھی۔ وہ بہت خوش تھی، اس عرصے کی کر رہی تھی۔ اس نے اچھی سی سارا چینی اور اب ایک آپ کے لیے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی آپ ایک لٹائی صحن کی کہ سجادہ کیا۔ وہ بھی خضرہ دہی رچھت۔۔۔ آئے تھے کا کھانا اس کے ہاتھ میں دے دے وہ صبر لائی۔

”یہ کیا ہے سجادہ؟“

”طافی نامہ۔۔۔“

☆☆

باقی آئندہ اداں شاہ



چھٹی سی خطا

کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا گیا تھا۔ آواز تارے تھے اس پر پتیلیاں مار کر اندر کی کڑاس لٹائی گئی اور پھر چند سیکنڈ کے وقفے سے آدھری طرفان کی صورت اس کی آمد ہوئی۔ نئی ہوئی رنگیں، پھولی ہوئی ناک اور چہرے پر شدید ناگواری اس کی اندرونی کیفیت کے بغیر کسی طرح کی تاریدی تھی کہ خردوار ہوشیار وہ بدولت اس وقت بند پہنچے میں ہیں۔ آئینہ گہرا دودھ پھینکے کو تیار ہے لہذا محفوظ دوری اختیار کر لی جائے۔ جو جہاں اس پاس ہیں کئی کئی سے ہو کر نکل جائیں۔ جہاں وہ سناٹا ہی کیا جو خطرے والی جگہ پہ اپنی ناک کا ٹکھائے۔ فورا اپنی عادت کے موافق سوال درپے ہی اٹھا کر بھائی کیا اتفاقاً ان پر ہی جو یہ حالت تیار کی ہے۔

”کوئی بھری طرف اور بتا کون کون ہیں؟“

باتھ میں بکری ناکل میز پر بیٹھے اس نے مڑ کر سناٹا کی طرف دیکھتے جیب سوال کیا تھا وہ بے چارہ تو اپنی بے حیا فراغت سے کچھ جتنی لئے نکال کر اٹھی دھم دھم کے کہن میں آتا تھا تاکہ کچھ جھک مار سکے۔ دھم دھم وقت اپنے کہن میں موج کو دھن تھا لیکن اس نے تو اندر داخل ہوئے ہی میز پر کے کوٹ آف سلسلہ میں جس کی طرح اپنی ذہنیت کا انوکھا سوال کیا تھا۔

”تو انسان ہے میرے بھائی۔“ اپنی جہم کو ہمیشہ کی طرح برائے کار کاٹتے ہوئے سناٹا نے پوری کہن کی فضا میں کرتے کمال خواہاں دی سے جواب دیا تھا۔

”اے یاد انسان تو ہم سب ہیں۔ یہ تھا میں..... میں ہوں کیا؟“ دھم کا بار بار دھن اور پھر چلا گیا۔ اپنی کرسی پر بیٹھنے اس نے دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں سے سینہ کو ٹھکے دینی سمت اشارہ کیا۔ سناٹا کچھ شرمندہ دھم کر اس کا اظہار دھم سے ہرگز نہ کرتے ہوئے ایک اور سیاہی جان دے ڈالا۔

”میرے بار بار باغ فٹ مارے کیا وہ اٹھا کا کمرہ دیوان مرد ہے۔ کس یہ قوتے بھی ناک کا ہوئی تو حسرت ہائی وہ ظہوں کا میرا گنگا بہرہ دے تو اب اس آئینے سے عام کروڑ کی جھک مارا۔“ سناٹا نے سوال کیا تھا اس کا سر پھلڑا دے اور پچھلے کوٹے کے کی فرسٹیشن کا خاتمہ کر لے۔

”پاک آدلی میں اس کہن کا؟“ جنرل غیر ”ہوں۔“ دوسرے بیٹھے ہوئے ہلا تو۔۔۔ نہ گھر اس کا۔

”ہاں تو میں نے کب بارے سے انکار کیا ہے۔ وہ تو غلط ہے۔“ اس نے جھٹ سے پہلے اعتراف کیا تھا۔

”تو اگر تیرے جیہاں نیکل بیٹا انسان بھی مجھے اس کہن کا جنرل میجر انسان رہا ہے تو اسے کیا تکلیف ہے؟“ دھم کا اسے مزید کچھ بھی کہنے کا ارادہ دل چکا تھا لیکن شامے اس کی سواں اب بھی اس ایک خاتمہ ہی دھم کی اور یہ سواں تو اس اٹھ ناک، درد ناک اور دھشت ناک۔ فرسٹ بیٹھے بھی ناک کا جانی دہر پائی اور غم و غصے سے اٹھار کی تر جانی کر سکتے تھے وہ ان سے ہی اپنی جگہ کی جی جیب سے اس نے آٹھ کا



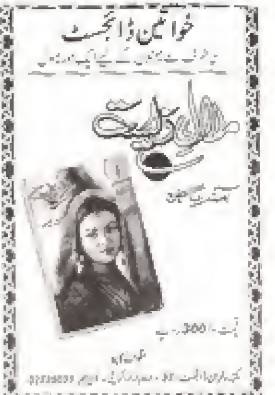
لڑتی سے ظہورِ اسما علیہا

بولی: ”تو ہم کی زبان کو یکدم ہریکے لگا تھا۔ اس کا انگو
اپنی شان میں چند قصیدے مزید کہنے کا سوچا تھا کہ

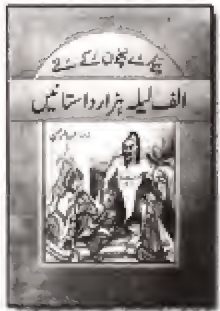
میں انکار ہوا۔
 "وہ دو گھنٹوں میں تو نے تیار کر دیا کیجئے وائے تے
 نا۔ اس میں گرامر کی ٹپکھیاں نکالی جا رہی ہیں۔" وہ دم
 نے حائلہ ڈالاکت کی وجہ جان لی۔ ہرگز سینگ کے
 بعد ہر بار کی طرح سینگ کا غلامہ تیار کرنا۔ جس کی
 زبردستی کی۔ وہ دم کو بھی اس پر استاء تھا کہ کبھی نظر
 چائی نہیں کی تھی۔ اس بار بھی تھی وہ اور بیٹ شٹ پاس
 بھگوانی کی تھیں۔ یہ بھول بھی انور اب کی بارہ تھی
 صاحب جیسا شفیق اور دور دگر نے انکا استاء نہیں
 بلکہ نظر چارہاں تھا۔ بس یہی پھر انکی سادہ
 کار کردگی کی ایک طرف اور یہ تھی انکی بھلی بیٹھی تھی
 چارہاں تھی انکی ایک طرف۔ حالانکہ چارہاں گنے والے کا
 نام تھا تھا بھر بھی تھے اس نے دم کو بھی
 سنا بھی کیونکہ اس کو سمجھنے سے پہلے یہ تھی ان کی ذمہ
 داری تھی کہ ان کو ایسے کو ہر دے دے کر لیتا۔

[illegible]

اس نے تو کتا بنا دیا ہے۔" داکم نے اپنی
 اندرونی کیفیت کا اظہار کئے اور واضح الفاظ میں کیا تو
 وہ ان بھٹکل اپنی فہمی پہ قابو کر پڑا۔ سامنے کافی دوری



شہزادہ اسحاق خاں



دلچسپ اور خوبصورت داستانیں جنھیں بچہ جو کہ بچہ پیری کو پڑھ کر بھول جائیگا اس کی داستانیں جنھیں وہ بچہ بھی پڑھ کر کلفت اندوہ جو گئے

کتاب بذریعہ جھڑی منگوانیں
300/- روپے کا ڈسکاونٹ حاصل کریں
فی کتاب 1200/- روپے
ڈسکاونٹ 300/- روپے
آج ہی 950/- روپے
مجمعی آٹھ سو سال فرمائیں

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے
مکتبہ و عمران ڈسٹریبیوٹرز

37 اور بازار کراچی، فون: 32216361

مبارک کی سکن اس کی بیوی کی دوسری دنیا کی اولی اللہ
اس بابا جانا تھا۔
"جائیں یہاں سے اور کسی اچھے شیف سے
ایک کاسڑ لیا شروع کریں۔" عبدالحکیم خلکو
اسی دنوں سے زیدی صاحب کی طرف دیکھا
انکے دم سے باہر چلا گیا۔ وہ ٹھوڑی سی بات نہ کہنے
اپ چاپ ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ اس کے
گھر سے باہر جاتے ہی وہ دینی سے مخاطب ہوئے
تھے۔
"وہیے اتنا بھی برا نہیں۔ بچن کارن سوپ۔"
یہ سارے زیدی صاحب تو ایسی لاپرواہیوں کو نظر
ان ان کو دیکھ کر تھے کہ یہ ان کی جھوڑی کی۔ سر کے
اس لیس میں قبائی کا عذاب سہا آسان کام نہیں ہوتا
تھا۔ بچہ حرمہ پہلے تک جس کی ملازم تھے جن کا
بچہ آئی سی صاحب تھا لیکن جب سے ایمان ان کے
پاس آئی سی صاحب کی چل چکی تھی۔ اسے سال بعد
وہ اپنی بیوی میں انہوں نے خود کو ہر چیز کے
تک ڈاکٹر آفس کا انتظام سنبھالا تھا۔ زیدی
صاحب خود دیکھ رہے تھے لیکن وہ دور دورہ جنگل کے سوا کم
نہی بچتا تھا۔
"ہاں آفس میں ایک سے ایک کرنا پڑ کر رکھا
آپ آئے اور یہاں یہ دارے شیف صاحب
چاہ لکھا اور کسی نہیں جانتے اور آپ انہیں کچھ بھی
نہیں دے سکتے۔ وہ قدرے عجیب سے بولی تھی اور ساتھ
یہ لکھا تھا کہ وہ کسی اور دارا تھا۔ جو کہ کھڑی سا
ہاتھ تھا۔ یہاں اس سنا ہے میں ہر طرح کا کفری چیز
آپ نے یاد دہانی کی صاحب نے اس بات کا پابند
ایمان لیا۔ وہی برائے ملازم کو گری سے نہیں نکالے
کی۔ وہ نام بتاتے جاتے رہتی ہے۔
"میں تم کو اتنا سمجھنے کے لئے۔" وہ
کہتا تھا۔ وہ اپنے سوپ بیٹے گئے۔

تے سدا ہو رہے تھے۔ اس کی خاموشی میں بھی
خوف کو محسوس کرتے زیدی صاحب نے کچھ کہنے کی
کوشش کی تھی لیکن ہر اس کے چہرے پر لگا ہوا
ہی ایسا سادہ و فکر کرنا۔ وہ نہ تو شے میں کسی بھی اس
کی لکھنویوں سے شغل لکھ رہے تھے بچہ بھی ایک
سجید کی بھی نہیں ہے اس کے چہرے کا ماحول کر رکھا تھا
اور یہ وہی بچہ کی تھی جو کسی لکھی اسے سنا سنے زبان
فہم نہیں سمجھتی تھی۔ بچہ بچہ وہ عبدالحکیم شیف ہو
پاس لے گئے۔ وہ دارا کو دیکھا۔
"کیا ہے یہ؟" اس نے سنا رکھے پیالے
کی طرف اٹھی تے اشارہ کیا۔
"بچن کارن سوپ۔" عبدالحکیم ڈرتے
ڈرتے بولا۔
"وہ! بچن کارن سوپ۔" اس نے باقاعدہ
بہنوں اپنا کر شہ بہ حیرت کا اظہار کیا۔ وہ اس کے
شہر یہ غارت سے نکھار ہر اسال بدو تھا۔
"اس میں کارن کہاں ہے؟" اس نے اپنے بچے
سمجھا ہے اس نے ایک اور سوال دیا تھا۔
"وہی سی کارن طور ڈالا تھا۔" اس نے اپنے
تئیں وضاحت دی اور یہی حال کیا تھا۔
"یہ کارن طور؟" اس نے میں میری سی کارن طور
کی منگولوں کو کچھ سے افکار سے دکھایا تھا۔ جلد
بازی میں اس نے گرم بچن میں کارن طور میں کسی تھا
جس سے منگولوں میں کسی نہیں اور ہر سوپ کی تجارتی
کے اختتام تک وہ مل جاتا تھا۔
"کتنی عرصہ ہو گیا آپ کو زیدی باؤس میں بطور
شیف کام کرتے؟" اس سے پہلے وہ کچھ جواب دیا
"اس نے مزید پوچھا تھا۔
"ہوئی سال" وہ خندہ ماریا۔
"اور وہی سال میں آپ کو کچن کارن سوپ
بانا جنھیں آئی۔ ایک بار سے لیکو سوپ (صاف) کی
لیا ہو۔" اس بار واضح طور کرتے یہاں ہاتھ سے کھٹکا
کر پے کیا گیا تھا۔

تھا نہ ہی لکھا۔
"بذریعہ کسی بڑے شاعر کا شعر ہے"
"خیر میر گورزی ہوئی۔"
"خوڑی پھر بھی لڑکی ہوئی
"اب تو لڑکی جے خواہی۔" اس میں گھوٹا
کچھ ہے اس۔" ہمیں تو کس دیکھ کے گھوڑے کی طرح
دوڑتا ہے اور نشٹ آتا ہے۔" اس نے اسے تئیں ہر
بار کی طرح داکم کرنا کھانے کی کوشش کی۔ وہ تو کبھی بھی
بات کو سر پر نہیں کرتا تھا لیکن داکم کی طبیعت اس
سے مختلف تھی۔ لڑکی پر پیش کرنا تو وہ ہیں بھول
جانے کی بات تھی۔ لیکن رکھتا تھا۔ وہ کس سوئی تھاپ
کا بندہ تھا اس کے برعکس داکم اپنے کام اور طبیعت
دونوں میں ہی سنجیدہ تھا۔ پھر اس کی عمر میں اس کی بڑی
پڑ بچن پے کام کرتے ہوئے حراج میں نزاکت آگئی
تھی۔ اس کی بھولی سی بات بھی اسے سہوار کر دیتی
تھی اور یہاں تو بھی بھولی بات ہوئی تھی کسی تھی۔ لگتا
تھا اس نے سب کو دیکھ کر کہنے میں اپنا بچہ ڈی کر رکھا
ہے۔
ایک باختم ہونے والی مشکل میں بچہ بچن تھی اس
کی جان۔ اپنی بچن میں ملازم تھی کچھ بچہ نہ بھی تا
مکن تھا اور نہ ہی اس کے ہی روزہ روز کی جی جی سے
جان چھڑا لیتا۔
"وہیے میری جان داکم۔" ایک محل ہے
میرے پاس۔" صاحب ایک داکم کے داکم کی کھنٹی تھی
تھی۔ اس نے بچن کو طے سے تے انداز میں جاتے
لڑکی کو سنجیدہ کیا۔ داکم کچھ کچھ ہو کر پوری توجہ سے
اس کی بات سننے لگا۔ جیسے جیسے سرن اسے اپنی
پانچک بنا رہا تھا داکم کے بغیر چہرے پے پوجہ رہے
وہ میرے دوستی کو دارا ہو رہی تھی۔
☆ ☆ ☆
کمرے میں اس وقت موت سا گہرا سا تھا
کسوٹی بھی کرنے کی آواز نہ تھی معلوم ہوئی۔ کرم
سر جھکاے ہاتھ بائیں اس کے سامنے ایسے کھڑا تھا

رہے۔ اب بھی وہ بیٹک میں تھی اور بار بار دہرا کر رہی تھی۔
 نمودار ہوتے فضول بیانات پر نہ کہ اس کا خون
 ہر ایک کو اپنے نمودار پر چکا تھا۔
 "غل رات آپ کے سینے میں سارے کو سیاہ لاس
 میں دیکھ کر احساس ہوا کہ بالکل بے گنج ہے سر
 کاٹا پاتا عداوتی کیوں لگتا ہے۔" اس نے بھینچا
 کہ میرے چاروں اٹھاپا اور اسکرین پر دکھائی دیتے
 تھے کہ وہ کراس یا بار بار سوتیلے سے چلا کا تھا۔
 "اس کا مطلب یہ تھے اسٹاک (خواب)
 کر رہا ہے۔" بے اختیار ایمان نے اپنا سر ہمارا۔
 کو آواز دہم کی گھنٹی سامنے بیٹھے دھم کی زبرد
 لگاؤں سے اس کی چمکانا چھپ گئی۔ کا تھا۔ چانگ
 اور کوئی کنٹرول کر کے کہ وہ اس اہم سینگ میں
 ایمان موجود ہو کر کسی غیر حاضری اور کسی بھی دھم
 پر سکون اور مطمئن تھا۔ اس کی بات سے بات تنہا اور
 کراس کو چنگ سے تھوڑے جیسٹ عاجز رہتا تھا لیکن آج
 چونکہ ایمان کا دھماکا پوری طرح پریشانی میں تھا
 تھا تو دھم سے سہاوت بھی کیا کر پائی۔ کچھ بھی تھا
 سہن کا آئینہ کام کر گیا تھا۔ فوری نہیں لگتا اسے
 دن بعد وہ ایمان کو پریشان کرنے میں کامیاب
 ہو گئے تھے۔ شروع میں جب ایمان نے دھم کو یہ
 مشورہ دیا تھا کہ وہ ایمان کو انہماں میرے بیانات
 پہنچ کر اس کا ناک میں دم کرے کہ وہ ہلکا ہونے تو
 اس کے الفاظ وسیع کر رہا تھا۔ ایک تھک تو اس نے بھی
 اس کی فضول حرکت کا کافی ناک میں بھی نہیں کی تھی
 دوسرے اس اہم پوسٹ پر بند کر رہا تھا۔ یہ سب سے
 پہنچ کر انور کو بھڑکا تو زلت کی کوئی حد نہیں
 ہوئی لیکن ایمان نے اسے سبک کر دیا تھا۔ مگر وہ
 سب بہت خوشی غصے تک نہیں کرنا چاہتے تھے۔
 ان کا مقصد صرف ایمان کو کھینچ کر تھا جس طرح وہ
 انہیں دفتر میں پریشان کر رہی تھی۔
 "کیا وہ اپنے سب خیریت ہے؟" کوہ کریم
 دیکھ کر سامنے بیٹھے دھم نے ہڈی تھوکی سے سوال کیا

یہ کوئی ایک مہر ہے اور اسے ننگ کیا جا رہا ہے۔ مزے
 وقت ضائع کرنے کے بجائے اس نے خبر کو داس
 اپنے سے پاک کرنے کا سوچا لیکن اسی وقت ایک اور
 لپکا چڑھتا تھا۔
 "بھئی، بیڑہ پاک مت کیجیے گا۔ یقین
 بائیں میں غوری کی لڑکیں کا دوسرے سے پہلے ایک
 ٹوٹ لگ کر مردوں کا کبیری سوت کی ذمہ دار آپ
 ہیں۔ لے کے تیار ام۔ تجھے جہنم۔ میں
 کر جاؤں گا۔" ہاتے میں مر جاؤں گا۔ اسے اپنی
 آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ "تجھے کون اتار کر رہے
 اور اس کا حق جرات کو اس کا سر کھانے کا ارادہ کرتا تھا
 حالانکہ سارا دن کام کر کر کے اس کا سر اس وقت اچھا
 خاصا کھانا تھا اور اسے سب میں خیریت ضرورت تھی۔
 "تم پاگل تو نہیں ہو؟" پوچھا جے ہوئے بھی
 اس نے بل کر جواب دیا تھا۔
 "میں میرے مشق میں پاگل۔ ایسے گھومتا
 ہوں۔"
 "خفت اب۔ ابھی وہ اس کے
 رپورٹ کرتی ہوں۔ جسے میرے ڈریک کر کے دینا
 وہ مجھے جوتے گا میں گے۔" ایمان کا فخر اس وقت
 آٹھواں تھا۔ اس نے اپنے سینے میں دھکا دیا
 اسے یقین تھا کہ یہی میں انگریز نہیں ہے جو کسی پر ختم
 میرے اعتماد سے کچھ کے نام یا کر رہا ہے۔ اب
 اس دھم کے بعد لازمی ڈر جائے گا۔
 "میرے میرے نہیں بھری نالی کا ہے۔ کچھ سہل
 ان کے گردوں میں نالی چڑ گیا تھا۔ بہت طریق کر دیا
 لیکن میں اللہ نے ان کی اتنی ہی زندگی نہیں کی تھی۔ اب
 ساجر کریم کو میری بے جاوری موجود نالی کو بچانے
 سالی صاحب کے قبرستان چاہو گا۔" یہ فیصلہ جان
 کر ایمان نے ہاتھ میں کھڑا ہونے سے دسے مارا
 تھا۔
 "خفت۔ تو کوئی پاگل لگتا ہے۔" زبرد
 پڑھتا ہے اس نے بھی تھوکتا تھا۔

یہ کوئی ایک مہر ہے اور اسے ننگ کیا جا رہا ہے۔ مزے
 وقت ضائع کرنے کے بجائے اس نے خبر کو داس
 اپنے سے پاک کرنے کا سوچا لیکن اسی وقت ایک اور
 لپکا چڑھتا تھا۔
 "بھئی، بیڑہ پاک مت کیجیے گا۔ یقین
 بائیں میں غوری کی لڑکیں کا دوسرے سے پہلے ایک
 ٹوٹ لگ کر مردوں کا کبیری سوت کی ذمہ دار آپ
 ہیں۔ لے کے تیار ام۔ تجھے جہنم۔ میں
 کر جاؤں گا۔" ہاتے میں مر جاؤں گا۔ اسے اپنی
 آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ "تجھے کون اتار کر رہے
 اور اس کا حق جرات کو اس کا سر کھانے کا ارادہ کرتا تھا
 حالانکہ سارا دن کام کر کر کے اس کا سر اس وقت اچھا
 خاصا کھانا تھا اور اسے سب میں خیریت ضرورت تھی۔
 "تم پاگل تو نہیں ہو؟" پوچھا جے ہوئے بھی
 اس نے بل کر جواب دیا تھا۔
 "میں میرے مشق میں پاگل۔ ایسے گھومتا
 ہوں۔"
 "خفت اب۔ ابھی وہ اس کے
 رپورٹ کرتی ہوں۔ جسے میرے ڈریک کر کے دینا
 وہ مجھے جوتے گا میں گے۔" ایمان کا فخر اس وقت
 آٹھواں تھا۔ اس نے اپنے سینے میں دھکا دیا
 اسے یقین تھا کہ یہی میں انگریز نہیں ہے جو کسی پر ختم
 میرے اعتماد سے کچھ کے نام یا کر رہا ہے۔ اب
 اس دھم کے بعد لازمی ڈر جائے گا۔
 "میرے میرے نہیں بھری نالی کا ہے۔ کچھ سہل
 ان کے گردوں میں نالی چڑ گیا تھا۔ بہت طریق کر دیا
 لیکن میں اللہ نے ان کی اتنی ہی زندگی نہیں کی تھی۔ اب
 ساجر کریم کو میری بے جاوری موجود نالی کو بچانے
 سالی صاحب کے قبرستان چاہو گا۔" یہ فیصلہ جان
 کر ایمان نے ہاتھ میں کھڑا ہونے سے دسے مارا
 تھا۔
 "خفت۔ تو کوئی پاگل لگتا ہے۔" زبرد
 پڑھتا ہے اس نے بھی تھوکتا تھا۔



"پلو" میرے جوتے سونپا کی اسکرین میں دھن
 ہوئی تھی ساتھ ہی ایک میرے ساتھ میرے ساتھ آیا تھا۔
 وہ ایک فائل منظر کی کرنے کے بعد اب میں سونے
 ی والی کی اور سونے سے پہلے میرے بار بار طرف اپنی اپنی
 میں چپکے کر سونے کی جب اس نے اسے اپنے سے ایک
 نا تھوچا آپ چونکے میرے اس کا کھاتہ دس میں نہیں تھا
 اس لیے اس کا دھم لگائی نہیں دے رہا تھا۔ عام حالات
 میں وہ کسی ایمان کو بڑھ کر جواب دیتی لیکن ایک تھوڑے
 کی ہی پاکستان کی کسی دوسرے اس کا بڑھ کر سر نہیں
 باقی ہی رہا تھا تو ہر سبک ہے کوئی اس سے کام کے
 سلسلے میں رد کیا کرنا چاہتا ہے۔ بھی سوچ کر اس نے
 ایک کھانا سا جوتی پہنچ گیا تھا۔
 "آپ کو کچھ پیچھے کر کے بیٹھ کر بیٹھ دیا
 کہ وہ چھ تھوڑے اسکرین کو بھی دیکھ کر اب کوئی اپنا
 تیار کر رہا ہے۔"
 "آپ کا میرے۔" جواب پڑ کر اس کا دماغ
 کوہ کریم تھا۔
 کوئی سامنے ہوتا تو وہ فون انڈر کر اس کے منہ

یہ کوئی ایک مہر ہے اور اسے ننگ کیا جا رہا ہے۔ مزے
 وقت ضائع کرنے کے بجائے اس نے خبر کو داس
 اپنے سے پاک کرنے کا سوچا لیکن اسی وقت ایک اور
 لپکا چڑھتا تھا۔
 "بھئی، بیڑہ پاک مت کیجیے گا۔ یقین
 بائیں میں غوری کی لڑکیں کا دوسرے سے پہلے ایک
 ٹوٹ لگ کر مردوں کا کبیری سوت کی ذمہ دار آپ
 ہیں۔ لے کے تیار ام۔ تجھے جہنم۔ میں
 کر جاؤں گا۔" ہاتے میں مر جاؤں گا۔ اسے اپنی
 آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ "تجھے کون اتار کر رہے
 اور اس کا حق جرات کو اس کا سر کھانے کا ارادہ کرتا تھا
 حالانکہ سارا دن کام کر کر کے اس کا سر اس وقت اچھا
 خاصا کھانا تھا اور اسے سب میں خیریت ضرورت تھی۔
 "تم پاگل تو نہیں ہو؟" پوچھا جے ہوئے بھی
 اس نے بل کر جواب دیا تھا۔
 "میں میرے مشق میں پاگل۔ ایسے گھومتا
 ہوں۔"
 "خفت اب۔ ابھی وہ اس کے
 رپورٹ کرتی ہوں۔ جسے میرے ڈریک کر کے دینا
 وہ مجھے جوتے گا میں گے۔" ایمان کا فخر اس وقت
 آٹھواں تھا۔ اس نے اپنے سینے میں دھکا دیا
 اسے یقین تھا کہ یہی میں انگریز نہیں ہے جو کسی پر ختم
 میرے اعتماد سے کچھ کے نام یا کر رہا ہے۔ اب
 اس دھم کے بعد لازمی ڈر جائے گا۔
 "میرے میرے نہیں بھری نالی کا ہے۔ کچھ سہل
 ان کے گردوں میں نالی چڑ گیا تھا۔ بہت طریق کر دیا
 لیکن میں اللہ نے ان کی اتنی ہی زندگی نہیں کی تھی۔ اب
 ساجر کریم کو میری بے جاوری موجود نالی کو بچانے
 سالی صاحب کے قبرستان چاہو گا۔" یہ فیصلہ جان
 کر ایمان نے ہاتھ میں کھڑا ہونے سے دسے مارا
 تھا۔
 "خفت۔ تو کوئی پاگل لگتا ہے۔" زبرد
 پڑھتا ہے اس نے بھی تھوکتا تھا۔

تکلیف دہن کے لئے آگے ٹھک دیا۔ اسی دن میں
آیاتِ شہادت کا دورہ کرے اس نے ظاہر میں
باور رکھا تھا۔ ایمان نے باپ کے نفی میں سر ہلا کر
سرسن کے اوسان قبول میں آئے۔ جو بھی خداوند
انجلی ہوئی تھی کسی کی جتنے پہنچیں کبھی موت بخور ہو کر
دوامِ کمال راز نہ کر لے۔
"کیا میں دوست دار دیکھ سکوں ہوں۔" ایمان کے
چہرے سے نظریاتی کشش ادا دلچسپی کی کدواں کا اپنے
سوال کے جواب میں گلابی ہو کر نکلی۔
"میرا مطلب اگر مناسب سمجھیں تو..."
ایمان نے تجسس سے ہوئے اپنا فون ادا کر کے

ساز کی آواز۔
 "اگر وہ تو بہت عجب گانہ گروا رہا ہے۔" ان کا آخر
 بول تھا۔ اچھے سے سنا رہا ہے تو اسے مسکراہٹ
 ملا۔ اس نے اسی گانہ گایا جو گیارہ برس پہلے
 "اے گانہ گار" کے ایسا قانون پر خور
 تھا۔ اس کا نام اس کی بدولت اس مسئلہ کو حل
 کر دیا۔

[illegible][illegible][illegible]

ان کے چند لوگ گھوم پھر رہے تھے۔ اس کی
پس منبری فون پے صرف تھی۔ ایمان کو پتا نہ چکا تھا ہوا
وہی تھا۔

”اگر آپ جی چاہیں تو آج رات میں زیدی؟“
 ”جی ہاں، سب کچھ ٹھیک ہے جس زیدی؟“ ”وہم بھی اس
 سنگت میں سو رہا تھا۔ میں اپنی کرسی سے اٹھ کر
 براہِ گما گیا تھا۔“ ”وہم کے سوال پر توجہ دینے کے
 لئے دو اب ایک نیا کچا بڑھ رہی تھی۔“

”جی پڑھیں تو آپ کا مجھ پر قیامت“ سرایا
 ”مجھ سے دل پر قسم اٹھا رہا ہے۔“
 ”اگر کوئی بھڑک کر چلے کرے گا تو اسے ہتھکڑیاں لگا کر اسے قید خانہ میں بھیج دیا جائے گا۔“
 ”کیا؟“ ڈاکٹر کی روئے کا لپٹ گئی تھی کہیں بادل
 ”اسے اس کی چوری چھڑی لگائی۔“

”نہیں آپ نہیں۔ وہ میں... اے“

جو کہ وہ اسی وقت کے تھے۔ ان کے لئے جو چیز چاہئے تھی وہ ان کے پاس تھی۔
 ان کے پاس جو چیز تھی وہ ان کے لئے تھی۔ ان کے لئے جو چیز چاہئے تھی وہ ان کے پاس تھی۔
 ان کے پاس جو چیز تھی وہ ان کے لئے تھی۔ ان کے لئے جو چیز چاہئے تھی وہ ان کے پاس تھی۔
 ان کے پاس جو چیز تھی وہ ان کے لئے تھی۔ ان کے لئے جو چیز چاہئے تھی وہ ان کے پاس تھی۔

آپ مجھ پر ہوسا کر چکی ہیں۔" وہ ادم کے
دہلیز والے امانت پر ایوان نے چند غائبے لب
سوچا اور پھر آقا خانی پر بیٹھائی سہارے
کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ اس ملک میں کسی اور
مجموعی۔ ایسی باتیں لوگ اکثر اسے دوستوں سے
سنا کرتے تھے۔ لیکن وہاں کا یہاں کی ایسا قافل
دوست نہیں تھا اور وہاں کے ایسے دوست نہیں
تھے کہ کسی کی ضرورت تھی۔

”وہاں ہم دراصل..... کوئی کچھلے ایک بیٹے =

”ہوئی“ گہری سچائی میں ڈوبی ہوئی دلچسپی کے
 میں سوچ رہی تھی کہ خالصتہً علم کے معاملہ و رات کی
 تھی، ایمان کے لیے ایسا لباس پہن کر کہا۔ کیا اس کا
 لب پہن کر تھی؟ حقیقت میں اس کا تھی، پہلے چند روز
 میں سوچ رہی تھی کہ یہ کوئی ایمان اور تھی اس
 کے ساتھ کہ اور ختم ہونے کے لیے تھی کہ رہا
 اس کی ڈال دے وہ جس طرح کی۔

”جیسی میرا مطلب ہے۔“ سب ہلکے
”فون واہن میز پر رکھنے کے لئے دیکھ جاؤ گی
ہاں سے اسے بالوں کو سنسٹار اور ہارنگ پر سیدھی
چھڑکائی۔ دائم کوئلوں میں دل باندھتی ہوئی تھی۔
”میرا قہقہہ شاید اچانک اسے اپنے رشتہ پر لگا دے گی
یہاں پر حال دیکھی اور دے گی۔ اسے بتائی کہ خود چاہا
یا نہیں۔“
”آپ بتائیں آپ کیا کہہ رہے تھے؟“ اس
چھوٹی سے دائم سے سوال کیا۔

"دوست! آپ کو جیسا رہا تھا، تکیہ کن والوں نے
میرے پر چڑھا دی۔" سران نے گما کاٹھکا کر کے ایک
کرتیا شروع کیا۔ لیکر اسی وقت ایمان کے غورن
سکرگین روشن ہوئی مٹی جس پہ ایمان نے جھپٹ
لیں ان الفاظ پلید

ایمان
با کھر
دونور
بول

”ایک ٹیکسٹ۔“ داکٹر بیکم چپ ہو کر اعلان کو
 دیکھا جنہوں نے آٹا پائس اور اسٹیکس بھری تھی۔
 ”آپ اس طرح بچپان اور کھڑی کوئی بالکل
 سچے سچے شے کی ہیں۔ لیکن چائیں آپ کے سسٹین
 آپ پھر میسر ایسٹ موسم بیاہیں تھے بھولوں
 کا۔“ (پھر کونسا وقت سسٹین آپ ہور با
 لکانہ دیتی ہے۔) ”خراستے کی تھکڑا ہوتے لیکن انسان
 ہرے کے بانی دھرتی کے کچھ ہوا اور دو کھلی
 قافہ رہا ہے پھٹل اچھی اچھی دانی تھی۔“

۱۱۔ اسے کبھی معلوم میں اس وقت پریشان
 نہیں۔ کوئی آفس کا... ایمان کا اللہ از خود

ایک ایسی جگہ تھیں کہ راز بھی تھا۔ اسے تو جیوں لگا تھا چوہدری کے سامنے وہ دم کے طور پر پہل کیا ہے۔ اپنی پریشانی کے ساتھ یہ وہ دل ہے وہ دم کی عزتوں کوئی بھی جس نے ہر وقت اس کی پیشکش کرتی رہی۔ یہی وہی کہ اب دفتر میں ایمان کا وہ یہ انھوں دم کے ساتھ داخل ہو چکا تھا۔ وہ بات بات ڈانٹا معمول کی جگہ پر طرے کے چرچا اور اسے مبارک ہے کہ چڑچڑاہٹ کی سب کے سامنے ٹھیک میں اس کی آتی تھی۔ وہ دم نے وہی شکر کوکل پر چاٹا تھا ساتھ ہی فرط جذبات سے سن کو گنگے لگا کر ہوتے انگلیں دیا تھا کہ اس سے زیادہ وہ اس سے محبت نہیں جانتا تھا۔ جس کی حاضری واقعی اس کی جان ایمان کی ذات پر نکلا ہے پھر ادبی تھی۔

☆ ☆ ☆
”مسٹر دام! آپ کا کیا خیال ہے چاند کی اینٹینشن کے بارے میں۔“ ہورڈ میٹنگ میں یہ تیسری بار تھا جب ایمان نے اپنی بات سے بہت کر ساتھ چیتھے دام کی رائے مانگی تھی۔ زہر بے سکرابٹ گوربا ہے۔ سن نے دام کی طرف دیکھا تھا جو ایمان کی طرف سے بننے والی اس غیر معمولی توجہ پر بدھمی کا شکار ہوا تھا تو دوسری طرف زیدی صاحب نے بھی ایمان کے ہونے والے انداز سے دل تپان میں بہت کا اشتہار کیا تھا۔ دام کو دیکھ کر ہر گھن کے سامنے آتی یادداشت پر بھی کسی کا ایمان کو اپنے احترام سے طالب کرنا سب کے لیے ہی حیران کن تھا لیکن اس بدلے ہونے والے انداز کے پیچھے دام نے کتنے پانچیلے تھے کہ ان کا حساب لگنا یا تو راز جوہر جاتا۔

ایمان بھی دماغ والی جڑی کو دام تھا ایک مشورے سے خاموش نہیں کر سکتا تھا۔ دیکھے بھی اس طرح اس کا ٹھیک لیکن پھر کڑ کر تھا ایک ملاقات کی خواہش پھر اس پر اسے آتی آسانی سے ایمان کا کچھیا چھوڑ دیا۔ لہذا اس کیل کا ذرا بے سن بہت سوچا کچھ

کر ایمان کے بلا سے پہنچنے کے لیے راضی کیا جس کے عوض سن نے غائب انداز ہوئی میں غور تھا ہر ہوا اس دام کے اپنی جیب بھی کرنے بلا سن کی طبیعت بھی کر کے ہوا کر گیا تھا۔ یہاں کو لایو پھوڑ میں لپٹی کا سٹ وکٹائے کی خاطر دام نے سن کی دل کھول کے چائی کی تھی۔ ایمان اسے نہیں سن دیا جانتی تھی لیکن دام نے ہی اسے سمجھا رہا تھا کہ کیا کرنے سے روک دیا تھا۔ بہر حال یہی ہوتا تھا کہ سن میں آیا تھا کہ اب ایمان اس دفتر میں دام پر دل سے محروم کرنے کی تھی جس نے ذاتی طور پر اس کے مسئلے میں شامل ہو کر اسے ایک دور دوسرے نجات دلی تھی۔

باتی انتاف نے تو فکھ ایمان کا دام سے نرم لپٹ کرٹ کیا تھا لیکن زیدی صاحب نے باقاعدہ استفسار کرتے ہوئے نیکی سے اس کی تجربہ ریز ریاضت کی تھی۔

”آج کل دام پہ کافی ڈیپنڈ کر رہی ہو۔“ لپٹ بپ اسکرین پر نظر پڑا تو اس نے ایک ہوا میں ایک جاک کا سامنا کر رہی تھی جب وہاں تیری نے اسے پائے کے کپ سے چٹکی بھرے سوال کیا۔ وہ مسکراتی نظروں سے اب اس کی طرف متوجہ سے جیسے اپنے سوال کا جواب دیتے ہوں۔ ”کیوں نہیں کرتا پائے؟ اس کا مجھ سے ہاتھ لہو کچھ لکھا ہوا۔ وہاں امر زیدی صاحب نے بات کوئی جواب نہیں دیا وہ جزو اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”وہاں اجزل میجر ہے اور آپ نے اس کی اپنی جھسی کو دیکھ کر اسے یہ پرسن دلی تھی۔“ کندھے سے ایک کر اس نے جیسے اپنے سن وضاحت کی تھی جس سے وہ مطمئن ہو گیا۔ ان کی بددلی ان کے اپنے کندھے سے پھٹ کر چلانے کی کوشش۔

”میں نے اور تمہارے معیار میں کافی فرق ہے۔“ جیسے تو وہ بھی اتنا قائل نہیں لگا۔ چائے کا

دھان بڑا میز کوٹے چائے کے چمکے۔ ان کے چہرے پر ایک گہری سکرابٹ تھی جس سے ایمان خاصی ڈر رہی تھی شاید ہی اس نے گاہیں دوبارہ دامن لپٹ بپ پر مرکز کر لی تھی۔

”تیسری بیچٹ (دائے) تخلیق ہو چکی ہے اڈا۔“ جیسے آپ کو میرا اسے انوار کر کہ پندہ کیس آقا تو اب جیسے وہی ہوا پھوڑ دیکھیں کر گیتی (سمیاد) قرار دیتی ہوں۔“ جیسے جان چھڑانے کا سا انداز تھا۔ تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے وہ تیز لپٹ میں لپٹی۔ اب انھیں یہ بتانا بھی کسی کو ایک بارے سے استحقاق نہ تھا۔ ان کی ذہنیت کے مسئلے میں دام نے آکٹ آف دے جا کر اس کی مدد کی تھی۔ یہ بتا دی تو شاید وہ اس کی عالمی کیفیت کو سمجھ جائے کہ ایمان کا بھی اس سے وہی فکھ قائم نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ وہاں سے اپنے ذاتی سامنے باقی۔ لپٹ بپ میں اس سالوں کا قائل پر قرار تھا تو زیدی صاحب اسے مجبور کرنا چاہتے تھے لیکن ایمان ان کی ہر کوشش کو ٹھکراتی تھی۔

”اگلی بات جس اہمیت تم سے بہت اچھا کیا دام کے ساتھ اپنا رویہ بدل لیا۔ وہ بہت لاش اور قائل بہرہ ما انسان ہے۔ پھر ایمان خان زیادہ عزم داتا ہے۔ اس کی مثال تو تم خود ہو۔“ اس کا انھیں سا دیکھ کر وہاں امر زیدی صاحب نے بات سمجھنے سے انکار کیا۔ مراد وہی تھی کہ جنرل میجر نے انھیں چڑا دی کے لیول پائے آئے۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں دام واقعی اچھا انسان ہے اور واقعی بہرہ ما بھی۔ اپنے مہرے کے مطابق وہ سب کے مناسب شخص ہے۔“ وہ کہی سوچ میں تھی۔ کسی کی پشت سے لپٹ لگنے کی میجر کوئی لگنے پہ لگا نہیں جاتے وہ اپنے ذہنیان میں کھاتی تھی۔

”ہلو اس یہاںے جیسوں کوئی مراد مناسب اور

تانیہ دیکھے تو کہانی کی رہائی تھی لیکن برسوں سے وہ اور اس کی کل شخص میں میجر سے اطلاق سے تانیہ وہ واحد پاکستانی لڑکی تھی جس سے پہنچنے کی سائل سے ایمان کی دوستی تھی۔ چلی اسکول اور پھر کاٹھ بھی تھی وہ دونوں کلاس فلورز میں تھی اور اس وجہ سے ان کی انجمن بات نہایت تھی۔ اتفاق سے تانیہ ان دونوں پاکستان آئی ہوئی تھی۔ اب ایمان یہاں بھی تو وہ بھونو خاص اس سے ملنے چلی آئی اس کو کچھ روزہ آئے ایمان کی کئی زندگی دوسری کی زندگی میں جھلی چلائی تھی۔ اس کے ساتھ وہ اسے بھی وقت دے رہی تھی کیونکہ یہاں تاویز صرف ایمان کو ہی جانتی تھی۔ آج ایمان تانیہ کو ایک آرٹ گیلری دکھانے لگی تھی جہاں سے وہ انھیں پائیکر مختلف جگہ کے بعد وہ اسے اپنے ساتھ آگئے تھے آئی تھی اسے کچھ اہم کا لڈاٹ پتہ دیکھا کہ جسے تو جی سوچا لگے انھوں اس کام کو کٹنا ہی جائے۔ اس کی آمد کا سن کر دام بھی اس سے ٹھیکری کا ایک مسئلہ دیکھ کر نے آگیا۔ چنگ آج کل وہ دفتر میں آئی تھی تو میں ٹھیک کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ جیسے کی موجودگی میں مختصر بات کرنے کے بعد وہ جلدی اس کے دفتر سے نکل آتا تھا۔

☆ ☆ ☆
تانیہ دیکھے تو کہانی کی رہائی تھی لیکن برسوں سے وہ اور اس کی کل شخص میں میجر سے اطلاق سے تانیہ وہ واحد پاکستانی لڑکی تھی جس سے پہنچنے کی سائل سے ایمان کی دوستی تھی۔ چلی اسکول اور پھر کاٹھ بھی تھی وہ دونوں کلاس فلورز میں تھی اور اس وجہ سے ان کی انجمن بات نہایت تھی۔ اتفاق سے تانیہ ان دونوں پاکستان آئی ہوئی تھی۔ اب ایمان یہاں بھی تو وہ بھونو خاص اس سے ملنے چلی آئی اس کو کچھ روزہ آئے ایمان کی کئی زندگی دوسری کی زندگی میں جھلی چلائی تھی۔ اس کے ساتھ وہ اسے بھی وقت دے رہی تھی کیونکہ یہاں تاویز صرف ایمان کو ہی جانتی تھی۔ آج ایمان تانیہ کو ایک آرٹ گیلری دکھانے لگی تھی جہاں سے وہ انھیں پائیکر مختلف جگہ کے بعد وہ اسے اپنے ساتھ آگئے تھے آئی تھی اسے کچھ اہم کا لڈاٹ پتہ دیکھا کہ جسے تو جی سوچا لگے انھوں اس کام کو کٹنا ہی جائے۔ اس کی آمد کا سن کر دام بھی اس سے ٹھیکری کا ایک مسئلہ دیکھ کر نے آگیا۔ چنگ آج کل وہ دفتر میں آئی تھی تو میں ٹھیک کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ جیسے کی موجودگی میں مختصر بات کرنے کے بعد وہ جلدی اس کے دفتر سے نکل آتا تھا۔

”یہ تمہارا میجر ہے؟“ تانیہ کے سچے میں ہے

جنگ جہاز اچلا جاتا تھا۔

”ہاں تو اس میں کیا ہے۔ کام کی وجہ سے ہے۔“
 سب اور تو بالکل چپ۔۔۔ سمجھا۔۔۔ وہ کچھ جھنجھ سا
 کیا۔۔۔ اہان سے ٹکرائیں جاتے اپنی بیوی کی طرف
 ہے کہ پھر ٹکی طرف جوتہ ہو گیا تھا۔
 ”ایسی بات آفس میں کسی کے سامنے کر دی تو
 نااہل جتنگوں میں جاتے گا۔“ پھر اچانک سمجھانے والے
 نماز میں پڑھتا رہا۔ اُن کی اپنی ہی کھانسی۔

”ہمارے زبان پر نہ نکادو سوئے پر اس
 دلوں کو کیسے چپ کر آگے۔ زبان کش کو نکادو خدا
 تجھ کو۔“ سنان آج اس سے بچ کر گھرانے کے سوز
 میں بیٹھا غلام و سنان ہی کیا جو نام کو چھپا اکن
 آسانی سے چھوڑتا۔
 ”دیکھو نام جواں دہی ہی اکتا ہے جہاں
 آگ لگے۔ کہ کہے مجھ سے تو نام چھپا تیرا دست
 ہوں میرا۔“

”میں نے فضول میں بات کو چھوڑ کر طرح
 سے دیکھا۔ تو اچھی طرح جانتا ہے وہ کوئی عام لڑکی
 نہیں۔“ روزِ جمعہ ہوا تھا۔ اسی حقیقت سے تو لکڑیوں
 چرانے کی کوشش کرتا رہا۔ ان دنوں اپنے اندر چلی
 ہوئی، جنگ سے تھک رہا تھا۔

”اچھا جیسی بات تو نے ہی بھی مان لیا کہ کوئی کون
 ہلائی نہیں۔ پہلے تو حیاں صاحبہ زادے کی تو تے
 جیسی تاک آڑے آری جس کی سلا جیوں کا
 مصروف کرتے۔ اس نے باقاعدہ نظر کیا تھا۔
 ”اے ماں لیا اور خاص لوگ ہم عام سے لوگوں
 کا نصیب نہیں جو کرتے۔ اس نے نہیں لکھا باتوں
 پر چاہا جس کی چاہا ہے۔ اس نے باقاعدہ دلوں
 کا کھڑے کر کے لکھا تھا۔“

یاد رہے کہ ان تمام باتوں کو سمجھنے کے لیے ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ ان باتوں کے پیچھے کیا محرکات ہیں۔ ان باتوں کے پیچھے کیا محرکات ہیں۔ ان باتوں کے پیچھے کیا محرکات ہیں۔

72 كرن

خریف کرتی ہے اور جو اس کی ٹھوڑی ہی، مدی کی کسی اس
شکر لڑا رہے پھر اس کی اور کسی سے ”دائم“ اسے
دو حقیقت بتائی جرات اس کی حد سے آگے بڑھنے
نہیں دے رہی تھی۔ ایمان کا بدلہ ہوا اندازہ ”دائم“ کی
پیشہ واری ضرورت کی لیکن اس کی قربت بچھلنے لگی روز
”دائم“ کے دل پر دھجک لینے کی تھی۔ یہاں پہلی بار جو
خاکہ کراسے ایمان کا قرب اس کی شخصیت اس کی
تائیں۔ سب کچھ اچھا لگ رہا تھا۔ دو تہائی میں اس
کے خیالوں کا حصہ بننے لگی اور ”دائم“ کا بھی سوچنا
خوف آ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا یہ ایک طرف تو جیسی تھی ہے
اور جلد ہی اسے اپنے دل کی پر بادی پر قائم کرنا ہوگا۔
ٹھانڈا ہی لپے آئے اور دوسرے پہنچے کی خاطر ”دائم“
اپنے دل پر کھس لگانے کی کوشش کرنے لگی۔ یہ اور
بات دل جب سن اپنی پراثر آتے تو آپ کی کہاں سننا
ہے۔ ”اس سے آگے کچھ بھی سوچنا فصول ہے۔“
کوئٹہ جو کچھ میں اس کے ساتھ چلا اور اس کی
اسے چل گیا تو اپنی جگہ رکھانے کے قابل ہی نہیں
رہوں گا۔“ دھکے لگتے ہیں اس نے سناؤں کو اپنے
اندرونیچے اندر دھکیں کی ایک جھلک دکھائی تھی۔
”اول اس سے بات کوئی بتاے گا کچھ کینکڑ
ہم دونوں کے علاوہ اس روز سے کوئی تیسرا واقعہ
نہیں۔ دوسرے اگر معلوم ہو بھی جائے تو یاد تو
کون سا کوئی تو یہ خزانہ چوری کیا ہے۔ ایک بھڑا سا
خاق تھا دھم لکھا تھا۔ یہ کاروبار بھی تو عجیب تھا۔ ہر
وقت دھم لکھ کر رہتی تھی۔“۔۔۔ ان سے پتہ لگے ہیں
کہا۔ ”دائم“ اسے بہت مزین تھا۔ اسے اندازہ ہے کہ
رست ہونے کے بعد تو آپ اس لئے لپے یہ اور بھی
شہر اور تھا کہ ”دائم“ اپنی محبت کو گھڑل تک پہنچانے لیکن
وہ دوسرے پہلے ہی یادوں میں کھل رہا تھا۔
”کدو میں نے جو کسے سے اس کا شمار حاصل
کر لیا۔ یہ پھولی بات ہے کیا؟“ وہ جذباتی لہجے میں

[illegible][illegible]

جولائی 2018

اور بھائی اتھا کہو کل کیوں ہو رہا ہے۔ کوئی

”میرا مولود ہے۔“ اس نے ساتھ چلنے سے

۱۔ "دو سالہ بانی بن گیا جو ایک بار میں جا جائے
 غفلت کیا کہ اپنے سے مرے اعزاز میں گاؤں کا دو اہم کو
 لڑا کہ تھا۔ اس نے ناسور بھی چاکل اٹھا کر تو باری
 ۲۔ "دو سالہ بانی بن گیا جو ایک بار میں جا جائے
 کیا۔ چھپے دھم کے خلاف اپنے کاغذ پہنچا۔

میں نے اس کی باتوں سے دل نہ لیا۔ کوئی بھی انسان اس سے خالی نہیں ہوتا۔ میں پوچھوں گا ان پر قابو کیسے رکھا ہے اور جو اسے جذبات پر کھل ڈال کر اسے گھر سے نکال دیں؟ میں نے ایک وقت اس سے جب یہ بھی اس سے کہا کہ آپ کو لگتا ہے کہ وہ دل دانا نہیں جنگ شروع ہوا ہے۔ جذبات۔ اصل پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہیں اور آپ پر حکومت جنگ میں جھکا رہے ہیں۔ یہ جنگ کسی دھن سے نہیں خورائے آپ سے لڑتی ہے۔ انسان کی بھی جیسی اسٹرے جنڈا وہ ڈونڈ کی اور ہاں ایک ایسی ہی جنگ میں بدل چکی تھی۔ اس نے اپنا ہر فیصلہ چھاپا پر غور کیا تھا اور اسے اپنی قوم اور اس پر بہت غور تھا لیکن ان دونوں ایک فیصلہ دل اور آقا۔ وہ لاگو تھا کہ اس کی ہرگز مرتد نہ تھے۔

کون

Journal of Management Education 36(8) 907-924

کڑا دی تھی۔ ایک مدت سے وہ مردوں کے ساتھ
کھانے پینے کے کام میں مصروف رہا۔

[illegible][illegible]

اس نے بات چالی۔ البتہ چہرے پہ عجیب سی شرمندگی تھی جیسے کوئی چوری کی چیز تھی ہو۔

”راؤ تم کے متعلق سوچ رہی ہو؟“ راجدھ کا گلاس اسے جمائے کر زید کی صاحبہ اس کے پاس آیا بیٹھ گئے۔ اس نے کچھ کہہ کر ہاتھ پر قابو نہیں لے سکا

”مجھ سے جھوٹ مت بولا ایمان! میں تمہاری
ہیں نہیں لیکن تمہارا باپ ہوں۔ پہلے نہیں سمجھتا تھا

جولائی 2019ء 73

”وہ آپ..... ایمان رکھو گی کہیں نہیں۔“
 ”تم اسے پسند کرنے لگی ہو۔“ اس کا ہاتھ
 تھا سے انہوں نے بہت محبت سے سوال کیا تھا۔
 ایمان نے شخص انکشاف میں رہا ہے لیکن اب کا۔
 ”تو براہم کیا ہے؟“ اپنی بے قشاش خوشی کو
 داتے وہ دستور بخیر دے۔ آخر وقت کو ان پر دم
 آئی کیا تھا۔ ایمان کا دل ہو ایمان کے لیے رحمت
 سے کم نہیں تھا۔
 ”براہم وہ خود ہے۔ میرے اسے پسند کرنے
 سے کیا ہوتا ہے جب وہ خود میں آخر ملے نہیں۔“ وہ
 براہم لکھ میں ہوئی گی۔
 ”اس نے تم سے کہو کیا؟“
 ”کہو کہا ہی نہیں۔“ وہ ابوی سے بولی۔
 ”کہنے سے زیادہ وہ اب ہم ہوتا ہے۔“ انہوں
 نے سمجھا۔
 ”اس کا وہ یہی تو پریشان کر رہا ہے۔ وہ اتنا
 کبیر تک ہے۔ میرے ساتھ کسی پر کسی کی طرح
 ٹریت کرتا ہے حالانکہ اس میں خود کوئی کی نہیں پھر کسی
 وہ مجھے اتنی محبت دیتا ہے۔ کسی بھی لکھا ہے یہ سب وہ
 صرف پریشانی کر رہا ہے لیکن پھر میرا دل.....“ وہ
 کہنے کہنے رک گئی۔ واکم کا وہ یہی تو اسے اپنی طرف
 ہل کر رہا تھا۔ بھی خوف تو اس پر برسوں سے غالب
 تھا کہ کہیں اس کی زندگی میں بھی زندگی صاحب جیسا
 خود پسند اور اپنی اہمیت تک محدود انسان شامل نا
 ہو جائے۔ وہی لے تو وہ شادی کے نام سے خوف سے
 کھاتی تھی لیکن اب وہ ایک تھا۔ اس کا ساتھ الگ تھا۔
 ایک عجیب سا تعلق ہوتا تھا جب وہ ایمان کے
 آس پاس رہتا تھا۔
 ”تمہارا دل کتنا ہے۔“ وہ اس کی جانب نہیں
 ہے۔“ انہوں نے ایمان کا ہلکا سا لٹکا کیا تھا۔ اس نے
 لب لہجے میں شادی انداز میں سر ہلایا۔
 ”مجھے بھی وہی تاریخ کی نامان کر دل کی سنتا اچھا
 ہوتا ہے۔“ اپنی تم خود بخود وہ۔“ اس کے بالوں کو

کہا تھا اور پھر اس کے ماتھے پر جو سونے کے اسے جلد
 سونے کی تاکید کر کے وہ وہاں سے اٹھ کھڑے
 ہوئے۔ ایمان نے وہاں سے دو گھنٹے دور کا گھاس لہوں سے
 لگا تھا جب وہ راجہ زیدی ملے۔
 ”اور ہاں۔۔۔ میں تمہارے ہر فیصلے میں
 تمہارے ساتھ ہوں کیونکہ میرے لیے میری بیٹی کی
 خوشی سے زیادہ کر اور کچھ نہیں ہے۔“ وہ بے قشاش
 منکرانی تھی۔ وہ واقعی بدل گئے تھے اور ایمان کے دل
 میں ان کے محسوسات تھی۔
 ☆ ☆ ☆
 واکم جب سے واکم آقا تھا بعد خاصا خوش تھا۔
 کچھ نہیں کا اس سے بچا لگتا تھا کچھ ایمان کی سوچ،
 وہ کافی فاضل تھا۔۔۔ سن دوست تھا اس کے سامنے
 اپنا بھروسہ قائم کر رکھا پاتا تھا اسے اس بات کے چاہتا تھا
 مسئلہ تھی تو کچھ بات۔ وہ اس کی دیکھ کر اسے معلوم ہو کر
 ایمان تک پہنچے تو پتا نہیں وہ اس کا سامنا کیسے کر پائے
 گا۔ اس کا مؤثر یہ خراب تھا ہی لے۔۔۔ ان کے
 لاکھ کہنے پر بھی وہ اس کے ساتھ باقی رہے۔
 نے بھی سوچا تھا وہ اب ایمان سے حاصل قائم کرنے
 کی کئی ایمان کو خوش کرے گا تاکہ کسی کو بھی اس
 دونوں پر اچھی اطمینان کا موقع ملے۔ وہ اس کی
 دوسری سے دور سے تو اسے خود بھی ایمان سے دور ہی
 رہنا چاہیے۔ پناہ کی خواہش تو سب ہی کرتے ہیں
 پناہ گزینوں کی کہ دامن میں آ جاتا ہے۔۔۔ یہی سوچ
 کر اس نے شام سے ایمان کی خدمت سے چار کرنے کے
 لیے کسی ایک کال نہیں کی تھی لیکن رات تک وہ خود پہ
 لگائی اس پناہی۔ چاہو نا کہ پایا تھا آخر پناہی بیٹے
 کے قرب میں اس نے ایمان کے کمر پر کال ملائی تھی۔
 فون پہلی ہی جھلک پر دنیو کر لیا کیا تھا۔ واکم نے تعلق
 سے انداز میں اس کی خدمت سے دریافت کی لیکن جواب
 بڑا عجیب آقا تھا۔
 ”پناہی جلدی خیال آ گیا آپ کو۔“ اس نے
 نہایت سنجیدگی سے لکھو کیا تھا۔ واکم نے تعلق فون کان

نہایت سنجیدگی سے لکھو کیا تھا۔ واکم نے تعلق فون کان
 ”وہ۔۔۔ میں.....“ ایمان کا اندری اندر یہ سوچ
 کہ بڑی کینیسی ہی خوشی ہوئی تھی کہ ایمان اس کی کال کا
 انتظار کر رہی تھی۔
 ”کیا وہ میں.....؟“ وہ چ کر بولی۔
 ”میں سمجھا آپ سوچتی ہوں گی۔“ واکم نے
 بات نہائی۔
 ”وہی جلدی نہیں سوتی میں۔“ اس نے بردہ
 کہا۔ واکم کو کچھ نہیں آیا اب وہ حریف کیا کہے۔ چند
 لمحوں کے بعد اس نے کورے اور بہت سوچ بچار کے بعد اس
 نے سوال کیا۔
 ”دو دو تینیں ہو۔“ ۹۰ دوسری جانب ایمان
 نے گہرا سانس لیا تھا۔
 ”ہو۔۔۔ بہت زیادہ آپ ڈاکٹر ہیں جو
 دو دو چار چار کہے۔“ اس کا کچھ چھٹا تھا۔
 ”دوسری کس ایمان؟“ وہ خوش دلی سے ہلکا۔
 اسے کچھ نہیں آتا تھا کہ ایمان آخر خفا کس بات پہ
 ہوئی ہے۔ وہ شاید وہ کھاتی نہیں پناہ رہا تھا۔
 ”یہ کس کچھ ضروری ہے کیا؟“ ایک اور
 شکایت۔
 ”موری.....“
 ”پھر موری.....“
 ”تھوڑا آپ کا مؤثر نہیں میں پھر کال۔“
 اس وقت میں اس سے مل گیا تھا۔ شاید اس کے پاؤں کی
 سوجھ دھبہ یا ڈاکٹر کی کسی جو منتقل چر رہی تھی۔
 ”مجھے فضول باتیں آپ کرتے ہیں نا واکم.....“
 ”اے کبیر خراب ہی رہے گا۔“ اس نے بے اختیار
 کہا۔
 ”لیکن میں نے تو آپ سے کچھ بھی نہیں کہا۔“
 ”ام۔۔۔ انا برا ہو گیا۔“
 ”تو کیوں نہیں کہا۔ کس نے روکا ہے آپ کو۔“
 ایمان کا لٹکا تھا تھا۔
 ”کی.....“ مجھے کتا آپ رومان جا نہیں گی۔

اپنا بچاؤ کرنے لگا۔
 ”اپنا بچاؤ تو جو بچوں، اور مجھ کو بچاؤ مطلق میں اس
 ہو گئے انہوں نے چتر نہیں کھائے تھے کیا۔ جو آپ
 ایک سر پہننے سے خوف زدہ ہو گئے۔“
 ”تو تو کیا؟“ اس نے اس کی ہاتھیں جس۔۔۔ کہنے کی
 حد تک ہی تھا نا سب کچھ حقیقت میں کون سا کسی نے
 جان اسے دی پھر آپ خود سوچیں یا پناہ ہوسرے کر
 میں آفس کس جسے آ۔۔۔ دینے بھی میری پریشانی پہ
 سر پر گھوڑا اڑا عجیب ہی لگتا۔ ”ایک۔۔۔ عیاری
 صورتحال واکم کی نگاہوں کے سامنے کھڑے تھی۔
 پاس کو پر پڑ کرنے کے بعد ہی اہم کی اہم ناک
 صورتحال۔
 ”واکم.....“ ایمان کے لہجے میں وارنر تھا۔
 ”بلیز بلیز فون مٹ ڈسٹیکٹ کیجیے گا میں
 ایک لڑائی کرنا چاہتا ہوں۔“ اس نے اٹھائی۔
 ”تھوڑا کتنی ہی اہم ایف او ایس ہو جائے فون پہ
 صرف آواز کا اشتعال ہی بنا جاسکتا ہے پھر یا پھر
 جاک ہی رہتے ہیں۔“ گوسوچا تو دل میں تھا لیکن
 اگلے زور سے سوچا تھا ایمان تک آواز کا سامنا چلی گئی
 تھی۔
 ”اگلے تو نہیں ہو گئے آپ؟“ وہ شدید حیرت
 میں چلا گیا۔
 ”ناہیں۔۔۔“ اس وہ میں باہر ہی ہو گیا ہوں۔
 کیونکہ مجھے آپ بہت اچھی لگتے تھے ہیں۔“ واکم ایک
 سانس میں جو بچاؤ پناہ۔
 ”اور میں مزید باہر ہونا چاہتا ہوں۔ اس لیے
 بلیز مجھ سے شادی کریں۔“ یقین جانی میں آپ کو
 بہت خوش رکھوں گا۔ سنا اپنے ہاتھوں سے کرنا کرم
 کافی باہر گھوڑا کر کے گا اور ہاں..... وہ بھی ہمیشہ
 پروف دینے کے بعد ہی آپ کو سہاری دے رہی ہے جیسا
 کر گا۔ کس آپ مجھ سے شادی کریں۔“ ایمان
 نے منتقل اپنی کسی روکی۔ یہی تھا۔ کیا کا پیلا اور اپنی
 طرز کا لٹکا پڑھنا تھا جو اس کا کر لیا تھا۔

اس نے بڑے ضبط سے خود کو روکا اور بے حد سنجیدگی سے سوال کیا۔

”ہاں۔۔۔ کہہ دیا۔ لمبے میں نے واقعی کہہ دیا۔“ اسے انہی اہمیت یہ یقین نہیں آ رہا تھا۔

”کل صبح آ کر ملیں۔“ ایمان نے دو ٹوک انداز میں چھپڑکی سے کہا۔

لیکن میں تو آپ سے شادی کرتا چاہتا ہوں۔“ سونے کی پینشن میں مبتلا ہو گیا تھا۔

”کرتے کی بات تو لڑیہ سے کرنا پڑے گی تا
بدھوں۔“ احمق انسان سے محبت کرنے کا بس یہی

”اور ہاں... ٹھیک ہے میں اس نوجوان کو بے پناہ
لکھاؤں ہے میں نے بے اختیار دوسرے ہاتھ مارا۔“

جاؤں گا۔ وہ مستعدی سے کہتا اپنی جگہ سے اٹھ کر
 کھڑا ہو گیا۔

آج ہے۔ ایمان نے جودلایا تھا۔ دھم اپنے لرد گرد

رہتا وہاں صوفے پر بیٹھ گیا۔ البتہ وہ اب بے حد
پر سکون تھا۔ اس نے دلوں سے چل رہی تھیں آتی

آجائے گی یہ اس نے کہا اس سوچا تھا۔

پہتا ہوا تھا اور بے پناہ خوب صورت نظر آ رہی تھی۔

چرا پیپ کی کوئی اور جگہ ہے اس سے۔ جس
بیان نہیں کر سکتا۔ "دائم نے اس کی انگلی میں خوب

نے اپنی جھکی ہوئی جگس نہیں اٹھائیں۔

آج سے پہلے ایمان کو زیادہ تر دھنوں میں دیکھا تھا اور
میک اپ تو وہ پرانے نام کرنی بھی البتہ اس سب کے

بغیر بھی ہمیشہ پر کشش دکھائی دیتی تھی پر آج اس مخصوص روپ سنسار نے اس کے روپ کو چار چاند لگا

دیے تھے۔ دائم اس وقت خود کو دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان سمجھ رہا تھا۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے ورنہ آپ کا دیکھنے کا انداز بدل چکا ہو۔“ وہ ہلکا سا مسکرائی۔

”ہاں بالکل ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی آج آپ میری جو لگ رہی ہیں۔“ اس نے ایمان کے دونوں

”وہی ہے تو اس موقع پر آپ کی تعمیر یافتہ میں کوئی

جائے گا فیصلہ کیا تھا۔ وہ لکھنؤ کو جانے لگا تھا چپ اس کا وقت ایمان کے بدلے فون پر چپ کیا۔

ایک منٹ..... ایمان نے اسے نوک لہراچے
 توں اٹھایا۔ اسکرین پر ایک ریاضیجی جگہ کار ہاتھا۔

ہوں میرے آنسوؤں پہ آ جاتا۔ میں تو روحِ اندہ و دیوانہ۔

دیوانہ..... کل رات ہی میں عمرہ کی اہواز سے واپس لوٹا ہوں اور یقین چاہیں میں نے آپ کی خوشیوں

اے بے بھولی چھٹیا چھٹیا کرو عا یں ماں یں آپ
اپنے پتھر تو تے کی ناک والے جی ایم کے ساتھ

پیشہ خوں رہیں۔ ایمان الی اسیں میرٹ سے ملیں
گئی تھیں۔ اتنے مہینوں کے بعد اچانک وہ دوسرے

تو انم یہ رو ہی ہے۔ دیکھیں یہ پھر سے مسیح کر

جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے شک کر رہا ہے۔

”میں خون پی جاؤں گا تیرا“ ”واہم نے دھڑکیا

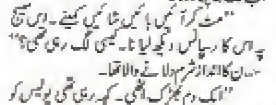
ہوئے ایک عمر بھر، تو تہہ لگایا۔

گاز نے کئے چکر میں اس چکر کو جیتا ہے (۱۱) تھا نا۔

چاہتا تھا دائم کے اہل چھتارے سر اٹھا رہے ہوں

”ہاں... وہ... میں... نہیں۔“ داکم نے

ایمان کو سب بتاتے والا تھا اور اگر سہرا کا بیج تاتا تو
اس بیج کا بیج تاتا۔



انوار کیوں سمجھیں کیا۔ ”اچانک وہ دم کو ایمان کا خیال آتا۔

”تو بیٹا زیادہ کھل سمست بننے کی ضرورت نہیں، جو ہو گیا اس پہ مٹی ڈال اور جو ہو رہا ہے اسے


$$\frac{1}{2} \left(\frac{1}{2} \cdot 400 \right) = 100$$

کتاب: حقوق العبد - ۳۲ - محمد صالح المنجد، نویسنده 32385021

2019 302 77

تھے لیکن جسے وہ آپ کو بہت پسند آئے گی۔ میرا چٹا موٹا منہ بہت بھرے لہجے میں بولا تو میں نے ایک عجیبی نظر اس پر ڈالی۔

”نو تیز۔۔۔ مجھے اس لڑکی سے تیسری شادی نہیں کرنی تھی کہ کاغذ کیا۔“ میری عقلی بات پر اس کا بڑا دھڑکنا۔

”مگر کوئی وجہ بھی تو ہو اس سے پھیند کرنے کی۔“ وہ بے بسی سے بولا۔

”جو تم جانتے ہو۔۔۔ تمہارے بے عیاضی سے کہہ کر اپنا فطر کا پتھر پھینکا اور اپنی پلٹ گھول لیا۔“

”آپ اپنی فطرت والیں ہو کر بھی ایسی پسماندہ سوچ رکھتی ہیں۔“ وہ جھجھکا کر زماڑا تھا۔

”کالج یونیورسٹی میں مشقِ حیات کے پتھر چلانے والی لڑکیاں گھر نہیں بسایا کرتی ہیں۔ یہ میرا تجربہ ہے۔“ میں نے کہہ کر نظریں مٹھ کر آئی بیٹھ رہ گیا تھا۔

”اس نے کوئی پتھر نہیں چلایا یا! میں خود ہی اس کی محبت میں جھکا ہوا ہوں۔“ وہ فوراً ہی کے دھڑکنے لگا۔

”داس! آپ کرتا ہوں۔“ اس نے خائف ہو کر ایک تصویر میرے منہ پر لپیٹ دی۔

”تم اب پرانی لڑکی کی تصویریں تیل میں لٹکے رہتے ہو۔“ میں نے غصہ دکھایا۔

”اوسے نہیں ہی بے چاری بولی کے ایک شخص کی گروپ فوٹو ہے۔“ وہ گھبرا کر وضاحت دیتے لگا۔

”مومن میں ایک بات کھڑے کروں۔ شادی تو تمہاری خالص میری پسند کی لڑکی سے ہوگی۔ یہ ساری زندگی کا معاملہ ہے۔ تم لڑکے صرف اچھی شکلوں پر بڑبچھ جاتے ہو۔ کبھی بیک گراؤ نہ لڑکی کا اتفاق کرو گراؤ بچوں کو دیکھتے۔ میں سب دیکھ کر کہہ کر تمہاری شادی کروں گی۔ سوتم اپنی ہی لڑکی کو اپنے دل سے نکال دو۔“ میں نے جوتھو لکھنے میں کہہ کر اس کا پتھر ہاتھ چھوا یا پھر لڑکی کا تو تھا۔

”اپنی پیروی جوتی تم پر رادری ہے۔ پتھر اپنی پاں پر غور سار گھر میں تمہارے لیے ساری چیزیں تھی۔“ پھر میں نے نرم ہو کر کہا تو مومن نے ایک گھبراہٹ میں گھبرا کر دوسرا بھکا لیا۔

چھپانے کے لئے مومن نے اپنے شوہر کا گھر چھوڑا۔ والدین نے مجھے تیار کرنے کے قصداً بات سے آگاہ کیا اور دوسرے نکاح کا اہتمام میں طے کر چکی تھی۔

”مومن! میں نے اپنے شوہر کو بھاری دینی سے جو سوتیلے باپ کے ساتھ لیکن نہیں کی۔ دینے میں کوئی دیو نہ کی عورت نہ تھی اپنے شوہر پر مجھے والی عورت تھی۔ سو والدین کا اسرار دوسرے ارادوں کے آگے ہوتا تو کیا اور میں نے حوصلے سے اپنی زندگی کے لئے سوئی اختیار کر دی۔“

میرا بچہ زندگی کا پتھر دوسرا مرکز اب صرف میرا بیٹا مومن تھا۔ کھانا سے دھکیں آ کر میں سارا وقت اسے دیتا۔ میں نے اس کی تربیت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس کو جو وہ سہولت دی جو میری استطاعت سے بڑھ کر تھی۔ بے لے میں اس نے بھی مجھے مایوس نہیں کیا۔ مومن اچھائی ذہین اور تاملات پر بات ہوا تھا۔ وہ میرا کھانا آٹھ گھنٹے بند کر دیتا تھا اور ہر جماعت میں پوزیشن حاصل کرتا۔ لوگ جب کہتے مسز آفاق آپ نے مشکل چیزت ہو کر بیٹے کی اتنی اعلا تربیت کی ہے تو میں خوش ہے پھول جانی۔

میرا بچہ میری کل متاع تھا۔ وہ جوانی میں بھی ہر قسم کی برائی سے دور رہا تھا۔ میں اس کی طرف سے بہت مطمئن تھی کہ کچھ ایک اس پر سونگن کیفیت میں ”بتی“ نام کی بلا جانچنے کہاں سے گزرا لپٹل چلا گیا۔

وہ مومن کا بولی کا آخری سال تھا جب اس نے اپنی ایک بولی کی دوست بنی کا کھٹ سے تھکرہ کیا۔ یہ تھکرہ سرسری لیکن تھا۔ وہ بہت محبت سے اپنی کا تھکرہ ہاتھ اس نے پیچھے کی چٹائی مجھے تھکا کر دیا۔ اس لڑکی کی تھکرہ ہے اور اب جلد ہی اس سے لڑائی کرنا چاہتا ہے۔

غیر معمولی بات نہیں تھی۔ میرا بیٹا جہاں تھا وہاں شادی ادا رہے میں پر مست تھا۔ کسی کو پسند کر کے شادی کرنے کی سوچ فطری تھی۔ لیکن اس کی اسرار کی شدت نے مجھے بے چین کر دیا۔ زندگی میں کھانا بار مجھے شدید تکلفات نے آگھرا۔ میری محبت سے کھائی ہوئی کھائی تھیں اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی محسوس ہوئی۔ ایسا نہیں تھا کہ مجھے بیٹے کی شادی نہیں کرنی تھی۔ مجھے جس اس کی محبت کی شادی میں نہیں کرنی تھی۔ اس کی شادی کے ساتھ جس کے دل میں پہلے سے کسی ہو۔ میں اس کی شادی خالص اپنی پسند کی لڑکی سے کرانا چاہتی تھی۔ میرا استاد تھا کہ دل میں پہلے بس جانے والی لڑکی پیوی ہیں کمر پر چٹھ جانی ہے اور پیوی بیٹے کے بعد لڑکی کو دل میں بسانے میں وقت لگتا ہے۔ بہر حال یہ میری ذاتی سوچ تھی۔

مومن کا اسرار اس روز سے زور پکارتا گیا جب اس کو اچھی جا بھئی لگی۔ میں پہلے پہل تو اس کو تکلف برائوں سے بچتی رہی تھی اب جب وہ اپنے پیروں پر جم گیا تو میرا برا بھلا نہ تو دیکھا۔ خیر میں بھی اپنے افکار پر غمی رہی۔ جس سے وہ غافل ہو کر بار بار مجھ سے بتی کی خوبیاں بیان کرتے تھے۔ میں ان دھیمی لڑکی سے غرت ہونے لگی۔ جس نے میرے لائے لگے کو اپنی ارادوں سے بھائی لیا تھا۔ میرا میں چلتا تو میں مومن سے اس لڑکی کے ساتھ رابطے کا ہر ذریعہ بیچن لگی۔ اس لڑکی کے گھر کا اس کو اپنی کھری کھری جانی کدہ میرے بیٹے کے بارے میں سوچنے سے بھی بے نیاز کر چکی لیکن پھر میں مومن کے آگے کھلی چڑ جاتی۔ مومن نے دوسرا طریقہ اپنایا اور اپنے ماں داسے کو بچے کو فرما لیا تاکہ میرا دل میں گور نہ پڑی۔

میرا افکار عقلی حیثیت اختیار کرتا کیا اور مومن

☆☆☆

وہ بھی اپنی باتوں سے نیم رمضان دکھائی دے۔
 والٹکی بر میں بہت زیادہ خوش تھی۔ گھر آ کر

مجھے دکھ ہوا مگر پھر سوچا خود ہی ٹھیک ہو جائے

☆ ☆ ☆
آخر وہ بھی آگیا جب میری پسند کی بہو
ہرے گھبر میں چراغاں کرنے چلی آئی۔ میری
دستی نرالی تھی۔ بیٹے کی تابعداری پر ہر شے ہوئی تھی
میں کے خوش نہ ہوتی۔ سب لوگ دواہا دھن کی
دستی کو سرور ہے اور میں فخر ہے دار و دوسل کر
آگیا۔

میں نے کہا تھا کہ یہ سب تو بڑے خوش قسمت تھے۔ میں اس کا خیال

پہلی شہادت کے لئے بی بی شہناز بیگم کو 30/10/2017ء کو
 کچھ عرصہ بعد 31/10/2017ء کو دہلی میں لایا گیا۔
 فون نمبر: 33246361

وقت میری آواز دور سے کی دھڑ دھڑ سے ملتی۔
میں نے فوراً اٹھ کر بیڈروم کا دروازہ کھولا تو سامنے
سوسن کی کھڑائی صورت نظر آئی۔
"اوی دو مائیکہ کی کنڈیشن خراب ہے۔" اس
کے کہنے میں میں نے باہر کی طرف دوڑ گاؤں مائیکہ
دور سے بے حال مچی۔
"سوسن گاؤں کی کنڈیشن خراب ہے۔"

میں نے کیا تو اس نے سب سے پہلے جانی اٹھا کر
بڑھ جیب میں اٹس لیا۔ میں نے بھی گھلت میں
چادر مٹی اور مائیکہ کو تھام کر گاؤں میں آجینگی۔
تھام رہا تھ میرے لیوں پر دھائیں رہی۔
باہر چل جاتے ہی مائیکہ کو گلی میں مت کر لیا۔
میں اور سوسن اپنی اپنی طرف سے فرش پر پڑ گئے کسی
خبر کی خبر کے منتظر تھے۔

دیر بھر تھکے بعد سوسن نے باہر نکل کر چاند سے
پوچھنے کی خوشخبری سنائی تو میں نے وہیں بسنا بچھا
کر کچھ دھڑکا دیا پھر اس کمرے میں بیٹھ آئی جہاں
میری بہو اور بچے کو شہادت کیا گیا تھا۔ اندر سے
سوسن کی آواز آ رہی تھی۔

"مٹی میری جان اللہ کا لاکھ شکر ہے کہ تم اور
میرا بچہ جیت سے ہو۔ تم نہیں جانتی کہ آج میں کتنا
خوش ہوں۔ اللہ نے میرے نصیب میں دنیا کی
سب کچھیں ڈال دی ہیں۔ وہی جس کی کمی میں
نے تمنا کی اور وہی جس کی خواہش میں تھی نہ کی تھی۔
سوسن جذبات سے مغلوب ہو کر بول رہا
تھا۔

"بے شک اللہ بہت مہربان ہے۔ سوسن تم
جانتے ہو آج وہی صبح ہے جس دن ہماری بیٹی
میں پہلی عطا ہوئی پھر اسی دن ہماری لڑکیں ہوا اور
اب اسی تاریخ کو ان کا رونا دھنا نہیں آتا ہے۔
مائیکہ عرف غریبی نے فکرت سے کھٹکے لچے میں

پاکستان میں غمناک رہنے والی پردہ کی
تاریخاً۔ "سوسن خوشی سے بولا۔ وہ اور بھی کہہ گیا
رہا کہ میرے کان میں سائیں سائیں کر گئے۔ میں
دھڑلے سے دھڑکیں پٹ آئی اور پرتھ سے میں دھڑکی
پر پڑ گئی۔ پھر سوسن کی گیلری کھول کر بڑھ چلا
پہلے میں اس کی طرف سے سبکی کی ایک گرپ فو
بلاؤر مٹی۔ پھر آواز دہ کر کے پر مائیکہ کو سراپا دیا
ہوا تھا۔ میری آنکھیں دھندلا گئیں۔
"کیا بھوادی آپ اب بھی تک ادھر بیٹھی ہیں۔"

سوسن کی آواز سنائی دی تو میں نے سر اٹھا دیا۔
"یہ سب کیا ہے سوسن؟ مجھ سے ہنسی بڑی
بات چھال رہی۔ مائیکہ ہی تھوڑی سی ہنسی ہے۔" میں
نے انتہائی شکلی سے موبائل اس کے سامنے کیا۔ وہ
فوٹو دیکھ کر تھوڑا چوٹا پھر مسکرا کر میرے براہِ دیکھ
مکھا۔

"اوی آپ مجھ سے فضا ہیں؟" اس نے
میرے کندھے پر ہاتھ پٹایا اور آپ نے حنا آتی کے
"اوی یقین کریں۔ میری شادی حال ہی میں
کی سرمنی سے ہوئی اس وقت کو آپ تک پہنچانے
میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔" وہ زور دے کر بولا تو
میں نے شکوک نظر اس پر ڈالا۔

"میں بچ کر رہا ہوں آپ نے حنا آتی کے
ساتھ جو لڑکی پسند کی وہ میری بہت ہی ہوگی۔ یہ
میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ میں تو آپ سے
اصراً کر کر کے ہوا گیا تھا۔" ادھر مائیکہ کے تواتر
سے دھڑکنے آ رہے تھے اس کو دھڑکا تھا کہ اس کے
والدین کسی ایک کو اسے کر دیں گے۔ ادھر آپ
دھڑکیں نہیں ہو رہی تھیں۔ میری زندگی ایک مذاہب
میں گرفتار تھی۔ میں نے مائیکہ کے سامنے گورٹ
میرج کا آئینہ رکھا لیکن وہ بچہ لگی مجھ سے کہا
جس شادی میں بڑوں کی دعا میں ساتھ نہ ہوں وہ

میں کو خوش نہیں رہ سکتے۔ اگر آپ کی رضا نہیں تو
میں اس کو بھول جاؤں۔ "سوسن کے لچے میں سماجی
کی خوشبو تھی۔ میں دل ہی دل مائیکہ کی ہمدردی کی
اعتراف ہوئی۔

"مٹی کو بھلا دینا میرے لیے بہت مشکل تھا۔
لیکن مجھے یہ میرا کھوتن بھرا ہوا ہے۔ خدا گواہ ہے
میر میں نے اس کو اپنے ذہن سے نکال دیا کہ دل
سے نکالنا ممکن نہ تھا۔ میں پھر اپنا ایک ایک جزو
ہو گیا۔ آپ اس کی قصور بے کر میرے سامنے چلی
آئیں اور اس کی آخری باتوں کے لیے باندھ دیے۔
میں جہاں رہا تھا میں یوں بھی پوری ہوئی
تھا۔"

"میں نے عرصہ بہت ہی کوفلانا یاد وہ بھی اللہ
کی شکر ادا کر رہی جس نے ہمارا دل میں گناہ یاد کیا۔ پھر
اس نے طے کیا کہ اب ہم دونوں کو خاموش رہنا ہے
آپ کے کے معاملات اللہ کے فضل سے خود ہی طے
ہو گئے۔" میں نے بھی خوش تھیں، ہم بھی خوش۔ "وہ
آخر میں شادی منگوا کر تو میرے لیوں پر بھی
مسکرا بیٹھ آئی۔"

"بہت بڑے ایکٹر سوسن! پہلے دن سے
ایسے ہی جو کر کے رہے جیسے مائیکہ سے نکاح
دار سے ہاتھ کر رہے ہو۔ پھر شادی کے بعد بھی
بہت خوشی سے ایک سال گزار دیا اور مجھے اصل
کہانی کی بھلائی نہ لگے دی۔" میں نے بے اعتیاد
شکوہ کیا۔

"تو آپ کو کیا کر چکا تھا کیا۔" تو فوراً ہوا۔
"تو اب کیا مجھ سے بچ جاؤ گے۔ میں ابھی
بھی تھوڑی ٹھنکی کر رہی گی۔" میں نے مصنوعی
ناراضہ کیا تو وہ ہنسنے لگا۔
"نکس اب آپ ہمیں کچھ نہیں بول سکتیں۔
اب آپ کو خوب صورت ہو گئے گا کھٹک مل گیا

"اوی آئی دوسرے مجھے باتوں میں لگا کر
بٹھنے ہو۔ ادھر میری بہو اور پوتا ادھر میرے انتظار
میں ہوں گے۔" میں نے گھلت میں قدم درم نہر
تھیں کی طرف بلائے تو سوسن میرے پیچھے چلا
آیا۔

سامنے ہی بیٹھ پر مائیکہ میرے صحت مند اور
خوب صورت ہو گئے تو گواہ میں نے بھی سوسن
میں نے آگے بڑھ کر اپنی مہو کی پیشانی پر جم
لی اور اسے پوچھنے کو اپنیوں میں بھر لیا۔
پھر آواز میری سوسن میرے بائیں میں تھا۔
ہمارے اس کی اسی پھوٹے سے دھڑکنے کی مکمل ہو گئی
تھی۔

میں نے شادی ہو کر سوچا اور بچے کے کال پر
اپنے ہونٹ رکھ دیے۔ ذہن میں تھیں یہ الفاظ
گو کہنے لگے تھے۔
ایک تیری چاہت ہے۔ ایک میری چاہت
ہے۔
تو گواہی جو میری چاہت ہے۔

☆ ☆

فور و سوسن

راحت چھین

قیمت 1000/- روپے

میں نے

کتاب کی قیمت 97/- روپے، ڈیڑھ سال کی فراہمی 30756024

لڑکھار عشتیٰ

”میرے نزدیک محبت کے صرف دو اصول ہیں، میں سے محبت ہے اس کے لیے ساری حدیں تو دور، سب جاؤ اس کی جاہت میں اور اگر وہ اس سے انجانہ محبت کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا تو محاورہ محبت کو دل سے کھینچ کر نکال دو محبت کے بدلے محبت کی، یہی ایک نہ مانگو۔“

”یہ کونسا آسان ہے، اگر نہ مشکل۔ محبت کو کھینچ دیا ممکن نہیں ہوتا۔“

”محبت کبھی وجہ، کبھی کئے یا سامنے والے کی محبت کی گہرائی یا پہچانی دیکھ کر نہیں ہوتی۔ یہ اس ہو جاتی ہے، چاہے۔ جب ہوئے کئی سے تو ایک گہرائی نہیں نکلتا۔ بس ایک ہی۔ کوئی ایک ہی۔“

آپ کو قہر کر رہا ہے، رانا سیر بنا لیتا ہے اور نہ ہوتی ہوتی۔ تو نہیں ہوتی۔ صدیاں بیت جاتی ہیں، وہ شدت، وہ جذبہ، وہ تڑپنا، وہ آفسوب دانگن کر دیتی ہے، کبھی میں دل دیتی ہے۔ چنانچہ محبت نہایت مہربان ہے، وہاں محبت سے زیادہ سلاک کوئی دوسری چیز دنیا میں نہیں۔ ابھی بھی وقت ہے، کچھ جاؤ، سنبھل جاؤ۔ میں تم سے محبت نہیں کرتا، تم میرے لیے خاص نہیں ہو۔ تم وہ نہیں ہو جو مجھے چاہیے، تم میری تلاش نہیں دو۔ اس کی آکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیر انڈیل رہا تھا۔

”محبت سے زیادہ سلاک کوئی دوسری چیز دنیا میں نہیں۔“

میں نہیں۔ ”دو ذریعہ اس کے الفاظ کو دہرا کر اسے دیکھ لی۔“

”میں یہ نہیں سمجھتی کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ میں تو ابھی نہیں جانتی کہ محبت ہے کیا؟ یہ کیسے ہوتی ہے میں نہیں جانتی۔ یہ ہو جائے تو کیا ہوتا ہے میں یہ بھی نہیں جانتی۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ آپ میرے ساتھ رہو، ہر وقت، ہر جگہ۔ چودھویں کے چپکے چاند کو ہم بیٹھ، ساتھ کھڑے ہو کر دیکھیں، برقی بارش میں ایک ساتھ، چپکے۔“

”ماہیت کو ہاتھ قلم کر لیں۔“

سمندر کا ٹھٹھا پانی آپ کے قدموں کو چھوتا ہوا میرے قدموں میں جذب ہو جائے۔ میں آپ میرے دہو، میرے ساتھ، میرے پاس۔ اور صرف میرے بیٹھ۔ ”وہ اس میں برقی بارش اور فزاس کے دھڑکھڑکے کچھ کر رہی۔“

”بھلا کوئی چیز نہیں رہتی۔“ ایک اور کھل کر کہا۔

”محبت ہو جائے تو اس کو روکا کیسے جاتا ہے، میں نہیں جانتی۔ میں نہیں جانتی۔ میں یہ نہیں جانتی۔“

”سوائے اس کے کہ میں نے محبت کی وہ ”دائم لائن“ کراس کر دی ہے جس کے بعد سوائے آگے بڑھنے کے اور کوئی آٹھن نہیں ہوتا۔“

میں ٹھٹھا اتکا جاتی ہوں کہ آپ میرے لیے قلمیں ہیں۔ آپ وہ جو مجھے چاہیے، آپ وہ جس کی

میں نہیں جانتی۔" بے بسی اس کی ہر ایک لفظ سے جھلک رہی تھی۔

"سراسر پاگل ہیں۔ یہ جانتا ہے۔ محبت کوئی اور شے نہیں تھی، کوئی کدو، کوئی بونڈ بونڈی کر کے کڑوا کر لیا جائے۔" تجھ کو خدا اور اللہ کی جہنم میں نازل کرنے کی جہنم میں دلی بھر کے دکھا دیتا ہے۔

"تجھ سے جذبات میں، میری محبت میں وہ شدت ہے کہ۔۔۔ آپ کو محبت ہو جائے۔"

"مخلص مفرودے کی بنا پر کسی کوئی بدشگونی جوڑ سکتا۔" ایک اور حکم۔

"آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ میری محبت بہت کم ہے؟" گہری کھائی سے نکل کر ایک سہاری۔

"میں کیا زیادہ نہیں صرف کچھ جانتا ہوں اور کچھ بھی ہے جو میں متعدد بار کہیں چکا ہوں۔ تم نہیں اس بات کو ایک بار پرکھنا ہوں۔ مجھے تم سے محبت نہیں ہے۔" اس کے لیے میں نفرت نہیں، انجانوں کو چھوٹی سرور کی اور غنا کی۔

"تجھ کے بغیر آپ فیصلہ کریں۔ میں۔۔۔"

میں اس فیصلہ کو۔۔۔ آپ کے فیصلے کو بھانسی کی۔ چٹا ہونے تک میں اس کی الفاظ کی گونج نہ ہونے کی قہور کھینچنے لگے ہیں ہوں۔

"میں اس محبت کو دین کوں کر دو اور جلی جاؤ یہاں سے۔" ہنگامی ایک دوسرا رخ۔

"اس کے لیے میرے وجود کو بھی منہ ہوگا۔ مجھے بھی دین ہونا پڑے گا۔" اپنے دل کے جھٹکے کی آواز اس نے اپنے کانوں سے سنی تھی۔

"میں اس سے زیادہ تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔" دوسرا سوڈو کرنا قہر خیز کر چکا تھا۔

"محبت کے حصول کے لیے جتنی کوشش کی تھی، میں کر رہی۔ جتنی دعا بھی مانگی تھی مانگ رہی۔ جتنی میں کرتی تھی کر رہی۔ اب اس محبت کی

میں ایک ہفتہ دھڑکتے ہوئے ۱۰ گنا بے جلد ہے۔ آپ کے سامنے میں کبھی نہیں آئے گی لیکن یہ دین نہیں ہو سکتی، یہ اب کب نہیں ہو سکتی۔ جادری منزل ایک نہیں، یہ جتنی ایک ہیں لیکن اگر میرے جذبات کو آپ نے محبت کا نام دیا ہے تو یہ محبت کبھی ایک نہیں ہوگی، کبھی دین نہیں ہوگی۔ کبھی نہیں۔"

"دیکھو۔۔۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ تم شعلی کر رہی ہو۔" ایک بار میرا اس کے رخ انداز پر اس نے جھٹک کر کہا تھا۔

"تھکے ہیں۔"

"اگر کبھی ہے اور تم۔"

"ہر آپ کو لگتا ہے دوسرے آپ کی سوچ ہے۔ وہ ان جدول تک پہنچ چکی تھی۔ جہاں پر کچھ بھی سمجھنے کی کوشش باقی نہیں رہتی ہے۔ سامنے دھل دھل ہوتے ہیں گن قدم آگے بڑھ رہی تھی۔ محبت کو اس کے قدموں تلے پھینک دیتے ہوئے وہ جھٹکتے ہوئے دیکھتا، اب کے بس میں نہ رہا تھا۔ قہور سے برقی بارش کی رفتار میں اضافہ ہوا تھا، اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔ ہر طرف سحرے خزاں کے سحر جو بھی پہلے دیکھ لگا کر تھے، وہ برانی میں رخن گئے۔ تیز بارش میں سمجھتی ہوئی، وہ دونوں کے شمرے چوں کو بارش کے پانی کو دھتی ہوئی وہ آگے بڑھی جا رہی تھی۔ اپنے بیگ جانے کا احساس نہیں تھا اس کو وہ بھاگ رہی تھی۔ ہر طرف سے بے گامی، ہر طرف سے انجان۔۔۔ یہی نہ جان سکی کہ وہ گہری کالی آگھوں نے اس کا قہور تھک گیا، وہور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ وہ بے خبر تھی، مخلص تھی لیکن بھاگ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"عروش جہنم کے گولڈن چانس کسی سمودت میں نہیں کرنا چاہیے۔ بہت کم لوگوں کو ایسے سوچتے

دانی کھانے کے ساتھ وہ کر کے سنا، اصل، کوئی قہور کوئی کے سامنے کڑی کڑی اس کی بات پر بات کرنا اس کو دیکھا۔

"ہاں گولڈن چانس تو ہے لیکن۔۔۔ دھڑکوں سے رسائی کے ساتھ وہور ہوا ہے۔" عروش کڑی کے پاس سے بہت کر اس کی طرف بڑھتی ہوئی قہور سے بڑا کرنا سے ہوئی۔

"کیوں؟ اب کیا پریشانی ہے؟" وہ کافی کے سب کو لیتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔

"پریشانی نہیں، پریشانیوں کو۔" عروش نے برا سامنے بنا کر کہا۔

"خیر خیر کرے، یہ اس کی ہی پریشانیوں ہیں جہاں ایک نازل ہو گیا۔"

"یاد رہی اس کے پیچھے اور ان مسائل کو دھور دھور چھوڑ کر کیسے؟" عروش دل مسوں کر رہ گئی۔

"میں جانتی ہوں کہ یہ ایک ایسا چانس ہے جس کا کھانے کا نام دیکھنے والا ہے لیکن۔۔۔ اس کے پر سوچنے پر کے کو دیکھتے ہوئے عروش بھر گویا کوئی قہور کے لیے میں جہنم کی نظر دیت ہے اس کو بھی ہے۔"

"ہاں وہی میں بھی سوچ رہی ہوں کہ کیا ہو سکتا ہے۔" وہ عروش کی طرف دیکھ کر ہوئی۔

"باقی سیکڑ ایک طرف اور۔۔۔ لالہ جی تو پورا مسئلہ سمجھ رہی ہیں۔" عروش انجانی ہنسی سے ہوئی۔

"ہاں میں سمجھ رہی ہوں، اگر تم چاہو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔" کافی کا آخری سب لے لے کر سبز پر کھینچے ہوئے اس نے سکرٹی لٹریں۔

"عروش کو دیکھا اور قہور دلی سے ہوئی۔

"دانت؟ مطلب میں نے عفاف آپ میری مدد کی ہے؟" عروش ہنستے ہوئے اس سے قہور پتی یاد دہانی کی جاتی تھی کہ اس کا شینڈل کس قہور دہی

ہاں ہی عروش چل چکی تھی جب لگا کر ایک ہی جہت میں عفاف کے ساتھ قہور اس کی گود میں آ کر رہی۔

"ہاں میں لگتی۔" وہ نے سنا دھنی۔

"ہاں عفاف! تم واقعی میری جانو دوست ہو۔" عروش اس کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھ ہوتے پر سرست اعجاز میں ہوئی تو وہ فقط سکرار کر رہی۔

"سوچ رہی ہیں۔" دوسرے لیے عفاف شام اعجاز میں ہوئی۔

"ہاں لیکن کیا کر رہی؟" عروش نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہارے اسی ٹیوٹ میں پانچویں کرسی کئی ہوں۔ کچھ سے اختلاف کو بھی اپنا کرسی کئی ہوں اور۔۔۔"

"اور۔۔۔؟" عروش نے احتجاج کرنا سے اسے دیکھتے جا رہی تھی۔ اس کے سکرار دہا کر خاموش ہوتے ہوئے عروش نے پوچھا۔

"اور لالہ جی کو پانے کے لیے قہور نہیں دے سکتی ہوں۔" عفاف آگے دیکھ کر ہوئی۔

"لالہ جی کو پانا نہیں ہے، راستی کرنا ہے۔" عروش نے اسے قہور دھنا۔



حنا

قیمت :- 550/- روپے

کتبہ عمران ڈائجسٹ 37 - اردو بازار لاہور

کونسا ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔
 ہونے کے باوجود وہ اس کے جانے پر یقین نہیں کر رہی تھی، عفاف جھڑکی۔
 "پاگل..... کل بچہ آؤں گی۔" عفاف نے ایک بار پھر دہرایا۔
 "کل کی کل دیکھیں گے، آج لا رہی ہے کیا بولوں۔" عروش کو اب لا رہی کے طعنے توروں کی پریشانی ہو رہی تھی۔ عروش کا بچہ ڈر اور خوف ہی عفاف کو کھڑا کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔
 "بہن! وہ میں مصروف ہوئی ہوں اس لیے آج آنے سے معذرت کہی ہے اور کل آنے کو کہا ہے۔" عفاف اس کو بتانے کی کوشش اور حقیقت وہی لالہ کے لیے خوفزدہ تھی۔
 "اوکے تو کل ملاقات ہوئی پھر....." عروش نے کچھ اسانی لے کر کہا اور فون بند کر دیا۔
 عفاف کئی ہی دیر بیٹھی تجائے کیا سوچتی رہی لیکن اپنی ہی سوچوں کا کوئی سرا اس کے ماتھے آیا۔
 ☆ ☆ ☆
 "لالہ! میں آ جاؤں۔" عینین نازی اسٹڈی روم میں ایک جگہ کے پاس کھڑے کئی کتاب کو حائل کر رہے تھے کہ کبلی کی دستک کے بعد وہ اندر جاکر کہاں سے اجازت لینے لگی۔
 "پاس آ جاؤ۔" وہ ایک کتاب کو اٹھائے کھڑے تھے لیکن شاید یہ اس کی غلطی نہ تھی۔
 وہاں، وہ دیکھ کر پلٹ کر اسے دیکھا اور سترہ کر اجازت دی۔
 "نہرے؟" عینین نازی ایک عفاف سے بہت کراپ اپنی وہ رنگ جینز کی طرف بڑھے تھے لیکن وہ ہنسی کھڑی تھی۔
 "پاس آ جاؤ۔ وہ آپ سے معذرت کرنی تھی۔" عروش مدھم آواز میں بولتی ان کو کھانسی۔
 "معذرت؟" وہ ہنسنے نہیں سمجھے تھے۔
 "لالہ وہ میری دوست ہے، اس عفاف! آپ

کراپ بولی اس سے کہیں آئی۔ عروش نے سر جھکا کر بتایا۔
 "کیا بولاس کی طبیعت کو؟" عینین نازی کے سوال نے عروش کو کچھ لگا دیا۔
 "یہ تو میں نے نہیں پوچھا۔" عروش صاف کوئی سے بولی۔
 "ہمم....." اچھا تم جا کر اس سے پوچھو اور معذرت کی ضرورت نہیں ہے، وہ اصرار آتی جب بھی شاید میں ملاقات نہ کر پاتا، مجھے نہیں جانتا ہے۔" حسب عادت عینین کا سنجیدہ دو سیات نہیں اس کو شیشا مگیا۔
 "نہر تو اچھا ہی ہوا، عفاف نہیں آئی خود بخود لا رہی تھی کہ وہ اس کے سامنے شرمندہ ہو کر چلا۔" عروش نے ان کے مصروف انداز کو دیکھ کر دل میں عفاف کے نہ آنے پر غصہ کر دیا۔
 "لالہ! آپ کتنا اچھی کیا کہیں گے یا وہیں آ کر؟" عروش جاتے جاتے کھنکھاتی تھی۔
 "میں برس دن پر جا رہی ہوں۔" عینین نازی نے اپنی نظر اس پر ڈالی اور بولے۔
 "ٹھیک ہے لالہ! اللہ عینین۔" عروش نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔
 "سنو عروش!" دوسرے بلے عینین کی آواز پر وہ رگ گئی، پلٹ کر دیکھا تو وہ اپنا سوا گھنٹہ میں پچھلے کھڑے تھے۔ عروش نے سوالیہ ٹھنڈوں سے انہیں دیکھا تھا۔
 "جب کوئی اپنی طبیعت کی خرابی کا جانتا ہے تو یہ ہمارا اخلاقی فرض ہوتا ہے کہ ہم عورت کریں۔" عینین نازی نے عروش کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
 "ہج..... جی لالہ..... عفاف کے آنے پر خفا تھی اس سے اس نے نہیں پوچھا۔" عروش نے بے حد حیرت سے لالہ کی کوز دیکھا تھا۔
 "ناراضی اپنی جگہ اور خیال رکھنا اپنی جگہ۔"

کہا جاتا ہے۔" عینین نے کہا تو عروش نے عجب نظر اس سے دیکھا وہ کمرنگاڑوں کی لالہ کی طرف بڑھ گئے اور عروش سوا گھنٹوں کا انتظار لیے اسٹڈی روم باہر نکل گئی۔
 ☆ ☆ ☆
 "بابا! سب خیریت ہو گی، آپ جانتے تو ہیں میں اپنی عادت ہے پریشان کرنے کی۔" مسلسل دھکا دھکاس عینین کے لیے اس قدر گراں گذر رہا تھا کہ وہ دھکے دھکے کھینک کھینک کھینک کھینک کھینک کے پاس پہنچان کو کھلی دے رہا تھا۔
 "ہاں عادت ہے، لیکن یہ عادت اب میری باتیں ٹھک کرنے لگی ہے۔" عینین عینین عینین ٹھکراتی رہا۔
 "بابا جان! پچھلے ایسی باتیں تو نہ کریں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں اس۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو لالہ سے اٹھا۔
 "بابا جان! میں اپنی اولاد آپ کے غلوں و بہت یاد رکھ کر گئے اس تکلف کا اندازہ لگا کر مشکل ہے، یہ روز دہی سمجھ سکتا ہے جو اس کو برداشت کر رہا ہوتا ہے۔" وہ اچانک ہی بائیت آئینہ کچھ میں لالہ کو لب بچھا کر رہ گیا۔
 "بابا جان! حوصلہ کریں، کوشش کرتا ہوں میں کہ رابطہ ہو سکے۔" وہ سوا گھنٹوں کا ایک ٹھنڈا ٹھنڈا کرنے لگا۔ مسلسل نکل جا رہی تھی لیکن کوئی جواب نہ ملتا نہ ہو رہا تھا۔
 "وہ شاید مصروف ہیں، اس لیے کال رہی ہو گی۔" اس نے سوا گھنٹوں کا ایک پاکستان میں ڈالنے سے کہا۔
 "اس کی مصروفیت تو محض ایک بہانہ ہے۔" ان نے عینین نے بائیت آئینہ انداز میں کہا۔
 "بابا جان! اگر آپ کبھی تو..... ایک صحت، عینین ایک ایک آگئی۔ وہ کچھ کہنے لگا تھا کہ وہاں دیکھیں یہ جھکا کر وہ تمام اس کے اندر طمانین

سوا گھنٹوں کا انتظار کیا۔
 "ہمم آپ سے بہت بہت ناراض ہیں۔" دوسری طرف سے ٹھکرے ہی ہوئے۔
 "کیوں کیا ہوا؟" چتا ادھر سے ناراضی کا اظہار کیا کیا تھا، ادنیٰ دوسری طرف سکون تھا۔
 "آج آؤ گئے کے بعد آپ سے رابطہ نہیں ہوا ہے، بابا جان! بہت یاد کر رہے ہیں آپ کو۔" اس نے عینین عینین کی طرف دیکھا تھا۔
 "پاپا، جانتی ہوں۔ بابا جان کو میں بھی یاد کر رہی تھی، بس کچھ مصروف رہی جس کی وجہ سے رابطہ نہیں کر سکی۔" اچانک ہی اس کا منہ پھر دیکھا گیا تھا۔
 "چتا! وہ اس آ جاؤ۔" اپنے بابا جان کے پاس ٹوٹ آؤ۔ دوسرے بلے عینین عینین اس کے اچھے سے سوا گھنٹوں کا انتظار کیا تھا۔
 "بابا جان! کیسے ہیں آپ؟" بہت کوشش کے باوجود اس کا کچھ بھیج نہ گیا تھا۔
 "میں ٹھیک ہوں چتا! تمہاری بہت یاد آتی ہے۔" وہ پھر کچھ نہ بولے۔
 "مئی کبھی ہیں بابا جان؟" وہ ان کی دوسری بات کو یاد کر کے بولی۔
 "اگر حسب خیریت ہے چتا! لیکن تمہارے ہا سب ادھر رہے ہیں۔" عینین عینین پھر بولے۔
 "بابا جان! کوئی کمی کے بغیر ادھر کہاں ہوتا ہے۔" وہ کبھی کبھی کی سے بولی۔
 "چتا! جو لوگ ہماری زندگی کا حصہ ہوتے ہیں ان کی دوسری ایک غلطی نہ کرتی ہے، یہ ظاہر نظر تو نہیں آتا لیکن میرے بچوں کے گھر جاتا ہے، وہ کہاں کرتا رہا ہے۔" عینین عینین پھر بولے۔
 "بابا جان! وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ پائی۔
 "جواب کبھی جا رہی ہے؟" عینین عینین نے موضوع بدل دیا۔

کے کون جان کے ساتھ لاکھائی کروڑوں کے بجائے
 کہا۔
 "میں کیسی ہیں آپ؟" وہ بے اختیار ان کو
 پکار کر پوچھنے لگی۔
 "میرے دو اب بے مزہ دیکھے کی" کہیں ہیں
 آپ۔۔۔ "میں نے بیوقوفی کا راضی کا اٹھارہ دو
 ٹکڑے کھا کر کھینچ لیے۔
 "میں آپ کا یہ انداز بے چارہ بہت یاد آتا
 ہے۔" وہ اپنی ہی روئے ہوئے کہہ رہی تھی۔
 "تم میری جتنی مسکراتی رہو، خصوصاً میں
 بہت جلدی لگ رہی ہوں۔" دوسرے نے کھنکھارنے سے
 ہجر سے کہی کہا۔
 "شکریہ کی اجازت اپنا خیال رکھنا، پھر بات
 ہوگی۔" شمس سے چمکے چمکے اور اپنی مذاق کے بعد
 اب وہ دن بند کر رہی تھی۔
 "ابھی کچھ ہی، اپنا خیال رکھنا کہ اور دروازہ جلد
 کال کر لیا کرو، مگر دیکھتی ہے۔" شمس نے اجازت
 دیتے ہوئے کہا۔
 "کی جی؟ ان شاء اللہ خوش کروں گی، کبھی
 مصروفیت زیادہ ہو جائے تو پھر دیر ہو جائی ہے۔"
 شمس کی اجازت کے بعد وہ ان کو تانے لگی۔
 "میں اپنے بیٹا جان کا تو چاہے ہاں، جانتے
 ہوئے بھی گھر سے ہو کر اپنی محبت خراب کر دیتی ہیں۔
 اس لیے ایک دو دن چھوڑ کر کال کیج کر کہو۔"
 شمس نے کہا تو عطا نے لب بھینچے تھے اور دل ہی
 دل میں خود کو کھانسی لگنے کی خواہش ہوا تھا کہ
 لگ کر مرنے لگی ہے۔
 "میں جی اب کھانسی کا موقع نہیں دوں گی۔"
 مہم مسکراہٹ کے ساتھ وہ دہلی اور فون بند کر دیا۔
 ☆ ☆ ☆
 "تمہاری سکرابٹ سے میری زندگی چلتی
 ہے۔" مہم کوئی، کبھی نہیں پتہ لگا اس کی صحت
 سے نکل آیا اور مہم کے ہونے جلدوں کے ستر میں

بھین کر رہا تھا۔ آج اس میں بڑا ٹھانڈا بھینے کی سکھ
 دم توڑ چکی تھی۔ وہ کھنکھاتی رہا کہیں جاتی تھی۔ وہ
 جانتی تھی کہ رک جاتے، پھر جاتے، اور ہانک رہی
 تھی۔ کب سے بھینک رہی تھی، اسے میں ایک چھوٹا
 سا کھنکھاس اس کو تھوڑا کرنے کے لیے کالی ہوتا تھا
 اور تھوڑا کھنکھاس کی طرف جذبات و احساسات میں
 ڈھونڈ کر بے گناہ چھلے جاتے تھے۔
 "کیا میں آپ کو "ول" کر سکتا ہوں؟"
 اجازت طلب ہو، آٹھوں میں شوق کا جھبکا کا ایک
 چھال آ جا دیکھے وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔
 "نہیں۔" وہ اپنے انداز کو لب دیکھے کو
 کرخت کر کے کہتا جانتی تھی۔ ان القاطات کو تو دل
 القاطے سے اس کا ساتھ دینا تھا۔
 "نہیں میں آپ کو دل ہی نہیں چاہوں گا۔" مسکراتا
 لہجہ اب مل رہا تھا۔
 "میں آپ کی طرف سے اپنے القاطات کی جتنی
 نہیں ہوں۔" اس کا چہرہ بڑا دلچسپ تھا۔
 "یہ میری خواہش ہے اور عموماً میں اپنے
 غراب، اپنی خواہش چوری کر لیتا ہوں۔" اس نے
 نظریں اس کے بعد اوپر سے رہا کر کہا۔
 "لہجہ۔۔۔" وہ ظاہر خاموشی سے سن رہی تھی
 تھی وہ دوسرے سے مسکراتا۔
 "تمہاری زندگی میں وہ وقت آئے گا جب
 آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گی۔"
 ایک "مز" تھا اس کے لیے جسے اس نے بھینچ بھی
 اور شاید جیت بھی۔ وہ خاموشی سے اس کی طرف دیکھ
 کر رہی تھی، اس کی باتوں نے جیت سے اس کی
 دھڑکن کوئی بھری متاثر نہ کیا تھا۔
 "کیا سمجھتے ہو؟" وہ سن ہی نہ پڑ پڑی۔
 "اور یہ بات کیا ہو گئی۔" وہ اس کو نظر انداز کر کے
 آتی چلی گاڑی کو دیکھنے کی گئی، بار بار گلی پر
 بڑھتی گئی، پھر وقت دیکھ رہی تھی، وہ بھی تک

آئی تو نہ، لوگ بھی اس اپنے نہیں
 چار چار کر دیکھتے ہیں جیسے خوب صورت لڑکی کی۔
 دیکھی ہوں۔" پتہ پتہ اب وہ نہ، اور کھڑی رہی تھی
 مانی نے اسے دیکھا تھا۔
 "اب کام شروع کریں۔" وہ ایک اسٹریٹ میں
 گاڑی پارک کر کے اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ مانی
 نے گاڑی بند کی اور چائیاں نکال کر اس کی طرف
 بلا حاشی، "میں کو اس نے نہایت گرم چوٹی سے نکال دیا۔
 "تم میری جتنی مسکراتی رہو، خصوصاً میں
 میں نہایت مزے سے ڈیل کرتا ہوں۔" مانی اپنے
 مخصوص دل فریب انداز میں اس سے مخاطب تھا۔
 اس کے چہرے پر ہنرمس کھانسی، بھلی بھلی، کبھی
 ہواؤں آٹھیں، اور اس کا مخصوص میٹھا مسکراہٹ،
 اس کی شخصیت کو کبھی بھی خراب نہیں کرتے، وہ اپنی لڑکی کا
 آئینہ بن جاتی تھی۔
 "اپنی دل کش اعزاز عام اسٹائل جوس کو بے
 حد اڑھینو جا رہا تھا، اس کا لب دلچسپ بھانے کا انداز
 بہت پر اثر تھا جو کوئی اپنا اسیر کر سکتا تھا۔
 "دل آؤ، گاڑی اسٹارٹ کر دو۔" وہ ایک
 تک اس کی طرف دیکھ رہی تھی، جو فاصل نکال کر اس
 کے کونوں کو دیکھ رہا تھا، اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔
 "سیج۔۔۔ جی۔۔۔" دوسرے نے دھڑک دھڑک کر
 گاڑی کو اسٹارٹ کر دی تھی اور دل ہی دل میں
 چاہے گاؤں کو لائی آٹھوں کا دور دیکے جا رہی تھی۔
 "آج ہم نے گاڑی کو مین روڈ پر لے کر جانا
 ہے کیونکہ جھپٹے میں بیٹھیں ہیں جس سے صرف اسٹریٹ
 میں ڈھانچے کیا ہے۔" اس کے کونوں پر اس کی پسین میں
 کھڑکے سے دھانچے پر نشان لگا کر مانی اس سے
 مخاطب ہوا تھا۔
 "میں دیر۔" اس نے تھوکر کھانچا تھا۔
 "اب گاڑی پر دھانچہ لگا کر دیکھو کہ کب سے گرم مین
 روڈ کی طرف بلاؤ گے۔" مانی نے اپنا بیٹھ بیٹھ
 کرتے ہوئے کہا تھا۔

اس کی موجودگی اب
 اس کو بھرتے کی گئی۔
 "بھلیک نہیں ہے۔" اس کی مسکراتی
 انہوں میں اس کو حیرت چاہنے کی شہرت واضح
 تھی۔ اس نے اپنے کھنکھوں سے اسے دیکھا اور
 مانی نے اس سے اسے خاصے سے ملے ہوئے۔
 "آپ کی اس بے اعتنائی کی وجہ جان سکتا
 ہوں؟" وہ پوچھا اور اس کے قریب آٹھڑا ہوا تھا۔
 "کوئی خاص وجہ نہیں، جس گھٹے آپ چنند
 نہیں۔" اس لیے اپنے ہنرمس سے پیچھے متھوٹا کر کہیں۔
 وہ اب کی بار اپنی خنیا کے بارہ دو کروڑ سے بچے
 بن رہی تھی۔
 "وہی تو چہرہ ہوں میں، بے ہول ہی اگر
 آپ کی اس پانچ پندہ کی کی وجہ کیا ہے۔" وہ کھنکھاتی
 جی کھنکھاتی سے نہ رہا تھا۔
 "میں نے آپ کو کھنکھانے کی اجازت
 دی ہے، مگر وہ تو بڑا ناخوش رہا۔" اب
 اس نے اپنے کھنکھوں سے دیکھا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ
 لگا دے، وہ آتی ایک گاڑی اس کے قریب دیکھ رہی تھی۔ وہ
 اس میں بیٹھ گئی۔ اس نے دیکھ کر کہ بہت جاگتی
 نعرے دیکھا تھا، انداز میں جھپٹا جس اس کے کونوں کو
 مسکراہٹ بھیر گیا۔ ایک سوڑی نے اس کا معاملہ کیا
 تھا۔ وہ گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی، اس نے
 کہہ رہا تھا کہ وہاں سے بہت گیا تھا۔
 "جی آؤ، کھنکھیں متش لیت۔" گاڑی میں بیٹھتے
 ہی، بولی۔
 "ٹوٹیک اور دو ڈھک کی وجہ سے لیت ہو گیا،
 فون روی چارہ دھنٹ کیخبر لگا کھنکھے۔" مہم
 مسکراہٹ کے ساتھ مانی نے اسے دیکھا تھا۔
 "تک اینٹ کی کیا میں واقعی بہت خوب
 صورت ہوں؟" اس نے مانی کی طرف رخ موڑ کر
 اس سے پوچھا تھا۔ اس نے گراں گراں سے

امیری اور دوسرے کھانوں سے ایک بے نیازی اور بدستور کا ڈی کوٹھو کیا۔

"ایکسیکس زلی کیم ایچ رات لٹ؟" اگلے چند منٹوں میں اس نے گاڑی اس کے قریب روک کر پوچھا۔ اس نے دیکھا، آنکھوں میں پاش پاشی اور حیرت ایک ساتھ اچھے اور تکلیف ناپاکی کی صورت لگا۔ پاش کے قطرے اس کے چہرے پر موجوں کی طرح چمک رہے تھے، وہی مسکراہٹ ہونوں پر تھی۔

"امی ایم آل وینٹ (میں مکمل بے گلی ہوں)۔" اس نے دونوں بازو پھیلا کر خود کو دیکھا تھا۔ "ایڈ بائے دادے وہ اس رات اسے لے گیا۔" اس نے اس کی گاڑی کو بھی لگی تھی اسے لے لیا سے تھوڑے دیر کے بعد اس سے پوچھا تھا۔

"ناٹ ایٹ آل، ہٹ ہو یکن ہے ی، آئی وونٹ مائنڈ (انکلی نہیں) لیکن آپ مجھے ادا نہیں کر سکتی ہیں، میں ہر تین ماہوں کا)۔" عین غازی دیکھ کر مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"مالی جوتز (میرے غبارے)؟" اس نے اپنے ہاتھ میں بکڑے رنگ پر غازی کی طرف دیکھا تھا۔

"ویری ہائس، ریلیز ویم (ان کو آزاد کر دو)۔" عین غازی نے جھک کر غازیوں کو دیکھا اور پھر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس نے حیرت سے اسے دیکھا تاہم عین غازی اس کے ہینکے انگلیوں میں جٹا چہرے پر ہی تھی، اب وہ مکمل غازیوں کی طرف متوجہ تھی۔

"آئی وونٹ بیو اٹک آپس ان مالی کارے" عین غازی کی کہیں بھانپ کر پھر کر دیا۔

"آئی جیسٹ لوو بیو لوتز" وہ پچھلی آنکھوں کو جھپک کر عین غازی سے مخاطب ہوئی تھی۔ وہ ان غازیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن پاش نے اس کو مکمل بھوکا تھا اور اس بل کی اور لٹ کا مٹا، لیکن بھی

غازیوں کو پکھڑا کر دیا۔ پھر وہ اس کے غازیوں کو خزاں، سفید آسمان اور دیکھنا غازیوں کا قول، وہ پچھلی شرف سے کھڑی غازیوں کی پرواز کو دیکھ کر غازی تھی اور اسی شرف اور آسمان کے عین غازی نظر کر اس کی پر تھی۔ عین غازیوں کی اڑان سے بے خبر تھا اور وہ لڑکی اس کی نظروں سے غازیوں کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی اس نے اپنے ہاتھ اشارہ کیا کہ اتار کر اس کی گاڑی کے بوٹ میں دکھا اور گاڑی میں آ کر کھڑی گاڑی میں بیٹھتی تھی اس کا اندازہ ہوا کہ پھر کد دس رہی ہے۔

"جھپک ہو فار رات۔" وہ اپنے بالوں کو سمیٹتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

"جھپک ہو۔" اس مسکراہٹ چہرے پر تھا کہ اس نے اسے دیکھا۔ "فار ایک جھپک دالٹ۔" وہ قدرے شرمیلے لہجے میں بولا جو وہ اپنے ساتھ بیٹھتی تھی "سم کاسٹرو ہی بیو ٹو ٹرسٹ سم دان (میں کسی پر اعتبار کرنا چاہتا ہوں)۔" وہ نے غازی سے بولی۔

"مفقت ہو مجھے اٹاں۔" عین غازی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ کالے کچھ بال، گندمی رنگت، گہری برائوں آنکھیں، وہ متذبذب کا دکھار ہونے لگا تھا۔

"آریو؟" "آئی ایم مسلم ایڈ فرام پاکستان۔" عین غازی کے دھورے سوال کو وہ بخوبی سمجھتی تھی۔ اس نے آہستہ سے اس کی طرف دیکھا اور اپنے پہلے خیال کی خودی تائی کی۔ "خوب کر رہے گی جب تک نہیں گئے ہم حراج دو۔" وہ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر اٹھا۔ اسے احساس ہے اس کے دل کو کہ وہ پوچھا تھا۔

"عین غازی؟" انہوں نے اپنا حصارف کر دیا۔ "مسلم؟" اس نے انہیں دیکھ کر پوچھا۔ "الوہدہ۔" وہ اس کی بات دیکھ کر

"ہائس ٹیم۔" وہ اپنے اشارہ تعریف کرنے لگا۔ "ہائس یونٹ ہے مسٹر جین؟" وہ گرائے تھی۔ "جی ہاں۔" عین غازی نے اسے دیکھا جو اپنے لہجے کے گوشت میں دھکے چھٹی تھی۔ "رات فرام اور مین روڈ جائیز۔" وہ اب اس کو اپنے ہاتھ میں تانے لگی تھی لیکن ناموٹی سے اس کے ہاتھ لگے ایڈر میں کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

اور اپنی کاپا پلٹ جانے پر بھی حیرت اس کو اس کے بوری میں شایہ سی پلٹے یا بعد میں وہ بھی اپنی حیرت سے دو چار ہوا۔

اپنی نظری حیرت، پہلی ملاقات کا سرور۔ وہ اس کی لوگوں میں شامل ہو گیا تھا جن کو بھی وہ پاگل اور بے وقوف گردانتا تھا۔ اس کی مٹلوی جگہ پر وہ اپنا کوٹ اور غازی ہاتھ میں بکڑے ان کا کھڑکے اور اس کے گاڑی سے اتر چکی تھی لیکن عین غازی اس کے ہاتھ سے اس کی ہانک دیکھ کر اس کی ہانک سے اتر چکی تھی۔

☆☆☆

"غرض اعتراف نہیں ہوٹ۔" پچھلے تین ماہ سے غرض غازی کی تکلیف تھا۔

انہی نیوٹ کا اصل مقصد نیوٹن اور کپور کا سز تھا، انہی نیوٹ کی دیکھ بھال اور نیوٹن جو چانے کے لیے وہیل ٹریڈ اور قابل دیکھ بھال لاسٹھ کا انتظام کرتی تھی۔ غرض انہی نیوٹ کے درمیان اعتراف نہیں ہوا تھا۔ غرض انہی نیوٹ کا کامیاب اس کے ہاتھ کر انہی نیوٹ کی دیکھ بھال کا متاثر کر سکتا تھا۔ انہی نیوٹ اور روزت کے ہائی گریڈ غرض اعتراف نہیں ہوٹ کو کامیابی کی بلند یوں پر لے جا رہے تھے، یہی وجہ تھی کہ عین غازی سال میں دو اب اپنی لڑکی لینے کی پلاننگ کر رہی تھی۔

اس سب کامیابی میں غرض کی دن رات کی محنت اور عین غازی کا تعاون اور مشورے سے بھی شامل

اور غرض کے ساتھ وہ چاند روئے کے باوجود غرض اس کے بے تکلف شہسوار بات کہنا کرتی تھی، سنوا بھی لیا کرتی تھی لیکن ایک جھگ دونوں عین غازی کے درمیان پیشہ رہا ہے۔ عین غازی نے سائز پر کے کیا تھا؟ اسکو وہ پچھلے نیوٹ میں ان کی ڈگری مکمل ہوتے ہی وہ دھن دھن ٹوٹ آئے تھے اور بعد اچھی غازیوں کے ساتھ برس میں لگ گئے۔ سفید غازی کا کافی سال پہلے ایک رات ایسے سوئیں کہ پھر اٹھ نہ سکیں۔ عین غازی میں قیامت کا سماں تھا، جوانی کی موت اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے سہارا چھوڑ کر چلے جانے پر ہر اک ٹکڑا اٹھارہ گا۔ وقت سب سے بڑا غم ہوتا ہے، جو آہستہ آہستہ ہر دم کو متھ چک کر دیتا ہے، وہ ہی جس نے جان لیا ہوئی تھی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑا شت کرنا سکھاتا رہی ہیں۔

عین غرض بھی سنبھل رہے تھے، سفید غرض اپنی غازی کی تلاش میں جنہوں نے عین غازی کو سنبھال لیا تھا۔

دو سال پہلے عین ایک برس ذیل کے مسئلے میں ہو کے آئے تھے، غرض نے انہی نیوٹ کی سلیک کے لیے حیرت انگیز کرنی تھی جو عین کے ماتھے پر دو بھی ہو کے لگی تھی۔ پانچ سو غازیوں عین کے وطن واپس آئے تھے وہ پچھلے غرض ہو کے جانے کی اور پھر دونوں واپس آ جا میں گئے۔ جس دن دونوں نے واپس آ تھا، اسی دن بعد اچھی غازی ایک مرد ڈاکٹر نیوٹ میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، پھر عین عین اور غرض کے لیے یہ ساتھ کس قدر بااثر ہو گیا۔ عین غازی نے جانے نہیں دیا، وہ دونوں اس شعور کی طرف نہیں گئے تھے اور وہی کے بعد موت کی حقیقت سے بھی آشنا ہو گئے تھے، پچھلے دونوں نے سالانہ ایک کار اور متوج وقت پر اپنے نیوٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اب روٹ ہوئی تھی عفاف نے دیکھا ایک لڑکی ہے
تھا خداوندے جاری ہے اور وہ لڑکا اس کو مل دے
بارہا ہے۔ عفاف کے قدم خود بخود ان کی جانب
پڑے تھے۔ ہاں آکر کمری ہوئی تو پوچھنے پر صبر
ان کی بازی کی تا کمال موت کی خبر نہ جان سکا۔
ہوئے کے باوجود اس کو بھی پریشان کر گئی۔ یوں
وہ مدت ان کے ساتھ رہی، عروش کو حوصلہ دیا،
اس کا خیال برکتا، ایسے ہی وہ اس سے برسوں کی
شناسائی ہو۔ ایک بار روٹ ہو کر پھر آ کر کھٹے کھانے
میں اپنی خیال کرنے کی عادت کے باعث عفاف
نے عروش کے دل میں ایک خاص مقام بنالیا تھا یوں
دلوں کی دوستی ہوگی۔ دوست وہ ہوتا ہے جو مشکل
وقت میں آپ کا ساتھ دے، سہارا بنے۔ عفاف
نے دوست نہ ہوتے ہوئے بھی ایک خاص دوست کا
حق ادا کیا تھا۔ پاکستان اسلام آباد انٹرنیشنل
ایئر پورٹ پر پہاڑ کے لینڈ کرنے تک عفاف عروش
کے ساتھ ساتھ رہی۔ ان کی دوستی کا آغاز ہو گیا تھا،
جو آج ایک مشہور دوستی میں ڈھل چکا تھا۔

عفاف سے سہارا عروش کی ایک انٹرنیشنل
آرگنائزیشن میں روٹنی کاؤڈرٹین کو جوائن کیا تھا اور
پاکستان میں اس کی پہانچ کی باگ، دوڑی قدم داری
اپنے سر لی گئی۔ روٹنی کاؤڈرٹین کے لیے مسلسل چھ
سات مہینے کی تک وہ کے بعد عفاف کو ایسی مناسب
جگہ پیش کر سکی، جس کو وہ روٹنی کاؤڈرٹین کے میں
آفس کے لیے استعمال کر سکتی۔ ایسے میں جب اس
سینکڑوں کے عروش سے کال کرنے کے دوران ہوا تو
اس نے عروش اسٹیٹ کی عمارت میں روٹنی
کاؤڈرٹین کے آفس کی بنیاد رکھنے کا مشورہ دیا، جس
کو عفاف نے خود ہی سوچ بچار کے بعد قبول کر لیا اور
یوں عفاف نے عروش اسٹیٹ کی نیوٹ کے دو کمرے
کمرے پر ملے کر روٹنی کاؤڈرٹین کا آفیس بنا دیا۔ ایک
جگہ کام کرنے کی وجہ سے دونوں کی دوستی بڑھان
مشہور ہو گئی تھی۔ عفاف نے بھی بہترین پیش میں

عفاف کو دیکھنا آکا آکا سامنا ہوا تھا۔
دو ڈھائی سال بعد اب پھر عروش کو انسی
نیوٹ کی بھڑکی کے لیے ایک ڈیل کے لیے بے کے
جانا تھا۔ کوس کے لیے اپنی کیا تو خوش ہوئی
اس کو اپنے میں کیا تھا لیکن اس کو اکیلے جانے
کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ جس کے لیے
پچھلے دو ہفتے سے وہ ان کو اس کی کرنے کی کوشش میں
لگی ہوئی تھی۔ والدین کی وفات کے بعد بہنیں بچ
حاجہ عروش کو بگڑے ہوئے تو وہ خاص طرح
انسان کے ساتھ ان کی وفات کے بعد ان کا مزاج
بالکل ہی الگ نوعیت اختیار کر چکا تھا۔ ان کے شے
نے عروش کو ان سے دور کر دیا تھا، ایسے میں ان کا
اکیلان بھی بڑھ گیا تھا۔

”دادو“ عروش، سفید سے قرعہ جی، وقتا
وقتہ دونوں بہن کے بدلے مزاج سے متعلق الگ
الگ طرح کی وضوح کو نکال بھی کرتی رہتی تھیں۔
”ہاں ہلو ہے“ اسے بھی کھانا جانے
میں مصروف تھیں کہ عروش اس کی نیوٹ سے کوئی تو
ان کے پاس ہی آکر کمری ہوئی تھی۔
”شام کو پوری آکر آئی ہے دوست آکر آئی ہے، تو کھانے
میں کیا ہے؟“ عروش اور عروش جھانکے ہوئے ان
سے پوچھنے لگی۔
”آج تو نامسا اہتمام ہے، برائی چالی ہے،
ٹائی کپ اور پینٹ بڑھان بھی ہے۔“ سفینہ نے
اس کو آگاہ کیا۔

”دادو زیروست، ٹیس پھر ٹھیک ہے۔ میں
فرمیں ہو کر آتی ہوں پھر آپ کی پہلپ کرادوں
گی۔“ عروش خوشی سے ان کو یاد کر کے بولی۔
”ہاں اب تو کھانے میں ہی پہلپ ہو چکی ہے
کچ تو صبر کچھ کیا۔“ سفینہ نے مسکراتے ہوئے
”بھیس پہلپ نہیں بھی ہو تو لیں کر سکتی
چاہے۔“ عروش بھی شرمے لے رہی تھی۔
”اب تو لیں کر سکتی ہی ہے کی تاں، اس کے

”دادو! لالہ جی آگئے ہیں؟“ وہ جانتے جانتے
میں سے پوچھنے کی فرس سے کہتی تھی۔
”ہاں ہوا آج جلدی آگیا تھا، کچھ ہوا تھا کہ
فیت سے سب سے آرام کر رہا ہے، تم اٹھاؤ، دوست
بھوک لگی ہو۔“ سفینہ نے اسے بہن کے بارے
میں بتایا تو وہ پروسٹ اعجاز میں اثبات میں سر ہلا کر
”ہاں نے گل لگی تھی اور اپنے کمرے میں جانے کے
جاتے وہ بہن یازدی کے کمرے کی طرف پڑھی کہ
ہن کو کھانا ہے اور عفاف کے آگے بھی کھانا ہے۔“

”لالہ؟“ عروش، بہن کو کو بیڑی مطالعہ کے
کمرے تک آتی تھی۔ اس نے انھیں کھانا اور دو ٹک
بیکر پر پیش کی انھیں سوندے بہن کی دم چوڑے
تھے آگے کھین کھول کر جوتی سے است نکھا۔

”لالہ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟“ وہ
اس کی طرف بڑی اور ان کی عجیب سی حالت کو دیکھ کر
”ہاں، میں اس لیے پوچھنے لگی۔“
”ہاں میں ٹھیک ہوں۔ کب آئیں تم؟“
”میں آئی دو گھنٹہ تک آئی ہے اس کی طرف
دیکھو اس سے پوچھ رہے تھے۔“
”ہاں لالہ! لالہ جی کچھ ہی دیر ہوئی ہے، اچھا ہوا
آپ جلدی آگئے۔“ عروش نے بہن کو دیکھ کر کہا،
”ہاں نے سوایہ تقریوں سے اسے بہن کو کھانا کھا
”عفاف“ اچھی ہے ناں، اس نے کیا تھا کھا کھا
”ام نہم کے آگے کی تو میں نے کیا تھا کہ وہ ڈر
”اے ساتھ کرے۔“ عروش نے ان کو اطلاع دی۔
”تو لالہ پینٹ آپ فرمیں ہو جائیں ناں، وہ
”میں وقت بھی آ سکتی ہے۔“ عروش نے منت بھرے
لیکن کیا تو بہن سے کچھ واسطی لیا۔ انھوں نے کرا
”اچھے کچھے کچھے اور کھانا کھا۔“
”فرمیں ہو کر آتا ہوں۔“ ہم مسکراہٹ کے
ساتھ وہ بہن عروش کو تھانہ کر گئیں۔

”اس سے جلدی آگیا تھا، ایک کپ جانے
کے بعد سے کچھ بھی غیب نہیں ہوا اور اب بھوک
ذروں پر ہے۔“ بہنیں کرا کر اس کو کھانے لگے تھے۔
”اچھا آپ فرمیں ہو جائیں، میں عفاف سے
پوچھتی ہوں کہ کب آئے گی۔“ عروش باہر کی
جانب قدم بڑھا کر بولی تو بہن نے بھی مطالعہ کے
کمرے سے باہر کی طرف قدم بڑھا کر اپنے کمرے
کا رخ کیا۔

”لالہ! وہ دونوں ہی لاڈلی بچے تھے عروش
نے یک لخت ایئر کپڑا تو اپنے کمرے کی طرف
قدم بڑھا تے بہن نے لپٹ کر اسے دیکھا۔
”کچھ فرمیں کر سکتی ہوں۔“ عروش ان کی
طرف دیکھ کر قدم سے ڈرتے ڈرتے اس سے پوچھنے
لگی۔
”ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ بالکل کر سکتی ہو۔“
”بہن جیروں ہی تو ہوتے تھے۔“
”کیا آپ ابھی بیک شلوار سوٹ پہن سکتے
ہیں۔“ عروش ان کی طرف دیکھ کر بولے گی۔ اس
کے وہ جینز اور وائٹ کی شرٹ زیب تن کیے،
کھڑے ہالوں سرخ آنکھوں، لپٹی ہوئی شہ کے
ساتھ اٹھائی دھن لگ رہے تھے یا شاید بیک بہن
کی نظر میں جس کو اپنے کھانے والے لالہ کی بیرو
سے کم نہ لگ رہے تھے۔ کچھ تک سے تیار ہوتے
بہن بیک شلوار سوٹ میں سے حد ڈیزٹ کھتے تھے
تو ایسے میں عروش نے فرما لیں کر دی شاید وہ عفاف
پر اپر پہن بٹانا چاہ رہی تھی۔ جب جب اس نے
عفاف سے بہن کا ذکر کیا ان کو غصیلے انداز کو ہی
ساتھ لائی تھی اب ہی تو کچھ عفاف ان کو بکھلا لالہ کہ
اس کو بھڑائی تھی۔
”بیک شلوار سوٹ کیوں؟“ بہن نے صاحب
تقریوں سے اسے دیکھا۔
”دیکھی۔“ اب وہ اس کو کیا بتاتی کہ وہ

جراہاً نظر ہے لیکن دیکھتے ہیں کسی مہاراجا سے کم نہیں۔

”لو کہہ دیجیہ نام کوہ۔“ مبینہ کہری سکرماہت کے ساتھ کہہ رہے کرے کی جانب بڑھ گئے تھے اور عروش کسی یس میں ”پاہو“ کا غور و فکر عروش کو ذمہ کرنے اور اس کو حیران کرنے کی چال چلنے کرنے لگی۔

☆☆☆☆

پچھلے دو دن سے وہ مبینہ پیشین کے گیت پر نظریں جمائے کشتی و لٹ میں چلائی تھی بارود و خوراک ملاحت بھی کر چکی تھی کہ اس کو مبینہ پیشین آنے کی مانی نہیں بھرنی چاہیے گی۔ عروش کے بچے کے جانے میں املاحت ملنے کے لیے مبینہ سے مذاکرات کے لیے کوئی بھی گریں نکل نہیں رہا تھا جسے تھا۔ اب اس کی جتنی بات سمجھنے کے لیے تھی وہ اپنی جگہ کی جگہ پر پہنچتی جھیل کر رہی تھی باپ عروش کی جگہ چلی کے بعد اس کی زندگی کا حصہ کیسے لیکن اس کے ساتھ ہی عروش کا اکل جیجہ لوبیت کا تھا، ایک لے دے انداز کا سا عروش نے جس انداز سے مبینہ کا ذکر کر رکھا تھا وہ بھی اس کے منہ سے بگ رہی تھی۔ بہر حال جو بھی تھا یہاں تک پہنچ گئی تھی تو اب گیت کو جود کر کے ساری صورت حال کا سامنا بھی کر رہی تھا۔ یک لخت اس کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی، اس نے یکے سے موبائل نکال کر اسکرین پر جھنگٹے نام کو دیکھا تو جیسے اعتبار سکر ہوئی۔

”ہیلو، السلام علیکم؟“ دوسرے پہلے وہ چلاہر سلیج کی سے ہوئی۔

”وہیک السلام، سہتی رہو، اللہ نصیب اچھے کرے۔“ عروش کی جھنگٹ آواز پر اس کا قہقہہ بلند ہوا۔

”جیت شکر یہ ادویہ لیاں اچھے ان دعاؤں کی ضرورت تھی۔“ عروش بھی شرارت سے ہوئی۔

”اوسے یہ تو شرارت اور جواب شرارت

میشین کے گیت کی طرف دیکھا۔

”ہیلو!۔۔۔ ہاں واقعی۔“ عروش نے ہنس دیکھی۔

”جیسا چھوڑو یہ تانا کر کشتی دیر تک بیچو گی؟“ عروش نے اس سے پوچھا۔

”کہاں بیچتا ہے؟“ عروش کی حیرت میں ڈوبی آواز پر عروش نے موبائل کو گھورا تھا۔

”کیا مطلب کہاں بیچتا ہے؟“ عروش تجزی سے ہوئی۔

”یہ تو تم تانا تاں۔“ عروش نے اسے زنج کرنے کے لیے کہا۔

”ہم نے ڈنڑیا کے ساتھ کرنا تھا، مبینہ پیشین میں۔“ عروش نے فرمایا۔

”لو، ہاں گا، اہم ریلی سوری عروش میں بائگل ہی بھول گئی۔“ عروش نے سکرماہت دیا کر کہا۔

”واٹ؟“ عروش پچھنی تھی۔ ”یہ کیا طریقہ ہے

عروش میں نے لار کو بھی کہہ دیا، داد سے بھی کو کہا تھا تم نے یہاں ملا ہے۔“ عروش زراعت سے ہوئی۔

”سوری، ایک ضروری پیشین بھی اس میں ہی ایچ بھی تو۔“ عروش مسلسل اس کو پیشین لار رہی تھی۔

”اس کے، مینٹک عروش سے زیادہ ضروری تھی۔“ عروش اب شرمندہ گئی میں گھر سے گئی تھی، خواہ مخواہ ہی عروش کو کہہ رہی تھی کہ اس کے لیے تو اس کی کوئی ایسے سے نہیں، اس کے لیے اس کے کام زیادہ ضروری ہیں۔

”میشین، ایسی بات نہیں ہے۔ تم میرے لیے بہت خاص ہو۔“ عروش کو اب اپنی کسی رو دکھا تھا، ہوا، ہوا، نظروں سے اوجھل ہونے کے باوجود وہ اس کے ہاتھ دے دیکھ رہی تھی۔

”آئی تو جینک بے سوچے۔“ عروش اب مکمل سلیج کی اپنا چلی گئی۔

”تھکا ہو گئی ہو؟“

”میشین تو۔“ عروش ہی موز میں ہوئی۔

”اچھا تاہم کتنے بچے آقا تھا۔“ عروش کو اسے

کی بات نہیں ہوئی، ہم پھر ہی کھانا مانتا تھا کہ اس کے گیت کی طرف دیکھا۔

”لو کہہ دیجیہ نام کوہ۔“ مبینہ کہری سکرماہت کے ساتھ کہہ رہے کرے کی جانب بڑھ گئے تھے اور عروش کسی یس میں ”پاہو“ کا غور و فکر عروش کو ذمہ کرنے اور اس کو حیران کرنے کی چال چلنے کرنے لگی۔

پچھلے دو دن سے وہ مبینہ پیشین کے گیت پر نظریں جمائے کشتی و لٹ میں چلائی تھی بارود و خوراک ملاحت بھی کر چکی تھی کہ اس کو مبینہ پیشین آنے کی مانی نہیں بھرنی چاہیے گی۔ عروش کے بچے کے جانے میں املاحت ملنے کے لیے مبینہ سے مذاکرات کے لیے کوئی بھی گریں نکل نہیں رہا تھا جسے تھا۔ اب اس کی جتنی بات سمجھنے کے لیے تھی وہ اپنی جگہ کی جگہ پر پہنچتی جھیل کر رہی تھی باپ عروش کی جگہ چلی کے بعد اس کی زندگی کا حصہ کیسے لیکن اس کے ساتھ ہی عروش کا اکل جیجہ لوبیت کا تھا، ایک لے دے انداز کا سا عروش نے جس انداز سے مبینہ کا ذکر کر رکھا تھا وہ بھی اس کے منہ سے بگ رہی تھی۔ بہر حال جو بھی تھا یہاں تک پہنچ گئی تھی تو اب گیت کو جود کر کے ساری صورت حال کا سامنا بھی کر رہی تھا۔ یک لخت اس کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی، اس نے یکے سے موبائل نکال کر اسکرین پر جھنگٹے نام کو دیکھا تو جیسے اعتبار سکر ہوئی۔

”ہیلو، السلام علیکم؟“ دوسرے پہلے وہ چلاہر سلیج کی سے ہوئی۔

”وہیک السلام، سہتی رہو، اللہ نصیب اچھے کرے۔“ عروش کی جھنگٹ آواز پر اس کا قہقہہ بلند ہوا۔

”جیت شکر یہ ادویہ لیاں اچھے ان دعاؤں کی ضرورت تھی۔“ عروش بھی شرارت سے ہوئی۔

”اوسے یہ تو شرارت اور جواب شرارت

میشین کے گیت کی طرف دیکھا۔

”ہیلو!۔۔۔ ہاں واقعی۔“ عروش نے ہنس دیکھی۔

”جیسا چھوڑو یہ تانا کر کشتی دیر تک بیچو گی؟“ عروش نے اس سے پوچھا۔

”کہاں بیچتا ہے؟“ عروش کی حیرت میں ڈوبی آواز پر عروش نے موبائل کو گھورا تھا۔

”کیا مطلب کہاں بیچتا ہے؟“ عروش تجزی سے ہوئی۔

”یہ تو تم تانا تاں۔“ عروش نے اسے زنج کرنے کے لیے کہا۔

”ہم نے ڈنڑیا کے ساتھ کرنا تھا، مبینہ پیشین میں۔“ عروش نے فرمایا۔

”لو، ہاں گا، اہم ریلی سوری عروش میں بائگل ہی بھول گئی۔“ عروش نے سکرماہت دیا کر کہا۔

”واٹ؟“ عروش پچھنی تھی۔ ”یہ کیا طریقہ ہے عروش میں نے لار کو بھی کہہ دیا، داد سے بھی کو کہا تھا تم نے یہاں ملا ہے۔“ عروش زراعت سے ہوئی۔

”سوری، ایک ضروری پیشین بھی اس میں ہی ایچ بھی تو۔“ عروش مسلسل اس کو پیشین لار رہی تھی۔

”اس کے، مینٹک عروش سے زیادہ ضروری تھی۔“ عروش اب شرمندہ گئی میں گھر سے گئی تھی، خواہ مخواہ ہی عروش کو کہہ رہی تھی کہ اس کے لیے تو اس کی کوئی ایسے سے نہیں، اس کے لیے اس کے کام زیادہ ضروری ہیں۔

طرف کرنے کے کہہ دیا میں کی ہے۔“ ایک دھڑکن لگی۔

”اچھا، یہ وہاں دو اور بھی تھوڑے کر کے تھوڑے بھی املاحت کی ایک کائنات روڈ پر ڈنڈا پر کر رہی ہو۔“ مانی نے نرم سے کھینچے میں کائنات آواز سے بے بسی سے ڈنڈا پر ڈنڈا کر رہی تھوڑے کر کے دیکھا۔

”دیکھ کر۔۔۔ دیکھ کر۔۔۔“ اس نے جیسے ہی نظریں روڈ سے جٹا میں گاڑی بھی لڑکھا رہی جس پر مانی نے یک دم اسٹریک وکیل پر ہاتھ رکھا۔ دل آواز پر کو ایک باہر بھر پھڑ سے پیسے آئے شرارت ہو گئے تھے۔

”جسٹ ریلیکس۔“ مانی نے دھڑکا کاشیتہ نیچے کر کے ہوئے کہا۔

”آج ٹھیک لائیں ہیں، دونوں سائڈ مرور دیکھا اور ہر ایک دھڑکا اور اب ہر ایک پیدل پر دو ڈنڈا شروع کر۔“ دل آواز پر خاموشی سے دونوں ہاتھوں سے اسٹریک وکیل کو پکڑے بے اسجائے تھوڑے کر کے ڈنڈا پر کر رہی تھی، مانی اپنے مخصوص دوستانہ لکچ میں اس کو دیکھتے دے رہا تھا، وہ اس کی دیکھتے پر عمل کر رہی تھی۔

”آف۔“ ڈنڈا جگہ تو پیری جان نکال لے گی۔ وہ فٹو تھپے سے پیسہ صاف کرتے ہوئے ہوئی۔

”مگر نہ کر، ڈنڈا جگہ کیچھے سے کوئی نہیں مرنا۔“ مانی نے سکرماہت کو کہا تو دل آواز پر اس کی دھنک سکرماہت کے عروش کر رہا ہوئے لگی۔

مانی اس کو گڑا لائیک کے جیادہ تو ایمین جٹا رہا تھا، دل آواز اس کی آواز کے عروش کر رہا تھا اس کو سن رہی تھی۔

”ہر ایک ہر ایک۔“ دوسرے لے مانی نے قہر سے بڑا آواز میں اس کا دھیان دلی جانے والی ٹھیک لائیں کی طرف دلانے کی کوشش کی۔ جہاں ایسٹ سے زیادہ کی رفتار سے

”ہر ایک ہر ایک۔“ دوسرے لے مانی نے قہر سے بڑا آواز میں اس کا دھیان دلی جانے والی ٹھیک لائیں کی طرف دلانے کی کوشش کی۔ جہاں ایسٹ سے زیادہ کی رفتار سے

”اگرچہ وہی تو ایسے آگے بڑھ رہی تھی جیسے یہاں کے بچے بچے سے واقف نہ تھے۔“ تب تک نے تجھے کس سچے میں کہا کہ عفاف یک لخت ہی شرمندہ ہوئی۔

”آج ابھی آپ کو عروش کے پاس چھوڑ دیا ہوں۔“ وہاں تھوڑی کھڑی تھی۔ جب کچھ بولی تو تب تک سر کر کے اُسے اور قدم اندر کی جانب بڑھا دیے۔ عفاف نے سرفا کر ان کی طرف دیکھا، گہرا سانس خارج کر کے ان کے پیچھے قدم بڑھا دیے۔ ”دیکھو آپ کا نام کیا ہے؟“ تب تک میں کی ڈاگو حیدر کو نہیں سہرا لے کر بڑھ رہا ہوں؟“ یکدم تب تک نے بھڑک کر دوں کے پلٹ کر اسے دیکھا۔ عفاف نے بے احتیاجیت سے انہیں دیکھا۔ عروش پر گہری خاموشی اور تنیدگی کی لہریں چلتی گہری آنکھوں کی چٹائی میں سے چھائی ایک مسکراہٹ اور شرارت اس کی آنکھوں سے چھپتی نہ تھی۔

”یہ نہ ہو ورنہ قدم رہکتے ہی خود کھس دھاکا ہو جائے اور۔۔۔“

”کیا میں آپ کو کھل سے کوئی دہشت گرد لگتی ہوں؟“ عفاف اس کی بات کا ٹک ٹکک حرافی سے بولی۔

”اب کسی کے ماتھے پر نہیں چسپاں ہوتا تاں کہ اس کے دل میں کیا ہے۔“ تب تک نے دونوں ہاتھ باہر بٹھے ہوئے گہری نظر اس پر ڈالی مگر عفاف لب کر رہی تھی۔

”عفاف؟“ وہ دم آواز میں بولی۔ ”ہائیں خیم۔“ تب تک نیازی نے اس کی جھگی نظر کو اپنی گہری نظروں کے حصار میں لے کر کہا، ہلکے جھپکیں اس کی ہنسنے لگی تھیں۔

”تب تک نیازی؟“ تب تک نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا، عفاف نے ہلک کر اسے دیکھا، نظر میں اس کے چہرے پر ہر ہاتھ بڑھا دیا۔

”تاکس بٹنگ ہو۔“ عفاف نے بائیسے اپنا

چھوڑ دیا اور مگر کچھ کہے اندر بڑھ گئے تو دوسرے پل عفاف کا دل چاہا یہاں سے ہی واپس پلٹ جاتے لیکن۔۔۔ اب اس نے قدم اندر کی جانب بڑھا دیے تھے۔

”آپ نہیں۔ میں عروش کو چاہتا ہوں۔“ وہ ڈراٹھک دم میں داخل ہوئی تو تب تک نے سہمان توڑی تپا ہے نہ کیا۔

”کیا میں۔۔۔“ عفاف نے اسے روک کر کہا۔ ”کیا تب تک عروش کے کمرے میں جا سکتی ہوں۔“ اس نے بات مکمل کی تو تب تک نے اسے دیکھا۔

”پوچھ رہی ہیں تو ملنا کر دی ہیں، بتا رہی ہیں تو اس کی ضرورت نہیں۔ آپ بات اپنی ہی کر سکتیں، کسی شک کی ضرورت نہیں ہے۔“ تب تک نیازی کا اپنا ہی ایک انداز تھا، عفاف نے انہیں دیکھا۔

”عروش کے کمرے تک مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت نہ ہے۔“ عفاف کو جانتے ہوئے بھی اس نے یہ کہنا پڑا تھا کیوں کہ وہ عروش کی طرف سے گام کی سمت سے اچانک تھی۔

”بندہ حاضر ہے جناب! مجلس۔“ تب تک نیازی قدم سے شرعاً کچھ نہیں بولے۔

”وہی بھی خوب صورت لوگوں کی مہربانی کم لوگوں کو ہی سہرا آتی ہے۔“ تب تک زرب لب بولے لیکن عفاف تک خونی ہے پلٹے لوگوں کی سرکھائی جتنی بھی اس نے پنڈ کر ان کی طرف سے نظر نہ پھیریں۔

”جی جی کچھ چہرے اسے شام کیوں لگتے ہیں؟“ اس کے ہر اوہ چلتے تب تک نے بے اعتماد دم آواز میں بظاہر خود کھائی کی جھگی نہیں ارادہ اس سے سوال کا تھا۔

”بعض اوقات چہروں کی مشابہت ہمیں دھوکوں سے دوچار کر دیتی ہے، جو چہرے بظاہر شامسا لگتے ہیں مگر ان کے پیچھے صد ہجرت جیتے نہیں ہوتی ہے۔“ عفاف ان کی بے حد کی بے لگشی سے زنج ہوئے ہوئے بولی تو تب تک نیازی نے گہری

”پاکل، لیکن جی ایسا بھی ہوتا ہے، اور جیتے کا ہر دانش و دانش لیا جاتا ہے، کچھ عیب پوچھو دیکھا شاید تصور رہتا ہے لیکن۔۔۔“

”عروش کا دم کہاں ہے؟“ اس سے پہلے تب تک اس بحث کو طویل کر کے عفاف نے انکار میں بھرے لہجے میں اس کی بات کا ٹک کر ان سے پوچھا۔ تب تک نے اسے دیکھا، ایک لخت ہی حیرت تو اس کو اٹھانے اس سے آگے بڑھ گیا اور ایک ریزہ کر کے دروازے پر دستک دے گئے۔

”تم نے کوئی لٹے آیا ہے۔“ عروش نے شاید پوچھا تھا کہ کون ہے عفاف، تب تک قدم اٹھائی اس کے مقابلے کھڑی ہوئی تھی۔

”مغنی۔“ دوسرے لمبے عروش نے دروازہ کھولا تو عفاف کو کھڑا دیکھ کر بے احتیاجیت سے پلٹے اسے اور ہنسنے لگی۔

”جو مہنگو۔ دھوکے باز۔“ فراز لڑکی۔۔۔ تب تک نے اس کی سزا لے لی اب۔۔۔ وہ اس سے کچھ بھی کہنا نہیں کا تھا کہ اس کو طرح طرح القاب سے توڑنے لگی اور عفاف تب تک کی سوجھ بوجھ میں اس کے اس درمیل پر کل بھری تھی۔

”بے خوف۔“ تب تک زرب لب بولے اور واپس قدم بڑھا دیے۔

”لالا! عروش نے اسے پکارا تو اس کے قدم رک گئے۔

”لالا! یہ عفاف ہے، میری سب سے اچھی اور کچھ سبیل دوست۔“ عروش اس کا ہاتھ پکڑے تب تک کے پاس آ کھڑی ہوئی اور اس کا عفاف گردا لے گئی۔

”اوجھا، میں کب سے پوچھ رہا ہوں لیکن انہوں نے کچھ نہیں بتایا، ماشاء اللہ تو یہ عفاف ہیں۔ بہت خوش ہوئی، اب آپ سے مل کر عفاف۔“ تب تک نے کہا اور ہاتھ بڑھا دیا، عفاف نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ اس سے اس کو زرب کر کے کے سارے

”سکرار ہے۔ عفاف نے اب عروش کو دیکھا۔ ”السلام علیکم؟ آپ کی بہت تعریف سنی ہے عروش سے، آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔“ عفاف نے اس کے ہاتھ کو مکمل نظر انداز کر کے کہا۔ تب تک عفاف معمول قہر کا کہنے اور عروش نے حیرت سے عفاف کو دیکھا اور من ہی من اس کی حرکت کی داد دی لیکن عفاف قہر اس کی کھٹ سے ہاتھ تھا۔

”بہت شکریہ۔“ تب تک نے اپنا ہاتھ پیچھے کر کے بڑھا دیا تب تک میں کہا۔ ”لالا! یہ بات ہے، آج آپ کا قہر بڑا بڑھ رہا ہے۔“ عروش نے سکرار تب تک کو دیکھا۔

”کھانا کب تک چارے ہے؟“ تب تک نے اس کے سوال اور عفاف کے تاثرات کو مکمل نظر انداز کر کے پوچھا۔

”اس لالہ کچھ دیر تک، دادو نے کہا تھا کھانا تیار ہے۔ عفاف اطمینان سے ہوجاؤ پھر ساتھ ہی کھانا کھا لیں گے۔“ عروش نے تب تک کو بتاتے ہوئے عفاف سے کہا تو اس نے انہات میں مل گیا۔

”دیکھتے ہیں کہ پھر سے سوٹ پر کوئی لکھ نہیں دیا۔“ تب تک نے کچھ اٹھیں سے عفاف کو دیکھ کر عروش سے مخاطب ہوا۔

”لالا! آپ تو بیدار ہیں اور اسٹوڈیو بلیک شٹلور سوٹ میں۔“

”جی جی کالے کو لے گئے ہیں۔“ عفاف کے لب لہڑاؤ آواز نہ جانے کیسے بدلے ہوئی۔ دوسرے پل اس نے لب کاٹ لیے تب تک اسے دونوں تب تک نے بھونچ کر ایک ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر دونوں کا قہر ایک ساتھ گونجا جو عفاف کو شرمندہ کیوں میں دھکیل گیا۔ اب وہ خود کو کامیاب کرنے کی جھگی کر خود کو خود ہی محل تب تک کے لب ہلا دیے۔

”ہاں جی! آج کل آپ کا سوا کچھ بھر بہت نامیوش ہے، کمرہ غائب ہے آپ کی مہارانی۔“

اندھ دھڑو رہے تھے۔
 "بھرا ہوا ہاٹل خاموش ہے؟" احسن ندیم نے
 حیرت سے اسے دیکھا۔
 "نیکس پارک، آٹھ دوڑیں، ماں بیٹا ڈھڑب نہ ہو،
 اس لیے میرا سوپاٹل اس پر گیا مچا لیا کرتا ہے۔" احسن
 ندیم نے خیرے لگے سر اڑائی فروٹ نوش کرتی خن کو
 دیکھ کر عدی سے مخاطب ہوئے تھے۔
 "نام ڈرا نظر کیسے گا، سوپاٹل سارنگھت پر
 رہنے لگا ہے۔" عدی نے آگے بڑھ کر خن کو گھر وادیا تو
 احسن ندیم نے اسے گھورا تھا۔
 "نیکس بیٹی کی آڑ میں کوئی گوری نیم نہ بھیجی
 ہو۔" عدی پر احسن ندیم کے گھورنے کا اثر کوئی حد و
 قیاس پر خیر لگتا تھا کہ ہوا۔
 "عدی کرتے ہو پار پار کیا اس عمر میں اور
 بالوں کی اس سنیبل کے ساتھ میں گوری نیم سے
 مراسم بڑھاؤں گا؟" احسن ندیم نے اسے سنیبل
 بالوں کی طرف اشارہ کر کے بولے تو عدی ہنسنے لگا۔
 "اگر تم رنگ میں ہلکے تلو تلو ہمارے جوتے کی
 چمکیں دینا دیتی ہے۔" احسن ندیم نے عدی کو
 مشکین نظروں سے دیکھا جبکہ خن مسلسل مسکراتے
 ہوئے دوڑیں باپ بیٹے کی نوک جھوک جھوکا جھوٹے
 کر رہی تھیں۔
 "واقی بہت دن ہو گئے عطا کی کال نہیں
 آئی، آپ سے رابطہ ہوا اس کا؟" خن نے احسن
 ندیم سے پوچھا۔
 "ہاں اس سے تو مکمل رابطہ ہے، آج اپنی
 دوست کے گھر کھانے پر مدعو تھے وہاں گیا ہوئی
 ہے۔" احسن ندیم نے مسکراتے ہوئے انھیں بتایا۔
 "دوست کے گھر؟ وہی دوست جس کی آواز
 بہت یاد رہی ہے؟ کیا نام تھا اس کا؟" اس سے پہلے
 کہ خن کو کچھ بتائی عدی چپکا تھا اور پر سوچے انداز میں
 عطا کی دوست کا نام یاد کرنے لگا۔ "من اور احسن

چہرے کی طرف دیکھا۔
 "عروسی؟" احسن ندیم نے اس کی مشکل
 آسانی کی۔
 "نسلوگ، رات عروسی ادا ہے اسے لولی نیم ٹی
 کھڑے۔" عدی نے ہنسنے ہوئے کہا۔
 "خیر یہ بیٹی اس پر کیا معاملہ ہے؟" دوسرے
 ٹی ٹی میں اس کی عمر، ارادہ خن میں جانے کا تھا لیکن
 عدی کے جوش۔ "نہیں کو کھدوہ نہ تیرت سے دو چار
 کیا تھا، اس کا کانا کچھتے ہوئے اس سے عتاب
 ہوئی۔
 "اٹ باہ۔" اس ہرنگ۔ "وہ کانا
 چھڑا ہے ہوئے کہنے لگا۔
 "بھوت ساسی ان تانیں بی بیڑا سے ہوتی تھی
 نیم لپٹ سویت داکس، ایڈز دا ہیست ٹھک، آؤ، وہ
 آپ کی ٹی کی دوست ہے۔ مطلب اس کا ہیست
 ہونے کی گارنٹی ہے تو اسے زیادہ ہیست کے ساتھ
 جب کوئی معاملہ ہو جائے، آئی میں "نہی والا معاملہ"
 تو کیا پر اہم ہے؟" عدی مکمل خوشی کے ساتھ بولا
 احسن ندیم اور من کو بے انتہا حیران کر گیا تھا۔
 "ہاں ہاں کیوں نہیں، احسن صاحب مہارک
 ہو چلا صلا بنانے کا۔" اب کے خن بھی خوشی
 سے مسکرائی تھیں۔
 "نولو پر غور اور دیکھیں تو خن بیگم اچھوہ ساراقا
 جب ان ہی باتوں میں انھا کر اس کو ہسپتال سے مگر
 لائے تھے اور آج تو کھو تو کیسے ہمارے ہی ساتھ
 جالا کی کر کے کھو کے کھانے بیٹھا رہا ہے۔" احسن
 ندیم نے خن کی خوشی میں ان کا گھر پر ساراقہ دینے
 ہوئے عدی کو بھیڑا تھا۔
 "نیکو کار شوٹی پر ڈاؤ۔" وہ بھی ان کی کا چٹا
 قہار سے مقدم آگے۔
 "میں تو قہر ہے، میں اللہ تعالیٰ رحم کرے۔"
 خن باہر کی جانب بڑھتے ہوئے مسکرا کر کہیں۔
 "کیوں خنہ لو اسے کیا معاملہ ہے؟" دونوں

انہیں بتایا کرتے تھے۔ عدی باہر کی جانب بڑھتے لگا
 "احسن ندیم نے اس سے پوچھا۔
 "ابھی تو کوئی معاملہ نہیں ہوا جان! ایسے ہی آپ
 "نہیوں کو احساس دلانا چاہو اور آقا کر آپ کی مراد اس
 داخل ہوئی ہے کہ ایک ہوئے انہیں۔" عدی نے خن
 لکھ میں کیا تو احسن ندیم کا قہقہہ بھونکا۔
 "ابھی نہیں ہے، مطلب کوئی معاملہ ہو سکتا
 ہے؟" احسن ندیم اس کی چالاکی سے محفوظ ہوتے
 ہوئے بیٹھا سچے میں بولے۔
 "بھائی۔۔۔" عدی کدو سے اچکا کر مسکراتے
 ہوئے باہر نکل کر اور اگلے دن وہ موٹا پر ایک بیٹنگ
 ٹاپ کر رہا تھا اور مسلسل ایک مسکراہٹ نے اس کے
 چہرے کا معاملہ کر رکھا تھا۔
 "بیاری آئی جان! سامنے چلی نکلتی آواز
 میں لڑکی کو کوئی بھائی کی نظر سے دیکھ کر بتاؤ کہ کبھی
 ہے اور اگر ایک ابھی نہ رہے کہ اس آپ میں
 موجود ہیں تو اس کے ساتھ ایک سٹیلی بیج کر آپ میں
 "نہیوں میں کوئی رابطہ حاصل کرو۔" عطا نے ایک
 سے موٹاں ٹلا تو عدی نے ہنسنے اس کو چوکا دیا،
 بے اختیار اس کی نظر کچھ کھلے پر بھی مسکرائی عروسی
 کی جانب تھیں۔
 "عدی کے بیٹے، تم مدھر جادو۔" دوسرے
 نے اس نے ڈھیر ساری ہنسنے والے اندھوہر کے
 ساتھ اس کو جواب دیا تھا۔
 "بھائی۔۔۔" بیاری آئی چلیز، یہ آواز بہت
 بھائی کی ہے۔" دوسرے نے عدی کا ایک منت مجرا
 نکستے بیٹنگ عطا کو حیران کر گیا تھا۔
 "اؤکے، آئی وہ کدو تو پر لپڑ۔" عطا نے
 جواب دیا۔ کدو پر بھی عدی کا دھڑلے نہ آتا تو
 اس نے سوپاٹل داکس ایک میں ڈال دیا اور عروسی کی
 طرف توجہ نہ کی۔
 ☆ ☆ ☆
 احسن ندیم لڑکیوں میں بیٹے کے آئے تھے، پیلو

کے اس دور کا وہی ہو گئے کہ یہاں ہی پہلے ہوئے جن
 خن ان کی لڑکی تھیں، جن کے ساتھ ولی کے چار
 نہایت معذرتی سے جڑے تھے۔ عظیم سے فارغ
 ہوتے ہی وہ پاکستان گئے اور اڑوہلی ہنسنے سے
 شنگ ہو کر چند ہی بیٹوں میں خن کو بھی اپنے پاس
 بلا لیا تھا۔ چوں عرصہ دراز سے آکسفورڈ میں رہائش
 پذیر رہے تھے، عطا اور عدی ان کی اولاد میں جن کو
 انہوں نے بے حد لاء پیار اور دودھ دیا تھا داخل میں
 پر وہاں چڑھایا تھا۔
 عدی ابھی تک اپنی تعلیم میں مصروف تھا جبکہ
 عطا دور و دھالی سال پہلے عظیم سے فارغ ہو چکی
 تھی اور ایک انٹر نیچر کی آرگنائزیشن میں سوشل ورکر
 کے طور پر کام کرنے کی غرضی میں چھلے دور سال سے وہ
 اسی آرگنائزیشن کی پاکستان میں برانچ کو پینل
 کر رہی تھی۔ احسن ندیم اور خن کے لیے عطا کو
 پس ایلیے پاکستان بھیجا ایک نہایت مشکل فیصلہ تھا،
 لیکن عطا پر جانے کا جنوں سوار تھا کہ وہ پاکستان
 کی برانچ میں کام کرے گی۔ احسن ندیم کو اس کی ضد
 کے سامنے بھٹکا رہنے ہی پڑے تھے۔ یوں عطا
 پاکستان میں رہائش پذیر ہو گئی، احسن ندیم، خن اور
 عدی دو کے میں رہتے تھے۔ عطا سے ہر لمحے کا
 رابطہ ہونے کے باوجود وہ اس کی طرف سے طر مند
 تھے گان عطا نے اپنی زندگی کو اپنی ہی مصروف بنا
 رکھا تھا۔ بے مہار انگریزوں کے ساتھ کام کرنا، ان
 کے معاملات کو سمجھنا، ان کی دلچسپی بھال، ان کے دکھ
 درد کو جاننا۔ عطا اس سب میں اس قدر دھوکہ کی کہ اس
 کو دیکھ جائے گا کہ کبھی خیال میں نہ آتا تھا وہ ابھی یو
 کے جاتا بھی نہیں جا سکتی تھی۔
 "نہیں سوچوں میں کم ہو سکتے ہیں؟" عطا غیر
 ارادی طور پر عروسی پر نظر میں بڑھائے کبھی خن کی اس
 کی آواز پر چرک لگی۔ ٹائیکس جھپکا اور دوسرے
 سے مسکرائی میں سر ہلا رہا عروسی اس کو بہت عزیز
 تھی نہ کہ کسی اور سے عطا کو لڑکی ہونے لگے پس اس

ایسا ہو جائے تو کوئی ہرج منجی نہیں۔" عقاب نے دل ہی دل میں اوصاف اٹھا کر ادب بینین ناز کی کو دھکی کر کے کارمل خانہ تھا۔ عروش نے یو کے تو جانی تھا کہ عقاب اس کا پنے بھائی کی پسند کی خاطر سے کہتے۔۔۔

"تم نے تمہیں یہاں لے لے انوائٹ کیا تھا کہ تم لالہ سے میری سفارش کرو کی کہ وہ مجھے بے گے جانے کی اجازت دے دیں اور تم ہو کہ یہاں آ کر اپنے ہی خاندان میں کھو گئی ہو۔" عروش نے تجویزیاں پڑھ کر اس کو اذیتا تھا۔

"خیالوں میں نہیں کھوئی ہوں، ان بھائی گئے دوڑے تھے جو پورے گود کیوری ہوں جو بھوک سے اب غر حال ہوئے جارہے ہیں۔" عقاب نے بے حد بے چاری سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"بادشاہ لالہ کے قاصر بننے کا انکار کر دی جی اور قہار سے بھی فریض ہوئے گا۔" عروش نے عقاب کو دیکھا تھا۔

"میں تو فریض ہوں یاد کہاں بڑی ہیں مسٹر؟" عقاب نے سرسری لہجے میں بینین نازی کی مسروریت کا پوچھا تھا۔

"کیجئے کہ ایک غمزدی کال کرنی ہے جس پر دے پچاس صحت گردے ابھی تک ان کی ضروری کال نہیں ہوئی۔" عروش غصے لپٹے میں ہوئی۔

"چا تو کرو۔" عروش کال کی کسی کو بددی ہے۔" عقاب قہر سے شرع لہجے میں اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

"میرے لالہ ایسے نہیں ہیں۔" عروش نے اس کے منہ پر چڑا تھا۔

"تم نے کب کیا کر" اویسے دے" ہیں۔"

عقاب نے تھک سے ہنسا چکا کر کہا تھا۔

"تم تو صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ عروشی کا نہیں جب اتنی طویل ہوئے نہیں تو تمہاری ہی بھانجی میں کر رہی جا ہے۔" عقاب سگڑاوت، باگرہ لی۔

پھر وہی اسی جگہ معنوی طور سے اسے گھر سے جاری تھی۔

"ٹنگ کا نہیں کہہ رہی، جہاں بین کا کہہ رہی ہوں۔" عقاب نے اسے دیکھ کر اپنی سرسری اعزاز لپٹا تھا۔

"جہاں بین حب ہی کی جاتی ہے جب ٹنگ ہوتی۔" عروش بھد ہوئی۔

"ہاں یہ تو ہے ایسے گردو چارو لے کما کے مل جائیں تو احسان ہوگا تمہارا۔" عقاب طرے لپے میں ہوئی تو عروش نے زبان داغوں سے ڈھائی۔

"لو کہ چوہ ڈانگک روم میں۔ میں لالہ کو دیکھتی ہوں جب تک تم دادو سے باتیں کرنا۔" عروش عقاب کو دیکھتے ہوئے بولی اور وہاں کہ باہر کی جانب بڑی تو عروش بھی اس کے سر کو کرے سے ہاتھ قدم پر عمارتی تھی۔

"چینا عروش! تمہاری بہت تعریف کرتی ہے۔" عروش اسے ڈانگک روم میں سفینہ کے پاس چھوڑ کر خود بینین کی تلاش میں اس کے گھر کی جانب بڑی تھی تو سفینہ عقاب سے مخاطب ہوئی تو عقاب نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

"دادو! عروش خود بہت اچھی سے عورین ہے دل صاف ہوں ان کی نظر بہت خوب صورت ہوئی ہے۔" عقاب اپنے مخصوص لہجے میں بولی۔

"تمہارے ساتھ کی چیز ہے میں اور بینین کو عروش کی طرف سے ملی رہتی ہے۔" سفینہ ہنر کر دیا ہوئی تو عقاب نے چوچ کر انکس کر دیکھا۔

"میری وجہ سے ملی گئے؟" عقاب کی حیرت بھائی کیوں کہ سفینہ سے وہ جھٹکل رہا تھا وہ پچھلے لمحے وہ بھی اپنی سرسری ملاقات تھی۔

"چینا! اپنے دوست ہماری بچان ہوئے ہیں اور جس طرح تم نے عروش کو اس کے باپ کی موت پر سنبھالا تھا۔ وہ دعا تو نہیں ہے۔ عروش نے چڑا رہا قرار سے طلوع کی تعریف کی ہے اور بینین سے بھی

اس کو باتاری ہیں۔

"دادو! اب میں کیا کہوں؟" عقاب اپنی تعریف پر جھنجھکی گئی۔

"مجھ کی بات کو جانا اور نہ تو دونوں کے نصیب اچھے کرے۔" سفینہ نے سافز سگڑاوت کو روک کر نہ نہیں اس کے ہاتھ کو چکر پھار کے ہوئے ہوئیں تو عقاب دل ہی دل میں آئین ہوئے باغز دھکی۔

"دادو! عروش کی نہیں بات تو نہیں ہے ہوئی یاں ابھی؟" ایک گھنٹہ میں عقاب کا مریضانہ مدی کی خواہش کی طرف کیا تھا۔

"نہیں جی! انا کہ کوئی ایسا مرض مل جائے۔" بینین بھی کہہ رہا تھا کہ اب عروش کی بات سے گھر کے کا کچ وقت ہے لیکن عروش میڈم سے کہ مزید کسی کورس کے مسئلے میں باہر جانا چاہتی ہے۔ بینین مان نہیں رہا اور وہ ابھی تک بھد ہے۔" سفینہ متحکماً ان سے اعزاز میں عقاب کو تیار رہی تھیں۔

"آپ کیوں نہیں مان رہی ہیں؟ عروش کورس کے لیے بھی بہت کارآمد ہوگا اور عروش کو بھی کنڈیشن ملے گا۔" عقاب ان کو کال کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"چینا! جہاں لڑکی کو اتنے وار کیسے بھیج دیں؟" سفینہ نے کہا۔

"دادو! پہلے تو کوئی چھیٹاں باب کیا مسئلہ ہے؟" بینین عقاب کو ہاں تو نظر نہ گئی اب بینین کے پاس بھی ناگم نہیں ہے۔ وہاں سے چہان بینین بھی نہیں ہے پھر بائیں کا انتظام کرنا، بائیں حالات دیکھنا اس مان نہیں ہوتا بینین عروش ہے کہ کبھی ہی نہیں ہے، تم بھلاؤ اسے۔" سفینہ نے عقاب کی طرف دیکھ کر قہر سے راز دارانہ اعزاز میں اس کی مدد دینی چاہی تو عقاب ہنسنے لگی۔

"دادو! دراصل میری آج کی آمد آپ لوگوں کو بھانجنا ہے کہ عروش کو بے جا جانے کی اجازت دے دیں۔" عقاب نے ہنسنے ہوئے انکس کیا تھا۔

آگے چلے گھر میں جی اور پھر سے بھی کمانے پکانے کے لیے بار بار جو عروش جی۔" سفینہ نے پوچھا اعزاز میں کیا تو عقاب نے اثبات میں سر ہلایا اور شروع اعزاز میں ہنسنے لگی۔

"چلنا، بینین سے بات کرنا پھر جو بھی اس کا فیصلہ ہو تم بھنگو چنا میں کھانا گرم کرتی ہوں تب تک بینین اور عروش جی آ جا جائیں گے۔" سفینہ نے کہا تو عقاب نے آئین دیکھا۔

"دادو! آپ بیٹھیں میں کوئی ہوں۔" کونکے لئے عقاب اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اسے نہیں نہیں، تم بھانجی ہو۔ مہمانوں سے کام کرنا بینین سیشن کی روایت میں شامل نہیں ہے۔" سفینہ نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"چلنا روایات وقت کے ساتھ ساتھ بدل جاتی ہیں اور جو روایات بجاوت کے ذمے میں نہ آئے وہ بدل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔" عقاب کا بھی اپنی ہی ایک ٹکٹ تھا۔ سفینہ کو وہاں پہنچ کر رہا کر وہ تیار شدہ کھانا مانگ رہا وہ میں دیکھنے لگی اور سفینہ بے جا کال اس کو کیسے لگی تھیں۔

"خیر خود اس کا کام ہے، آپ ہیٹ کر لیں تب تک۔" عقاب نے مسکرا کر سفینہ کو کہا تھا۔

لالہ کے ہمراہ جب عروش ڈانگک روم میں داخل ہوئی اور عقاب کو کھانا گرم کرتے دیکھا تو بچیں چھپا چھپا کر اسے دیکھا۔ بینین کے قدم ڈانگک روم میں چڑے ہوئے تھے پھر بائیں کھانے میں ان ڈونگ چکر سے عقاب پر پڑی تو ان کے قدم کو بینین نے لگے۔ نظریں پڑا بھول نہیں جبکہ عقاب خواہ کو اتنی نزد ہوا ہے جی جی۔

☆☆☆

"تم پھر میٹ پر جاؤ۔" اس کی طرف کا دروازہ کھول کر مانی کلم گھر سے اعزاز میں اس سے کہہ رہا تھا۔

"کیوں؟ میں ٹیکہٹا چاہتی ہوں۔"

یہی حکملاہٹ کا حکم رہی ہوئی تھی۔
 ”تم پر اب تو دوسری سیٹ پر جاؤ۔“ مافی کے
 لہجے میں تنبیہ کی ایک غصہ آواز سن کر وہ فوری طور پر
 اس کی یہ حکملاہٹ کو نظر انداز کر کے بلرک کر جا ہوا۔
 ”اے!..... لیکن کیوں؟“ دلی آواز دوڑوں
 باتوں سے اس پر غصہ دھیل کو پکڑے ڈرنا نہ سمجھ سیٹ
 پر جی ٹی تھی۔
 ”جیسے کہا ہے کرو۔“ اب کے مافی قدرے
 دھب سے جڑوٹا کر کہا کہ بادل آؤں گا اس کی بات
 مافی جی۔

آؤج کو اسی کی بات کا صلہ دیا آتا تھا۔ اس کی ڈانٹ، اس کے دل پر عیب ادا کرے اور اثر ادا ہوئی تھی۔ نرم چھوڑ کی مانند اس کو تڑپاؤ نہ کر دیتی تھی۔ اس کے بدلے میں اسکا چٹائی محسوس ہوتی تھی کہ دل آؤج کا دواں دواں شخص اس سے بھر جاتا تھا۔

”تم خواب تو بڑے بڑے سمجھتی ہو مگر جانتی ہو کہ وہ جس کی رو سے ہو جائیں، انھیں کوئی نکتہ نہ ڈگرتی ہے۔“

”مالی کے اداوار میں اس کے الفاظ میں دل آؤج کی دعاوی پر ایک بڑی ضرب تھی لیکن دل آؤج کے احساسات کی بھی عقلی اور دیرگھنوں کرنے سے خاموش تھی۔

[illegible]

رواں کرنا اور دل و دماغ سے بڑھ کر۔
 ”تم نے دیکھا کہ میں نے کبھی ذرا بچہ لگ
 کی؟ غریب لگنا نہیں کوئی بوجھ کیا، کیسے اپنے پر
 دھارنا دیتے۔ تم بھی کل ایسے ہی کرنا اور؟“ دلی
 پتا تھا کہ وہ مکمل غائب دنیا کی کے ساتھ اس کے
 امر اور بھیجی تھی۔
 ”بھئی۔۔۔ آئی میں۔۔۔ آئی اے سو رہی تھی
 میری۔۔۔ سوچ رہی تھی کہ میں کب ذرا بچہ لگ کر کوئی
 بانہیں۔۔۔ وہ تو بھی جھکا ہے آہستہ سے بولی تو تانی
 نے ایک قرآن کو دے کر اس کو روٹی۔

دوسرے پہلو



”مجھے نہیں جانا واپس۔“ بچپنوں سے روتی ہوئی باپنی کی آواز لادوٹے سے گلے کے پورے کمر میں گونج رہی تھی اسی کوس کے سرے سے بڑھتے ہوئے قدم ہاتھ خود ہی سست ہو گئے۔

”آپ نے مجھے اتنی دور بھیجا ہی کیوں سوتلی ہوں کیا۔“ بچکی لپٹے ہوئے مزید کہا۔

”کرنا میں ہی رہ لیسا تھا۔“

باپنی کی اتنی بات سن کے میں گہری سانس بھر کے روئی اور اپنے دونوں ہاتھوں میں بھرے ہوئے برادے جو تھے آپ ایک نظر ڈالی جو باپنی گل ہی خریہ کے لائی تھیں۔

”میں ابھی اتنی دور کیسے رہتی ہوں آپ سوچا بھی میں کیسے رہی۔ بالکل اکیلی ہوں وہاں۔“

باپنی لی جلدی آواز میں کہتی ہوئی بچکیاں سن کے میرا منہ بند نہ گیا۔ میں بھول ہی گئی اب گل تک یعنی جب تک باپنی داپس لائے پورٹ میں بھی جا نہیں سیر دے گا یہ گرام جاری رہے گا۔

تیار ہی باپنی صاحب، شادی کے بعد چاو کے اندر کی گئیں۔ بہت خوش حال کرنا تھا لیکن بس دور تھا۔ پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی، اولاد ابھی وہ دونوں سیان یہی چاہتے تھیں تھے باپنی کی دوست کا ابو مرح تھا انہوں نے وہ بڑائی کر لیا تھا میں سال کی شادی شدہ لائف میں وہ بچہ بابو بعد ایک ماہ کے لیے کر رہی تھی اپنے سنے آتی تھیں اور

جانے سے پورے ایک دن پہلے اب ہمارے کمر میں یہ ڈرامہ شروع ہوا اور ایئر کورٹ جانے تک وقفہ وقفے سے ٹھہر ہوا رہتا۔ دوسنے کے ساتھ ساتھ اب یہ چیز بھی ان کی رسم بنتی جا رہی تھی۔

پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ ان کے سامنے کچھ کپڑوں سے بھرا ہوا پاکو رکھا۔ ”اف کتے کپڑے بتالی ہیں آپ بار۔“

”تم کو کون کیا معلوم میں اب کتنی تکلیف میں رہتی ہوں۔ کس پہ کپڑے جو تھے ان کے کپڑے تو یہ میری تنہائی میں نظر آتی، میری مشکلات گہری زندگی کا کوئی احساس نہیں ہے۔“ باپنی نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور میں نے سر دھن لپا۔ اب ان کو روکنا مشکل ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ پچھلے دو مہینوں سانسوں سے ان کتے بار کے سونے جلتے تھے اور تھے۔

”میں اب کتنی سچ چاہتی ہوں، آگے چلنے سے پہلے ہی غم لگی ہوئی ہے ہر بار میں وہ بچتی ہوگی۔“

اپنے دونوں ہاتھوں کو ہوا میں بٹھ کر کے وہ ہم سب قماشانی جوان کے چھوٹے بہن بھائی تھے اور ابھی اس میں شامل نہیں، ان کے سامنے گھبراہٹ لگی اور میں دل ہی دل میں ان کے کبے ہوئے نشہ پرانے لگی۔

”ان ہاتھوں سے میں نے کبھی شادی سے پہلے

بہن تک نہیں دھرتے کہ اسکی خراب ہو جائے اور اب۔“ بچکی لپٹے ہوئے بولیں۔ ”تھارہ نہ ہی پہلے لے کے اشرف مستری کی طرح کتے کے سامنے برف پٹاتی ہوں، پھر شاگردانہ کی طرح گاڑی کے اوپر۔“

دائیں بائیں کپڑا رہتی ہوں تا کہ برف گر جائے اور تو اور گاڑی کے نیچے کھس کھس کے برف بھی دھاتی ہوں اور برف سے ملی۔ ”اور ابھر کے یہ صورت حال ڈراما تک دو جاتی تھی کیکھا اب ای کی آنکھوں میں میں آنسو مل

فر کرنے لگے تھے۔

”اسی لیے آپ کو معلوم ہے ای، علی کے پاکستانی ہیں۔ مجال سے ان کی سوتی ہوئی غیرت جاگے اور وہ اپنا کام خود کر لیں۔ بلکہ لانا مجھے ان کی گاڑی کا راستہ بھی بتاتا پڑتا ہے اور یہ ان کا سوا خراب ہو جاتا ہے کہ اتنا سا کام نہیں کر سکتی۔“

”ہائے اللہ، کیسا نکال اعلیٰ اس سے۔“ اسے تو نہیں تھی۔ ”ای کی بھی کبھی شامل وہ بچکی

[illegible]

سویڈن



انہیں دیکھا اسی وقت اشتارہ سے باہر آئی تھی۔ وہاں پر ایک چمڑا اور سیدھا سر سے پاؤں پہ جا کر۔

”ہائے... ای...“ اب باہی کے ساتھ میرا بھی ہائے بڑھا شروع ہوا۔

☆☆☆

صبح کا قب ہوئے ہی امی کی سول سوں گھر میں پھیل رہی تھی، بچی سات سمندر پار جانے کے لیے چار سو رہی تھی، ساتھ دے بھی جا رہی تھی۔

”اب کب آؤ گی۔“ امی نے باہی کو گلے لگاتے ہوئے اپنے آنسو صاف کیے۔ ”اپنا خیال رکھنا بچھا۔“

”کیسے رکھوں اپنا خیال امی! مشہور بڑا ڈاک سوٹ پہننے، ہاتھ ہاتھ میں اٹھا لیر، پینٹ ٹیک لگاتے اور سر پہی ایتھر جوت سے لپا کین گھاسز لگاتے باہی، امی کے گلے لگی ہوئی روٹا شروع کر چکی تھیں۔

”میں وہاں اتنا کام کرتی ہوں، آفس کرنا، لانا، ٹاٹنگ پر پیر، دیکھنی پاتی ہے اور آپ کی بیٹی کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اسے کاش یہ ہوئی میرے ساتھ تو۔“ باہی نے بچپن میں ایک بار بھارت امی بات دہرائی اور میں خوش ہونے لگی شاید باہی مجھے ساتھ لے جانے کے لیے راستہ ہمارا کر رہی ہیں۔

”اچھا اچھا جانتے جانتے تو نہیں دو۔“ امی کا بھی دل خراب ہونے لگا۔ ”پلو لکھا اب دیر ہو رہی ہے۔“

”ای...“ باہی نے چپکاتے ہوئے کچھ بولنے بولنے بات ادھوری چھوڑی اور میرا دل بیویوں اچھلنے لگا۔ قصور میں ہی خود کو چاڑی سیٹ پہ بیٹھے ہوئے باہیوں کا نظارہ کرتے دیکھنے لگی۔

”کوئی بات نہیں عرف ہی صاف کرتی ہوگی تاکہ لوں گی۔ کر پانی کی کرتی سے تو جان پیٹنے گی۔“

☆☆☆

اساتذہ قربانی" اور اس کے لئے جس نے اپنی ضرورت کو قربان کر دیا وہ جس کی یادداشت کو ذرا ہی فراموش کر دیں۔ ہوں۔ اس آپ کی شیعہ نے ایک ایسا کام کیا ہے کہ یہ ہے بڑا ایثار بھی شاید کر سکتے تو آئیے پھر کھائی شروع کرتے ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆
خوشید کا طرف شیعہ ایسا دے گا کہ جانے والے چاہیے چھانچ جائیں جیٹ دی گئی۔ سوائس کے سواہل کی مٹھی بٹکتے کی۔ شیعہ کے چاہوں کا چھانچ ایک طرف دکھا اور سواہل کی طرف دوڑی۔ سواہل اسکرین پر ابھرنے والا مٹھی بٹکتی ہوئے ایک کریشی کے لہجوں پر مسکراتے ٹھیک لگی۔ اس نے بھاگ کر چاہوں کا چھانچ اٹھایا اور بڑی بھانجی کے سامنے رکھ دیا

"ہائی (بھانجی) میری مٹھی کا فون آ رہا ہے۔ تمی ڈرامے چاہیے بہت دو۔" وہ ان کے جواب تک انتظار کیے بغیر سواہل ہاتھ میں چاہے بہت تک بانٹے واسے اپنی بیڑیاں چڑھ گئی۔ جی ہاں بکی بیڑیاں۔ اس کے چار بھائی تو اپنی تھوڑی بہت زمین پر گزارا کرتے تھے۔ جب سے اس کے باپ بچیں بھائی ملانی جیٹ کا کھنٹی معروف سیاسی پارٹی کے فنڈ روپ تھے بڑا قاتب سے ان کے حالات بھی گروپ تھے بڑے کامیاب ہو چکا۔ کمر میں فریج سے لے کر دی تک سب کچھ آ کر اور تو اور اس نے اپنے گھر کے پریشہ سے گوسواہل کی سولت سے بھی ٹھیک باب کیا تھا۔ کیونکہ وہ ہر دو بیٹے ہندو سواہل بدلتا اور پرانا سواہل گھر کے کسی فرد کو بے دیتا۔ ٹھیک و خیر اس نے سواہل بدلتا تو اپنا بیلا سواہل اپنی سب سے بڑی بہن خوشید کا گھونٹا کر دیا "خبر سے ہر دیتے اس کی کسی مٹھی کا فون آ جاتا ہے۔" پانی نے گل کر چھانچ اپنے سامنے

وہ ان کے لئے آواز سے لڑتے آواز سے پلاؤں کو کھانے سونڈا فون بٹکتے ہیں اپنی در نہ کیا کرو۔ میرے دل کی ترن (دھڑکن) روک چاہی ہے۔ سواہل میں سے۔ ٹھیک کی بھانے اس سٹیٹ کی آواز ابھری جس سے پچھلے دو بیٹے سے شیعہ کی مٹھی تو کھنٹی نہیں بلکہ سواہل خوشید کی مٹھی۔

"میدے جی تمی قومزادان (دیت) بھی کرنا کر۔" ہندو کھٹے مصروف بھی ہو سکتا ہے۔ شیعہ کی مٹھی کو اس کی چند منڈ پاں لڑکیوں میں بہت قدر سواہل "پختہ" ہونے کا احساس اس کو ہوا اس میں لڑا سے رکھن۔ اس نے وہ گھر پر ہی اتفاق کی آواز بڑو ذکر انہیں اپنی ٹھکانا حصہ بنا لینی گئی۔ آخر وہ دوسروں پر دھب بھی تو ڈالنا ہوتا تھا۔

"بانے میں سرگیا خوشید تھا۔" شیعہ کے لہجہ کر کے کھٹے الفاظ دوسری طرف عید عرف میدے کے دل پر فٹا کر کے لگا کر دوسرے کے دل سے خوشید کا سن کر اور شیعہ کی کھنٹی کی۔ "بانے۔۔۔ آپ کے سر سے خوشید کا سن کر بہنوں اتنا بھاگتا ہے گھس آپ کو ہنسی نہیں سکتی۔" شیعہ کو اپنا نام خوشید تھا بہت پسند تھا۔ اے ایک دور پار کے کرنل جو کسی اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے شیعہ کی بھانسی کے وقت اپنی زمینیں فروخت کرنے آئے ہوئے تھے اور ان ہی کے گھر میں رہنا پسند کرتے۔ انہوں نے خوب صورت اور گاڑی گاڑی نرم پٹی کو دیکھا تو اسے خوشید کا کام دیا۔ شیعہ کو بہت خوشی تھا کہ اس کے اسی نام سے پکارا جائے۔ مگر بھلا۔ گاؤں کے مصدوم اور میدے سے سادے کپڑوں کا خوشید تھا جن کی زبانوں پر چڑھ کر نہ دیا اور وہ "خوشید تھا" سے "شیعہ" ہو گئی۔ جی کہ اسکول میں اساتذہاں بھی اسے شیعہ ہی کہتیں۔ شیعہ اور میدا دونوں سواہل فون کے

ہر روز وہ ان میں کھنڈ کھنڈ بھانسی کر کے اس ایک اور ہی اور بڑے حارے سے۔ اب بھی دونوں اپنی بہن کی چنگ "پاؤں کے دھکوں" سے جیز کرنے میں مصروف ہو گئے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆
شیعہ جھگڑی سے بچتی ہونے کے بعد سرائیکی گھر واپس آ رہا تھا۔ جیسے ہی باہر والی دکان پر دیکر اس نے پانچ روپے کی چائیاں اس لیے اور ٹائیں اپنی جیب میں ڈال کر دو بار سرائیکی پر سوار ہو گیا۔ جیٹ دکان کی ایک کڑھڑاؤ چاہے اللہ دے کہ وہ چوتے اور ایک بیٹی جو چوتے سے دوسراں کے درمیان تھے "باہر میں کڑھڑے۔" شیعہ کو یہ بیٹے بڑے پارے تھے۔ چاہے اللہ دے کہ طاعون سے ان کی بہن پر دل مسلا جائے واپس بھی۔ چاہے کا خاندان بھی ٹٹکے کا خاندان کی طرح واپس اور مزو و قہ۔ ان کے دونوں بیٹے بھی ٹھٹھ گھٹھ میں سن رہا ہوا ہے۔ کڑھڑے تھے چاہا خود اپنی بھی چھوٹے سونے

کڑھڑے تھے۔ ٹھٹھ میں بیٹے ان کے بڑے بیٹے کی مدد کرتے۔ چھٹا بھی بھار ان بچوں کے لیے پانچ روپے کی چڑا اور ان میں برابر بانٹ دیتا۔ باس کے چار آ کر طاعون سرائیکی سے اڑا "آ جاتو بچا شاپاٹے اسے آؤ میں آج لہارے۔" بچے یہ خیال لایا ہوں۔ بڑا کڑھڑا کر کے اللہ جا کر کھاؤ۔ انہوں نے باہر کی ٹھٹھ سے دوا کر۔ "ٹھٹھ سے تھوڑی تو ایک ایک ڈال دے کر لیتا کی۔" سوائی شیعہ کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ بچوں کی ماں لکڑوئے والی اور دوائے کا سیلا سا ہوا تھا کہ میں بھی بھاٹا

"سلام پانچ۔" اس نے دو پانچ سر پر درست کر کے شیعہ کو سلام کیا۔ "وہیک سلام لکڑوہن! مائی چال ہے؟" "اللہ دے کھڑے نا۔۔۔" پانچ میں ایسے تھکا کر۔ پانچ نے تو بھی اٹھاری نہیں کرتے۔ "لکڑو

کھڑے ہوئے۔" شیعہ کی طرف دیکھنے کی۔ "کوئی گل نہیں۔۔۔" سوائی کہتے ہیں تھے۔ "اب اتنا تو کا کافی بڑا ہے۔" شیعہ نے لکڑو کی پھونکی بچی کے سر پر ہاتھ بچھا اور سائیں قائم کر کے گھر کی طرف بڑھ گیا۔

"لکڑوے اللہ آؤ اب۔" لکڑو نے بچوں کو گھر کے اندر کے دروازے کو لکڑی لگائی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆
شیعہ، میدے کے ساتھ ایک ٹھکانا بنائیں کر کے جب نے اتنی تو اماں کی جیٹ اس کے بچے پر فٹا کر کے لگی اور اس کے قہلوں میں لینڈ کر گئی۔ اماں نے لکڑو تو اس کے سر کا ہاتھ لگا کر ٹھکانے بازی کا تجربہ نہ ہونے کی بنا پر ان کا ٹھکانہ خطا گیا تھا۔ شیعہ نے جیٹ کو کچھ کر رہا تھا۔ چار گھر بنوں ہی اس کی نظر اماں کے قہلوں سے دیکھتے پھرتے پڑی اس کے چہرے کے زواہے فوراً سیدھے ہو گئے۔

"دھن کی سرحدوں پر غلام کی طرح تھاں کی جھڑ کاڑھ بھی جب چاہے شروع ہو جاتی ہے۔" شیعہ نے دل ہی دل میں کہا۔ "میں کھٹے سر جاتی ہو جا کر۔۔۔" بانیوں نے بس میری پچھلے دوتن مٹھوں سے تھری یہ کوئی ہی ٹھٹھ پیدا ہو گئی ہے جو تو ہر دیتے فون سے چوڑی رہتی ہے۔" جیٹ کا ٹھکانہ خطا ہونے پر اماں نے الفاظ کے گولے برساتے شروع کر دیے۔

"اماں تو یاد تاح کرتی ہے بھلائی بیٹے پہلے پیدا ہونے والی بات کر سکتی ہے۔" شیعہ نے اماں کے الفاظ پر ایک ہی منطقی الجھنی تو اماں نے چار پانچ سے لے کر چھ کر دوسری جیٹ اٹھا کر اس کی طرف ٹھٹھ کی ٹھٹھ تھا کہ جیٹ اپنی دھٹھ ٹھکانے پر لگی۔ مگر جیٹ ہی لگی اڑے ہوئے آؤ سے دھٹھ کر تک ہی ٹھٹھ کی شیعہ کا گھر سے اٹھ کر گئے میں جیٹ کے ٹھکانے پر آ گئے اور جیٹ اپنے ٹھکانے

تھابت سے بیٹھ کر ہر دے ڈانڈے سے جھپٹاں
 یں چٹائی رہا کر۔ تھابت سے کھلنے سے آگے اٹھ کر
 کو دلی۔ "ابا کرے میں بیٹھے شیدی اور اماں کی
 ساری کھنگھڑا جوت پرنا پڑے تھے۔

"نکڑے تو ہی ہر دے موٹل کے ساتھ نہ
 چڑی دبا کر۔ چل مارے کی کام کے تھکے لگ۔"
 اماں کے بعد ابا نے شیدی کو ذرا تھک کر وہاں سے
 بھگا کر اور جو کچھ لکھا کرتے باہر چلا گیا۔

دیسے بھی وہ آٹھ دن اپنے چڑ سوتی چٹ کی
 حرکتوں سے کافی پریشان تھے۔ میں چڑ چٹکے کھلے
 اپنی زمینوں کو کھینچا رہے تھے۔ چوڑا شہر میں
 سرکاری نوکری کر رہا تھا۔ یہی بچوں سمیت وہیں
 سرکاری گھر میں رہتا تھا۔ یہاں چھاپاں نہیں کسی پر
 چلا کرتا تھا۔ سوتی چٹ شہر سے تیار ہونے پر دواور
 لا آتا تھا۔ بیٹھ وہ اپنے باپ رومل کو دیکھ کر بے
 پریشانی کا سبب ہی پوچھتا تھا۔ جب سے اس کا کھل
 "نکڑا کر رہا" سے جڑا تھا۔ ان کی راقوں کی
 خندیں اڑتی تھیں۔ وہ بات ہے بات چڑنے لگے
 تھے

☆ ☆ ☆
 طیفانہ سائیکل گھنٹا گھر کے دروازے تک پہنچا
 تو اماں دروازے کا سلاسا سلاسا ہوا آواز کھل گئی میں
 چوڑا کر دیکھی۔ وہ بیٹھے۔ طیفانہ گھنٹا گھنٹا پڑے کچھ
 بگڑا تھی۔ اسی لیے چڑ سے بیٹھ کے باہر چلا گیا۔
 وہ سے تھے۔ وہ پر چوڑا چوڑا دواور چلتی تھی۔ طیفانہ
 نے سائیکل دروازے کے اندر کے حسب معمول
 اپنے چوڑے سے تھی کی مفری دواور کے ساتھ کھڑی
 کر دی۔

"نکڑا آتا ہے تو ساتواں....." اماں نے طیفانہ کو
 پانی کا گلاس پکڑا کر دواور چلا گئی تھی۔
 "اماں! اسی دی کر رہا کر۔" چوڑا دواور رو پے کی
 چڑے کر دے رہا ہوں تو کیا فریضی پڑتا ہے۔" طیفانہ

رو پڑے چوڑا رہتا ہے تو کیا فریضی پڑتا ہے۔
 اسے چپے اٹھایا اور اڑا دیا ہے۔ "اماں نے مہارنگ
 سو کر دی۔

"کرہنے دی دے اماں میں کون سا ان کو دواور
 چڑ لا کر دیتا ہوں۔ ہر چٹے جب وہ چلائی تھی ہے
 میں ان کے واسطے چوڑا دواور دے کر بڑے آٹھ
 ہوں تو کیا کھانا چڑ جاتا ہے۔ وہ بیٹھے کھانا کھانے
 کھتی ہے۔ شوکی کھانا وہ بھی میری بیٹی میں ہے۔
 طیفانہ کو اماں کی بات پر کھانا افسانہ آجاتا۔

"اماں..... کل کو سارے بیٹھے کی لڑکیاں تھیں
 کہہ دیں کی اور تو چل پڑیں ان کے بچوں کا سامان
 بنے۔" میری دواور (دراغ) پاگل ہے جو رو پے
 پانی دیتی ہوں۔ کرہ تو کچھ چڑنے لگتی ہی ہوتی
 ہے۔ اپنی ضرورت میں پوری نہیں ہوتی اور دواور میں
 لٹانے کو ہر دے تیار۔" اماں کا اس دواور پر ہمیشہ
 ہے اور پوری خانے میں پائی تھی۔ وہ مسلسل بڑا دے
 پڑتی تھی۔

"ابا اے کے آٹھ اماں سے اے کی
 بولے جاتا ہے۔" طیفانہ اپنا ساتھ سر کے نیچے رکھ کر
 وہ چل چار پانی پر لیت گیا۔

☆ ☆ ☆
 سوتی چٹ "نکڑا کر رہا" کے ڈوبے سے
 دواور آ رہا تھا جب راستے میں اس کا کھنگھڑا چڑے
 سوتی کی دواور جو ہے ہو گیا۔ چوڑے چڑ کی خوب
 صورت تھی لڑکی تھی۔ ٹیک خرابہ اماں باپ کی
 شریف ادا دلی۔ اس پر سوتی چٹ کا دل آ گیا تھا۔
 اب چاہتا جو حاضریہ حاضریہ کھانے کھانے کا پوچھتا
 کر دے گیا ہے۔ اب کھانا چٹ اور سوتی کا بھی کوئی چڑ
 تھا۔ وہ وہ اماں کے حسن سے نفیر کی کر رہے تھے کھانے
 باپ ہو چکا تھا۔ کر دواور طرف بھی دیکھ کر جو
 چڑت کو کھانے سے صورت کو لگے لگا آماں "سوتی
 تھی۔ سوتی چٹ کا آتے جاتے راستے میں جب

کھانے دواور کھانے ہو کر اس نے دواور چڑا کر
 راستے سے اماں آ رہی تھی۔ اس کے کپڑوں کا سحر
 دیکھ کر اس کی طرف آئی۔

"وہ میری بے کی تو کسی کی نال نہیں کرے
 آ رہا ہے؟" اماں نے ناک پر اٹھائی دیکھی۔

"اماں..... جی ہاں، دلی ہر وقت نوی سوتی
 ہے۔ مگر پڑا تھا میں ہی میں۔ اب باکر کے میرے
 کپڑے دے۔" سوتی چٹ اماں کے اٹھانے پر
 جھنجھلا گیا۔

"تھی شیدی ابھرا کے کپڑے لے کر آ۔"
 اماں نے برآمدے کی طرف منہ کر کے آواز دی۔
 شیدی حسب معمول سوتل کان سے لگے چپکے
 چپکے جھیم کر رہی تھی۔ اماں کی آواز سے سنائی دیا
 دلی۔

"نک" سے میں اس کڑی کولوں بڑی جھک
 ہوں۔ ہر دے موٹل ہر دے موٹل..... جب سے
 تو نے اس کو یہ آٹھ جتنا موٹل دیا ہے تاہم
 بالکل گھٹی ہو گئی ہے۔" کی جو کچھ میں دیتی۔ "اماں
 خود کپڑے لٹانے چلی گئی مگر جاتے جاتے اس کی
 شکایت لگنا نہ بھولی۔

"مراں کر کے" میں کر ہونا آ دواور کھانے ہوئی
 تھی اسے کوکان سے لگائے۔ "شیدی نے اماں کے
 چوڑا کر کے "بعد میں گل کرتے ہیں۔" کہہ کر سوتل
 بند کر کے چپکے سے نیچے رکھا اور کرے سے باہر
 آ گئی۔ چپاں سوتی کپڑوں کے اختصار کو پوچھا۔
 "ابا! ابا! ابا! کیا؟" اس کا کھنکھانہ کچھ شیدی
 نے جہت کا کھنگھڑا کر سوتی چٹ سے چپے چڑا۔

"سوتی (سپر) آستان نہ کھانوں میں کھانے
 میں کر چڑا تھا۔ چل دے ہو کھانا چلا کے پانی کی پانی
 بھر۔" سوتی نے غصہ دیکھا تو شیدی چپ چاپ خالی
 پانی دواور چپڑ پ کی طرف بڑھ گئی۔

"اماں! اب کھانا لے کر تو دواور سے مجھے بڑی
 بھوک لگی ہے۔" سوتی چٹ کر کے صاف سحرے

☆ ☆ ☆
 "میرا ہی ایک گل پڑا کھانا" میں بے ٹیک اک
 لڑکی کی دلی ہوں۔ میرا پوچھ لوں کی جڑاں جوڑا
 ہے۔ بیٹھے اپنی طرف دیکھوں سے دیکھنے والے
 کے سر پر جڑاں توڑا آتی ہیں۔" جو جڑاں کرتی
 ایک طرف سے ہو کر آتے پڑے تھی۔

"بائے ویک! اماں تو جب تک سوتی چٹ سے
 کھتی ہے تاہم۔" سوتی چٹ نے کھانے کھانے
 دواور سکر جاتی رہی کھانے کھانے کر آہ میری اور
 دلی رنگ میں آگے قدم بڑھا کر اٹھ کر اٹھ کر اٹھ کر
 ہی چاہتا تھا کہ اس کا حیران قدم کی کے کھانا کھانے
 کو۔ پر چار دواور وہ چل کر پھٹنے سے کھانے کھانے پر
 ہاں باکر کا کھانے کی آٹھ دواور کھانے سوتی چٹ
 ایک کھانا اور دواور کھانے کا کھانے دیکھا
 کھانے کھانے کے کپڑوں پر لگا کر برآمدی آستان سا
 (دواور)۔ جلدی سے کھانا کھانے کر کی طرف چلا

PakBooks

گئی۔
 "جلد بخیر ہو کر جا۔ میں رجو کو اس کے گھر
 چھوڑ کر خیر ہے جو پتہ ہوں۔" پھر وہ دونوں طرف
 مڑا۔
 "اے کو بھی ابھی آنا تھا۔ دیکھ میں بیگ
 ڈالے۔" سوئی جٹ فٹے سے تھلا ہوا گھر کی
 طرف چل دیا۔ پھر بھی تھا ابے کا چکر توڑا بہت
 دھبنا بھائیوں پر ابھی تک تھا۔
 رجو کو چھوڑ کر اب گھر آئے تو فٹے کی پہلی میں
 جل رہے تھے۔ سوئی جٹ آرام سے اماں کے پاس
 بیٹھ کر بیٹیاں کھا رہا تھا۔ لیسہ دا دھڑا آئے اور
 سوئی جٹ کو بے بھادگی بنا بھی۔ اماں منہ کھڑے
 اپنے شوہر کا وہ چال دیکھتی رہی جو سال میں بھی
 ایک دو بار ہی ظاہر ہوتا تھا۔
 "اللہ جانے یہ سوئی کی کر آ یا ہے جو اس کا اماں
 اتنے فٹے میں ہے۔" اماں دل علی دل میں بول
 گئی۔ ایسے کی ساری ذات ڈپٹ سن کر بھی اماں کو
 اصل حال نہ بتا دیا تو ابے کو کوئی دیا۔
 "کیا ہو گیا کی۔" کچھ دھڑکا۔ ابیوں غصہ
 کر رہی جا رہی تھی۔
 "میں کیا دھماں۔۔۔ ایسا اپنے لالے پت
 سے پتہ چھوڑا جس کی عزتوں سے چیلنے لگا ہے۔"
 "ہائے دے سوئی کیا ہو گیا جلدی دس
 میںوں۔۔۔ ٹی سے میں توں لپک پات (مارت
 اٹک) آ جاتا ہے۔" اماں نے سوئی کے بازو کو
 بلایا۔
 "کچھ نہیں اماں اور دے میں رجو کی تو زما
 دل کی کر گیا تھا۔" سوئی پر ابی کی ذات کا زما
 برابا نہیں ہوا تھا۔ میں نے بڑے خیر سے اماں کو پتا
 کارہ دیتا تھا تو اس نے اپنا سر پٹ لیا۔
 "بھئی دی نا چھوٹی جٹی کل دیا پڑا دلا (شوہر)
 نکال دیندے ہو۔ میں نے سو پالنا جانتے کیا ابیوں
 ہوئی۔۔۔ بھئی سوئی جڑاں جہاں ہے۔ جہاں

اکا خضر کرنے والی کیا بات ہے۔" اماں نے اپنے
 کے فٹے کو بے بنیاد قرار دے دیا۔
 "کچھ خدا کا خوف کیا۔ پڑ دی ماں د
 بن۔ انسان بن تے سوئی پہلی بچا حرکت ہے۔"
 ابے نے اماں کو فٹے سے گھرا۔
 "پھر جھڑ دی ہوں۔" اماں نے اسے کی
 بات پوری ہی سن نہ دے دی۔
 "توبہ تو زارو۔۔۔ ساڑے آ گے وہی دلی
 ہے۔۔۔ ابھی یاد رکھ لینا میرے جودھروں کی ماں
 کی عزت کی عزت کرتے ہیں اتنا کی اپنی ماں بہتوں
 کی عزت بھی محفوظ رہتی ہے۔ دوسروں کی عزتوں کو
 جڑوں میں مردنے والوں کی اپنی عزت میں دل چلی
 ہیں۔" اس کا خضر کی طور نہیں ہو رہا تھا۔
 "میں کرے لیا تیری بھائی۔ میں بڑی
 دیر سے برداشت کر رہا ہوں اور پڑ بھری بہن کو کیا
 دوسروں سے مل رہا ہے۔ شیدی سوئی جٹ کی نہیں
 ہے۔ سوئی جٹ کی کسی لٹو چوکی نہیں کوئی اس کی
 طرف سٹی لٹو ہے دیکھ تو میں۔۔۔ میں اسے اپنی
 جٹی کے لیے بھوں نہ سکل دوں تو میرا نام سوئی جٹ
 نہیں۔" سوئی جٹ نے بیوہ کو کمر کی دھڑکی
 ہوئی جوتی کی پل زین پر زور سے دگڑا پیسے اس کے
 لیے کسی کو دانی سکل رہا ہو۔ بڑا ہی شکریاں لہو لہو
 اعزاز تھا سوئی جٹ کا۔ اور پھر انسان کے لیے تو جا
 ہی نہیں ہے۔ یہ تو میں ہی ایک ذات کے لیے جو
 اٹکلا پر چڑھ کر خائف و مانگ ہے اور جو زمین کے
 شکریوں کو نہ کے مل کر کر انہیں ان کی اوقات یاد
 دلاتا ہے۔

☆☆☆

میں طبعاً فیکٹری جانتے کے لیے سائیکل گھر
 سے باہر نکالے گا تو بہرا لے دو واڑے کے پاس
 جا کر اس نے گردن سوڑ کر چیخے دیکھا مگر اماں کا
 نہیں کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ اماں نے آج اپنی
 بنی سے ملنے اس کے گھوک جانا تھا جہاں کے قہرے

نے فٹے سے کہا تھا کہ دو بج تے سائیکل پر واڑے
 گئے جاتے۔
 "اماں جلدی کر لے ہوں۔۔۔ تجھے چا دی
 ہے کہ کچھ فیکٹری میں پر پتہ ہے۔" فٹے نے آواز
 اٹائی کہ اماں جا دو واڑے کر کرے سے باہر آئی۔
 "میں پڑا آ گئی۔" اماں آگے بڑھتے بڑھتے
 ایک دم اچانک مڑی۔
 "فٹے کے لپا کمریوں کو کچھ کھانے کو ڈال دینا
 اور اس کو ان کا دو دھڑا لٹا لیتا۔" فٹے آتے آتے
 ایک جاتی جاتی۔ "فٹے نے سائیکل کی میں نکال
 لی۔ اماں اس کے پیچھے نکل گئی۔
 دونوں کو کچھ کے خوف سے چول مہا تھا۔ کیونکہ کچھ
 ذرا سے کچھ بھی اور اس کو کچھ میں سائیکل پر فٹے
 تو دگڑا تھا۔ سائیکل جانا ہوتا تو وہی کے گھر پر جا کر
 سائیکل پر بیٹھی اور نہیں سے آتا تو وہی کچھ کے گھر
 پر ہی آتا جاتی۔ ابھی دونوں کچھ کے درمیان میں ہی
 فٹے سے ملے سے گزرا لی دیکھا لی وہی جو گزرا وہی
 دیکھا سے کس کے کر گھر جا رہی تھی۔ طبعاً اور اماں
 اس کے پاس پہنچے فٹے نے سائیکل روک لی۔
 "کیا سائی گزرا۔" گزرا نے اماں اور فٹے کو
 دیکھنے کا غلبہ کیا۔ اماں تو چپ چاپ رہی۔
 "بھائی کو کھرے جا رہے ہو؟" اماں ہی بھر کر
 بڑھ اٹھئی۔
 "اب شو کے کھر جا رہی ہوں۔" اماں نے
 دھڑکی ہوئی آواز میں کہا۔ فٹے نے اماں کے تپہ
 پر سے گزرا وہ گپ دھاک کر کے بڑھ گیا۔ اماں
 بھی چلے گئیں۔
 "۔۔۔ ہوں تجھے دیر نہیں ہو رہی جی جو گھاس
 کرے تو کراہ کر گیا تھا۔ میری راری تو چٹا منہ تھا
 دیکھا تو نے۔" اماں نے چلتے چلتے کھڑکیا۔ طبعاً اماں
 کی بات پر نہیں سن کر گزرا۔

شیدی نے سارے گھر کی منگلی کی کپے
 اس میں سے بات کرنے کی جلدی کی جو کپے اور
 سے کالوں پر کالیں کر رہا تھا۔ مگر شیدی کا جس محل
 کر کے اطمینان سے اس سے بات کرتا جانتی تھی۔
 ابھی شیدی جھانڈو کر کھڑکی ہی کئی کر اماں نے اسے
 آواز دی۔ اماں اور بھائی اپنے سامنے ڈھیروں
 ساگ رکھے تھے کائے میں مصروف تھیں۔
 "ٹی شیدی جی آجھے آگے ساڑے سے مال
 ساگ نکالو اس میں کچھ سوئیوں کے کائے
 نہ چلی جاوے۔" شیدی اماں کے صدم پر ہی بھر کر بڑھا
 ہوئی اماں کو انکسار لے لے نہ کیا کہ وہ دن پہلے اماں
 نے اسے خیر وار دیا تھا کہ اس سے سوئیوں کی وہ
 سے گھر کے کسی کم کو یا کئی تو وہ اس کے سوئیوں کو پتہ
 (ایضاً کمار کے تو خود ہے کی۔ اب سوئی سے غروم
 ہونے سے بھر تھا کہ اس کا کہاں لیا جائے) کیونکہ
 اماں ایک داری جو کچھ کی دے دیتی تھی ضرورت
 پڑنے پر اس پر مل بھی کر سکتی تھی۔
 "اماں لاؤ بی بھئی میںوں آرام سے نہ چیلنے
 دیا کر۔" شیدی جو بیوہ کی ساگ پٹنے چلے گئی۔ اماں
 دھڑکی سے جلدی طبعاً ساگ کاٹ رہی تھی۔ کچھ
 بھائی اور شیدی ساگ چن چن کر اماں کو پتی جا رہی
 تھیں۔ شیدی کا سارا دھماں میں سے کوکل کرنے کی
 طرف تھا۔ اس لیے جلدی جلدی ہاتھ چلا رہی تھی۔
 "لے لے اماں اب تمہارا ساگ رو گیا تو اور
 اپنی ہاتھ دو دھمکھو۔ چھوٹی جا بھی وہ چار کی کپ سے
 کٹی کپڑے ضروری ہے۔ میں جا کے تھوٹے ہوئے
 کپڑے پھیلے و پڑے میں ڈال آئی ہوں۔" شیدی
 نے چھوٹی جا بھی کے لیے چھوڑ دی دکھائی تو نہ صرف
 چھوٹی جا بھی کام کر نہ چھوٹی کی لنگھائی اور بڑی
 بھائی کے شیدی کیوں دیکھا جس سے کسر پر سیک
 نکل آئے ہوں۔ شیدی کے سامنے کی خاص طور پر
 اس کی بھائی بھائی شپ توپ کر رہی تھی ہوں تو وہ
 انھو کران کے من میں پانی کا قطرہ نہ چکاے اور کہاں

لڑی میری وہی تھی ہے۔ اس لیے میرے قومی
رعایت دی امید نہ رکھنا۔" آپ نے صاف صاف
تلفظ میں اپنا فیصلہ سنایا۔ سوئی جٹ نے آپ کا
اگر وہ دیکھ کر دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے وہ دور جو کہ
بہت گھٹن کے کا منظر تھا وہ غامضی ہی تھا۔ اماں اور
سوئی دونوں ایک دوسرے کو کھنکھناتی نظر میں
میں آپ کی طرف اشارہ نہ کئے۔

☆ ☆ ☆
شیدی کی منگنی ہو گئی۔ سخی والا پرانوں اس نے
موبائل آف کر کے صندوق میں رکھ دیا تھا۔
دوسرے دن وہ اپنی سخی یا پھر اسامان گاؤں کی
کڑی کو دکھائی دی۔ سارا دن اسی کام میں گزار
گیا۔ شیدی کو موبائل آن کرنے کا وقت ہی نہ ملا اور
دوسری طرف میدے کی جیسے دیا اور صبر ہو گئی۔ وہ
کالیں ملنا لگا رکھتا تھا۔ دوسرے دن جیسا کہ بند بھر
بندی رہا۔ آج شیسے دن جب سب کچھ اپنے
معمول پر آیا تو شیدی کو شیدی نے جیسے ہی موبائل
آن کیا۔ میدے کی کال آئی۔ شیدی نے آج
اس کے ساتھ دو دوک بات کرنے کا فیصلہ کیا اور
سوال افکار کی جھلک دیکھنے میں چلی گئی اور موبائل
کان سے نکلی۔ اسی اس نے پہلی بھی نہیں کیا تھا کہ
دوسرے طرف میدان شروع ہو گیا

"خود شید قاتی۔۔۔ مجھ سے کیا غلطی ہو گئی تو
تمی میرا فون ہی نہیں سنتے ہو۔" شیدی نے ناک
بھرا اور آٹھ منٹیں چار کاس کی بات بنی۔ اب اسے
کی ضرورت ہی نہ ہو وہ گئے گئے کہ فون کے منہ سے
کی۔ اب تو خبر سے وہ خود ایک عرصہ تک رہی تھی۔
اب وہ اپنے منگیتر سے بات کرے گی کہ اس نے مانے
سے۔۔۔ ویسے ہی اس کی انداز سے بھائی کی فرمائش پر
گھر والوں نے چوری چھپے اس کا شیسے کی گئی۔
"میں بولے گیوں نہیں تھی۔" میدے کی
جان چھپوں پر پڑی۔
"دیکھو۔۔۔ میرے پاؤں چل گیا ہے کہ

دن تک میرا موٹل بند تھا۔ آج بڑی مشکل سے
موٹل چھڑی کیا ہے تاکہ مجھے اطلاع دے دوں کہ
آج میرا فون نہ کرنا۔ سخی نے میرے ساتھ جو
ہوئی ہے وہ فون نے بھی نہیں دیتا۔" شیدی نے
دو دوک بات کر کے میدے کو ڈرایا۔
"میں تو جی آپ کے لیے جان بھی قربان
کر سکتا ہوں۔" میدا کر لایا۔

"وہ۔۔۔ مجھے نہیں چاہیے جی جان۔۔۔ میں تو
میری جان بھڑا۔" شیدی ٹھٹھا ہوئی۔
"دو دن میرے ساتھ دل کی کارگی تو تو پہلے
ہی کیا ہے۔ میں آج مجھ سے فون نہ کرنا۔" دوسرے
میدے نے نہ جانے کیا کیا شیدی ساری احتیاط
بالائے علاقہ کہ کچھ بھی۔ فون بند کر کے شیدی
جوں ہی مڑی اس کی روح تپا ہوئی۔ چار پانی پر
اٹھن ٹھکانے سوئی اسے سرخ سرخ آنکھوں سے
مکھڑا ہوا تھا۔ وہ جو کڑی پر پہلے سونے کی نیت سے
اٹھا رہا تھا۔ شیدی کی ساری بات سن کر وہ کچھ بکا
شیدی نے دیکھ جانا چلا تو سخی نے اٹھ کر اس کے
ہاتھ سے موبائل چھینا اور چھاس کے بال پکڑ لیے۔
"اے بے غیرت کوھر جادری سے تو۔۔۔ یہ
کون پار تھا رہا؟" شیدی نے اپنے بال پھرانے کی
کوشش کی مگر بکا رہی۔

"جلدی بول۔" سوئی نے بالوں کو ایک جھکا
دیا تو شیدی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
"میں بالوں کو رانگ بھر تھا۔ لے لے ڈانٹ
دی تھی۔" شیدی نے بھیجٹ سے بات بنانا چاہی۔
"تو مجھے اٹھو کا پٹھا کھینچتی ہے۔ جلدی باتیں تو
ابھی جا کے مانا ادا کو تھا۔ میں میرے تو کرتا۔"
شیدی لڑتی لڑتی اگر بات پھیل جاتی تو اس کی غیبتی
منگنی فخر سے میں پرستی تھی۔ سوساں نے سب کچھ
کھا دیا۔ سوئی جٹ ساپ کی طرح عمل کشا رہا۔
ساری معلومات لینے کے بعد اس نے بیٹھے سے
شیدی کے بال پھڑے تو وہ گھٹنوں کے غی جا

"مرا دوسر۔" مجھے تو بعد میں دیکھوں گا۔
تو نے تو دیکھی یہاں سے دیکھ جاتا ہے۔ اصل
حزاق میں اس کو پھنساؤں گا جس نے سوئی جٹ کی
عزت سے کھینچنے کی کوشش کی ہے۔" سوئی جٹ
ایک شعلہ بارقہ اس پر ڈال کر مزاح تو شیدی اس کا
انداز کو کچھ تیر کی طرح اڑتی ہوئی اس کے سامنے
کھڑی ہو کر اس کا راستہ روک گئی۔

"اٹھ گا واسطے سے پا۔۔۔ کھل کو زیادہ نہ
پڑھا۔" میں اور میدا صرف گھاں کرتے تھے۔
کڑی نے کھلی نہ کڑی کی اور غلط کام کیا ہے۔
صاف کر دو پانی۔" شیدی نے ہاتھ جڑ دینے اس
کے نزدیک کی غیرت سے باتیں کرنا کوئی کوا نہیں
تھا۔ اسے انداز نہیں تھا کہ ایک دانگ کال سے
شروع ہونے والی یہ دل کی ایسی تکلیفیں صورت حال
اختیار کر لے گی۔

"میں رنج ہو رہے۔" اس کو تو میں ایسا سخی
لا ماراں گا کہ اس کی دست ٹھپس یاد رہیں گی۔"
سوئی نے اسے بے وقوف کر کے پڑھا تو شیدی
اس کے بھروسے پہنچ گئی
"پا۔۔۔ کوئی ایسا نام نہ کر کہ فریہ پچھتاہ
پڑے۔" صاف کر دو اس کو بھی۔" شیدی اس کے
بھروسے پہنچ کر گڑا رہی تھی۔ وہ سوئی کی انتقام
لینے والی غیرت کو جانتی تھی۔ اسے اور تھا کہ کہیں
میدے کو جان ہی سے نہ مار دے۔

"گوئی بڑی جھوڑی ہو رہے تھے اس کہنے
بدلتے۔۔۔ بدلتے تو میں اس سے لے کر رہوں
گا۔" سوئی جٹ نے اپنے دھک بھرنے چلائی اور شیدی
گھٹنوں کے غی کر رہی رہی۔

☆☆ ☆
سوئی جٹ سیدھا شیدے دفنی کے ڈبے سے بڑ
آکا مگر وہ پانی کے کچھ بھی پینے میں شرکت کے
لیے شہر کا ہوا تھا۔ ڈبے پر پی ڈال کوئی کچھ نہیں
تھا۔ دوسروں کے لیے بھی چار پانی پر پڑنے کیا اور

"کیا کروں میں اس کا۔۔۔ مائے مادر دو
کام ختم۔۔۔ پر نہیں۔۔۔ مجھے ایسا نام نہ کرنا ہے جسے وہ
ساری حیاتی جٹ جٹ کے رہتا ہے اور وہ نام کوئی
نہ بھرے۔" سوئی جٹ کھل کھل کر سوچتا رہا اور پھر
جیسے اس کے دماغ میں ایک خیال کو نہ کی طرح
اگر وہ کوئی کہے۔ وہ مگر نہ لے کے انداز میں چار پانی
پر بیٹھا اور سکرانے لگا۔

"اے کھل ہوئی۔ اب اس کو کچھ لگے کہ سوئی
جٹ کی عزت پر بھڑاؤ لے گا کیا سخی بھائی ہے؟" اس
دقت وہیں بات بھول گیا کہ اس نے زبردستی اس کی
"عزت پر بھڑاؤ لگا۔" بلکہ اس کی "عزت" بھی اپنی
پوری راضا بندی سے اس کے ساتھ تھا۔ کچھ بھی
"اے میرے شیسے! اسے ساتھ والے پنڈ میں میدے
نام کا ایک منڈا اور پتا ہے۔ اس کے بارے میں ساری
معلومات لے کر آ۔" کون ہے۔ کیا کرتا ہے۔ کتنے
بھن بھائی ہیں۔" سوئی جٹ نے انگلی اٹھ کر میرے
کے کچھ پانچ پانچ کواٹ دکھا کر ڈرایا۔

"میدے کی پنڈ میں پرچان کی دکان ہے۔ اہا
مرچا ہے۔ بدھی ہاں ہے۔ کین بھائی ہیں۔ کین
اک سی ہے جو جیسے میں دہائی ہوئی ہے۔" شام کو فیرا
پوری معلومات کے ساتھ معاشرہ تھا۔
"ہوں۔۔۔ اس کی کین کس جیسے میں راضی
ہے؟" سوئی جٹ نے سوچوں کا ڈبے سے کچھ بھلا
"شہر کے پاس والے ڈبے جیسے راج پور
میں۔"

☆☆ ☆
ایک ہفتہ ہو گیا تھا سوئی کو شیدی سے سواپن
لے ہوئے اور شیدی جیسے کم سمی ہو گئی تھی۔ سواپن
جانے کے کم میں نہیں بلکہ اسے بے نظر کھانے جاری
تھی کہ کہیں سوئی میدے کو کوئی نقصان نہ پہنچا رہے۔

مختص قلم کرکسی نہیں



دلی ہو گئی، کھنکھار کر پوچھیں والوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں وہ وقت بٹ کر بننا ہوں۔ دیکھ بوسے اب جیل میں۔۔۔ شہید ساقی نے مجھے سے دلی ہی دل میں کہا اور فون لگائی، جب میں ڈال کر باہر نکل گیا تاکہ باقی سب کو بھی بھجوا دے کہ کوئی فون آئے تو سوئی کو بچانے کے ساتھ کر چائیں۔ قہانے دار وہ ڈے ملک کار شے دار قہا روئے ہے لیکن وارہ دلی قہا۔ اس نے فون بند کر کے سوئی بٹ کو کھولا۔

”کیا کہتے ہو اب؟“ سوئی کوئی جواب دے بغیر چپ چاپ بیٹھا رہا۔ وہ بے ملک کی سپورٹ کی وجہ سے سوئی بٹ کے خلاف پکایہ پکارت کرتا تھا۔

☆☆☆

سارا عملہ گڑو کے کمر قح تھا۔ سب انہیں تسلی دلائے دے رہے تھے مگر گڑو کا سکتہ تو غاشی نہ تھا۔ اس کا سر بھی ایک طرف بیٹھا سر پر یاد رکھے سب رہا تھا۔ غریب کے پاس عزت کے سوا ہوتا ہی کیا ہے۔ اگر وہ بھی کچھ چوراہے پر تار بوجھنے کے لئے کھڑا رہنا ضرورت ہے۔ قہانے سے فارغ ہو کر طحطا اور وہ بے ملک سپرہ گڑو کے کمر آئے۔

”چاہا“ گھر میں نہ۔۔۔ میں پکا بندہ دست کر کے آئے ہاں میں ان کا۔۔۔ وہ بے ملک نے گڑو کے سر کو مل دی۔ تھوڑی دیر میں گڑو کے گلے۔۔۔ طحطا بھی گھر جانے کے لیے اٹھا تو پہلے آئے بڑھ کر گڑو کے پر پر ہاتھ رکھا اور وہ گڑو کے تن میں جیسے جان پڑ گئی۔ اس کے آنسو کرنے لگے۔

”اے اب تو نہ آتا تو۔۔۔“ گڑو اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔

”میں ٹھیک۔۔۔“ چپ کر ہوا اور وہ کا شکر کو اس نے کسی وہ نقصان تو بچا لیا۔ طحطا نے اسے چپ کر کہا۔

☆☆☆

”میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ میں یہ سب کراں کا تو کی کوئی دن کی چیز نہیں ہوگی۔ پتہ میں سب کو پتا چلے گا تو کسی سے عزتی ہوگی۔ اور یہ بات بھی میری کی کہ

اور اسے تمام ان کی رسوائی کا سامنا کر چکا تھا۔ طحطا گھر میں داخل ہوا تو اسے چوری امید تھی کہ آج اس نے اس کے سر میں جو تپاں ماری ہے۔ وہ ڈرتے ڈرتے گھر میں داخل ہوا تو قہاں اور اچھا پار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ ہلکا ہلکا۔

”او۔۔۔“ قہاں۔۔۔ ان کے تھیں بھول قہا۔ تپاں کوئی مار دیتے تو۔۔۔ اکواک جڑ پے ہمارا تھے کچھ ہو جاتا تو ہی دونوں بڑھ چاہی کی کیا کرتے۔ آج امان کی بجائے اس نے طحطا کو مارا۔

”ایا اس وقت میری جان کوئی یادہ گڑو۔۔۔“ میں کی عزت زیادہ نکلتی ہی۔۔۔ طحطا نے انہیں چپ کر کے جواب دیا۔ وہ امان اب کی کیفیت بھورہ باغدار۔ امان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ آج اسے کی بجائے امان نے اسے مارا کہ اس کا قہا بندہ قہا اور وہ پر چپ کر دی تھی۔ طحطا نے امان کو عزت سے دیکھا۔ ”ہاں بڑھ۔۔۔“ تو نے امان گڑو کو بھجوا کر یہی ثابت کر دیتی ہے کہ سوراہہ ہوتا ہے جو عزت کی چاہے اوکوئی دلی عزت کی حفاظت دی کرے۔ شائش بڑھ شائش۔۔۔ امان نے ہان سے طحطا کو دیکھا اور امان اور طحطا کو ملے امان کو دیکھتے تھے۔

☆☆☆

☆ ☆ ☆
 ”خود بخود ہی شروع ہونے والا ہے مگر حال ہے جو یہ لڑکی کمر کے طور پر بیٹھے بیٹھ کر پانی پو۔“
 سب کے سامنے ہوئی اپنی عزت افزائی دیکھ کر وہ پانی پانی ہوئی۔ سامنے بیٹھا ریاض بھی بڑی دل تپتی سے لپٹی وہ لڑکی اس کمر پر پاکنگ دیکھ رہا ہے۔
 ”خیر کتنے جانے والوں کو دیکھ کر صحت باور پنا خانے میں گھس گھس ہے اور صحت پت چائے اور بھٹ پلٹ میں چائے سامنے دھرتی ہے۔ اب بھلے سے آگے نکلتے والی بونفیری ہو رہی تھی گئے پیچھے لپٹی خالہ دیکھو یہ پانچ بچوں کی شکایت ہے کہ کتنے والی گھڑی کا گھوم۔“

ماں کی بات سن کر اس کی بڑی نند نے ایک قہقہہ لگا کر اس کی طرف دیکھا اور اس نے چہرہ نظروں سے اس کمر پر نظر کیا جسے ریاض کھڑا۔ اس کمر پر باکسر نے اپنے مخالف کو جڑ سے بے زور کا کاٹ مارا اور وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھے سوچ رہی تھی۔
 ”یہ انتہائی ہی بے زور دوزلی ہوتی ہے۔“
 ”بھلے سے آئی عورت کو صرف چائے کا سرسری سا پو پنا ہے۔ رشو داروں کو صرف خالی چائے کی پانی تھانی ہے۔ نندوں کے سرسریوں کو دیکھتے ہی کھانے کا انتظام کرتا ہے۔ سردوں کے آگے مہمانوں کی فریے چورے لوازمات سے پر ہو۔ جبکہ بیٹھانوں کے سیکے کو صرف چائے پانی کا پو پنا جائے۔“
 نالچے کے حساب کتاب کے بعد اس نے دل پر جڑ کرتے ہوئے مہمانوں کو بھٹکانے کا سرسری طریقہ بھی اذہر لایا۔

☆ ☆ ☆
 ”نیا دھڑ کے پانچ بچوں کے دس لٹو بھائی سلام دے چکے ہیں وہ ریاض کھڑے سات بچوں کے چودہ لٹو بھائی آہ۔ ریاض کھڑے پانچ لٹو دے کر تے کی لٹاری میں رکھتے ہیں ابکہ وہ بڑی نندوں کے بچوں کے

دے کر تے کی لٹاری میں رکھتے ہیں ابکہ وہ بڑی نندوں کے بچوں کے اس کے گھر آئی تھی۔ اور ساتھ لائی سوفا میں دیکھ کر اس کے سرسریوں کے تو حقیقتاً ہاتھ پیر پھول گئے۔ سرسری سا سلام کر کے سب ہی چڑھ کر سنبھلے میں لگ گئے۔ وہ کھیل کے جی بھر کر اس کو دیکھ بھی نہیں پاتی تھی کہ کچن میں چڑھنے والی لڑکی لٹو لٹو بڑی پرور ہیں بھر بچوں کا حلوہ دیکھ کر اس کی ذہنی لڑکیوں ماس نے اسے دیکھ کر لٹو لٹو کی کھینچ کر تے پر لگا دیا۔ وہ چودوں پر کھینچا ہار لٹو لٹو کا کھینچ کر کھینچ کر ہار بارہ رنگہ روم میں بیٹھی ماں کی۔

”جو یہ کو بارہ کی کہن مجھے شام سے پہلے جانا بھی ہے۔“ بات سن کر کھینچ بھول جاتی۔
 یہ دیکھ کر کھینچ کے کھینچا کر میرے کمرے میں تو رکھو لا۔ لٹو لٹو کے حساب سے پہنچا جان چھوٹی تھی کہ ماں کے لیے پانی کا گلاس لے جاتی جو یہ یہ کہ بارہ کی خانے کے دور دورے پر ماس نے پھر سے دھڑ لیا۔ کلاس دہیں دیکھ کر وہ کھینچا لٹو لٹو کی ماں کی مدد کر گیا۔
 ”خالص ہو سکی تھی۔“

رکھ دوں اور نہ جس دن کمر میں بھی نہ ہوا یہ تیار ہوئی جیٹھیاں تو جیٹھنی توڑی میں بھی دیکھی ہی اٹھیں دیکھیں۔

انہوں نے چنگ کے پیچھے اسے کھسا کر کھنکھڑ پھیلایا۔
 ”حق تو کوں کے قاتلہ سے کے لیے پھیلایا ہے روت جتو بڑھو! کونسا قسم ہوتا ہے اور پھر آہ۔ کونسا قسم تو فریب ہیں وہ روت نہ ہو شہر والے تو وہ بڑوں میں ملاوت والا بھی بھی دیکھیں کھینچ لگا کر کھینچ لگتے ہیں۔“
 انہوں نے چنگ کی چادر تقریباً فرش پر گر گاتے۔
 ”گئے گو کا تمام شہوت تک مٹا ڈالے۔“

چنگ کے پیچھے ہی اس نے جھڑی سے باہر کی طرف دوڑ لگائی مابا انہیں کوئی اور کام پڑا نہ جاتے مگر ان کی صحت کا کھد کھد تے ریاض کھڑے مگر اس کی۔
 ”اجھا ہوا تو آگیا جلی سسرال سے آئی کہہ دو

دو چار بیٹے کو بچاؤ کر کے دیکھ کر مہر سے
 ٹھیکے کا سوچ کر دیکھ کر انا پناہ مان کر بھاگ چلا۔
 "دو ٹھیکے تو کہیں نہیں گئے۔" وہ بڑا بڑا ہوا
 شرہ کے پیچھے چل پڑی۔
 "میں تو جلدی سے یہ فارم پر کر دے گئے۔
 تیری سبکی بنا رہی تھی کہ رابطے شروع ہو گئے ہیں تو
 میں نے تیری خبر اٹھارم بھلا لیا۔"
 نعمت خاتون نے سکرے میں داخل ہوتے ہی
 پلاسٹک کے ٹھیکے میں سے ایک فائل اٹھ کر فوراً نکال کر
 اس کے سامنے رکھا۔
 "تیری ساس بتا رہی تھی کہ انکی تم پر سوائے ہاتھ
 کو کوئی اور دم دار دیکھ سکتے تو تم فارم واپس نہ جاتے
 محض سے چلا کر تیری کتاب بھی لائی ہوں۔"
 کہہ کر ٹھیکے سے ریاضی کی کتاب نکال کر میز
 پر رکھی۔
 فائل پر ولیدت کے خانے میں ماسٹر نور الدین کا نام
 لکھتے وقت اس کی آنکھیں اڑپا پڑیں یا پھر ہاں کا پتلہ۔
 "ریاض محض سے چلا لیتا۔" سن کر..... بہو خاص
 بنا نہیں چلا۔ ذہن میں سب کچھ گھومتا ہوا نہ لگا۔
 "چند ماہ میں اسے اپنے کمرے میں آؤنی اس
 ٹرکی کو بدلتی تھی فرصت بھی کتنی کپا ہے چلا مانا۔"
 وہ اس کو کھانا پانی اور دوسرے نعمت خاتون
 کا کس بھی نہیں قسمت بھی دینی ہی گھبرا کر لائی تھی۔
 رات کے ابتدائی پہرے ہاتھ میں کتاب بچڑے چنگ پر
 نیم دروازہ ماسٹر نور الدین اور دائیں سمت کمرے کے بل
 لٹکی سرور کی کوٹھوڑی نعمت خاتون اور دکان کے
 کھاتے والا بڑا سار جیز کھولے ریاض محض اور جوارو
 گھوڑی جو پر ایک بیٹی تھی کاشی کا شکار گھسا۔ وہ سر جھکا
 کر فارم پر کر رہی رہی۔
 "نیکو بھڑے کے پانچ بچوں کے اور یہ فیاض محض
 کے سات بچوں کے اور یہ سلیم بھائی اور اس کا۔"
 نعمت خاتون نے دروازے پر جا کر "آٹھ عاتقہ

بجور یہ ہے بہت اذیت دینے لگا تھا۔
 "اور ریاض محض کچھ کرنا۔"
 نوکری میں ریاض محض کے انڈوں میں سے ایک
 اٹھا ابلدی رکھنے کے پکڑ میں کچا اور اس کی بات سن
 کر ریاضی بھتیجی اسپر بھاگیں۔ "اور ریاض محض کچھ کرنا۔"
 سن کر کبھی سے لوٹ پوٹ ہو گئی اور وہ کھانا ہی ہو کر
 دروازے کی طرف دوڑی۔ آج کی صبح میں تو اس کے
 پاس پشٹے کا بھی وقت نہیں تھا۔ اس نے مل کر کبھی اسے
 گاؤں سے آئے بچوں کے بھی بھگے کرتے تھے۔
 ☆☆☆☆
 "واہی پر پتھر ہے جو بچانے کی اس لیے تو پتھر
 دے کر خود ہی اپنے سینکے چلی جاتا تھا مجھے لینے
 آجیوں کا۔
 اگلی کوٹھک سے گیارہ کے جوار کے ٹوٹوں سے
 پکے سو سے تین نوٹ بنائے سے نکال کر جوبیر کی
 طرف بڑھا جاتے ہوئے ریاض محض نے کہا اور یہ چلا دیا۔
 ریاض محض خاص کاروباری آدمی تھا۔ پتلے دن
 ہی جو پر یہ کو دیکھ کر جیسے اس سے پتھر کے نوٹ
 تبدیل ہو جاتے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ ظاہری مسن
 سے بالکل چھری مرد کو عام سے توفیق والی دنیا کی
 لڑکی پہنچ نہیں کر پاتے تھے۔ سو بادل ناخواست ایک کوٹے
 میں ڈال دیں۔ وہ دن دھار دکان پر اور شام کو دوستوں سے
 ساتھ کپ شپ کے بعد وہ گھر آتے ہی رشتہ منہجیال
 کر بیٹہ جاتا تھا۔ ان کی کرم چوٹی سر ہو جاتے تھے
 اسی فیصد شوہروں کی طرح ضرورت سے سخت ہی اس
 کے پاس آتا۔ شروع شروع میں تو جو پر یہ ٹھوڑی
 گھبراہٹ پر بھڑو بھی اسی فیصد چوٹیوں کی طرح عادی
 ہو گئی۔ چنگ کے ایک کوٹے پر وہ دیکھو لیل پر جکار ہتا
 نور جیز جیز کچھ جیز یہ دوسرے پر۔
 "بھئی بھئی تو ریاض محض بھی انجیر کا ایک وجیہ
 ماسواں لگتا۔"
 چھوٹی بڑی بریکٹ کو بند کرتے ہوئے کن

سکرہ امتحان میں داخل ہوئی وہ بہت گھبراہٹ
 ہو گئی تھی۔
 یہ بات مجھے تنگ پڑنے کا نتیجہ تھا یا پھر سرالوں نے
 اسے حساب کتاب میں اضافی کر دیا تھا کہ وہ کم عادت
 ریاضی کا پرچہ پڑھ کر وہ بے اختیار رہی تھی۔
 "آٹا آسان....." کہہ کر مل کر گئی۔
 "شخص....." پرچہ مل کر تھی جو پر یہ نے
 آواز کی دست بھانکا۔
 "سن سوال نمبر چھ کا جواب تو تارے۔"
 "ساتھ بیٹھی لڑکی نے اسے نکارا۔
 "ظہر ڈائی ماس سے چھ کر تانی ہوں کہ۔"
 زبان کو بے اختیار داؤتوں سے دبا کر باقی
 کا بعد وہ نصف دیکھ کر ساتھ بیٹھی لڑکی نے اس کے
 لاجور سے فقرے پڑھ کر اپنے جملہ جو پر یہی حالت
 زار پر سن کر جوبیر کی ہو گئی۔ اگر سختی اسے توفیق تو
 شاید وہ جس کھیلے کچھ جیتی ہی رہتی۔
 اس نے اندر کی کھنکھیاں بن کر باہر نکلتے گی۔
 "جو ماس سے سوالوں کے جواب۔"
 "وہ کیسے لڑی ہیں نہیں ہے۔" کے جواب میں
 اس نے ٹرکی کے ہاتھ پر ماسا جیز کھوایا۔
 "بھیا پیسے تو تھی چاہتا۔" اپنے جات کی پلٹ
 بچڑے ہو کر کچھ کے چنگ کے چپے چلی جوبیر نے پلٹ
 کر بڑی کھڑا کر دیکھا۔
 "تو ماس سے نہ کھانے۔"
 سدا کی دلاڑنی کی کٹی لائی ماسی کھنکھیاں۔
 "وہا کر ماس میں میں زندگی کے امتحان میں
 کامیاب ہو جاؤں۔"
 اسکول کے گیٹ کے پاس گھڑے فقیر کی چھوٹی
 میں ہو سو رہے ڈال کر دھڑک رہی تھی۔
 "شاہی شہر لڑکی اس چوڑے کی مانند ہوتی
 ہے جس کو ایک زمین سے دوسری زمین منتقل کر دیا
 جائے۔ تھی مٹی، آب و ہوا، روشنی اور بالی داس آتے

کے لاکھ پچھترے پڑیں مڑا دل سڑا پڑے۔
 زمین کے ساتھ بیٹھی سے جڑے ہیں اور پھر ایک
 وقت آتا ہے جب زمین داس بھی آجاتی ہے۔ قدم
 منسوب آتا ہے جوں اور چل بھی لگ جاتا ہے۔
 آگھن میں سر پھوں کے ہوسے لگتی نعمت
 خاتون جو پر یہ کو اکیدا آتے دیکھ کر "چلی کوئی بات
 نہیں۔"
 کہہ کر ایک خوب صورت بات اس کے دوپٹے
 کے پلے سے بانہ دھتی۔
 ☆☆☆☆
 پورے دن چار سال بعد ماسٹر نور الدین نے
 جوبیر کے کمرے میں قدم رکھا تو کن کن کر چڑے۔ بانی
 جوبیر کے ہاتھ سے پتلہ اور گرد زار میں بس ہو گیا۔
 "پورے ستر بعد پھلے ہیں ریاضی میں۔"
 نعمت خاتون نے جوبیر سے بتایا۔ ڈارنگ دوم
 میں بیٹے افراد کی ساری توجہ شہروں سے زیادہ پڑ
 دھر سے نوکر رہی ہو گئی۔
 ریاضی کے جدید سوالوں کو ایک سال میں مل
 کر لیا۔ پھر سرالوں کے ذہنوں میں جی کے ہندسے
 کو کھینچ کر سیم کا ہندسہ فٹ کرنے کے لیے اسے کئی
 سال درکار تھے۔ چائے دم کرتے ہوئے اس نے
 دیکھا کہ اس کی جاس نے گاؤں سے آئی باجڑے کی
 بدروی کو جاس سبیل سے ڈھانپ کر چھپا رکھا تھا۔
 وہاں ایک انگڑی چڑیا اور پھر چکرات دی گئی۔ وہ آگے
 بڑھی اور اوپر کی پوری کا کھنکھول کر کھی میں باجوہر
 کر ماس سے آگھن میں پھیر دیا۔ انگڑی چڑیا سمیت کئی
 پرندے دلتے تھے چپے آئے۔
 بیٹے کی کھنکھیاں ایک دن ایک دن نعم ہو جاتی
 ہیں پھر کھنکھیاں کئی کئی کھنکھیاں ہو گئیں۔
 بیٹے کی کھنکھیاں کئی کئی کھنکھیاں ہو گئیں۔
 کھنکھیاں دو کھنکھیاں آجانی ہیں۔ دیکھاؤں کی
 صورت میں۔
 ☆☆☆☆

[illegible]

نوس قیط



پولیس ٹیج بلیکس

خیر علی اور احمد علی دو جوانی تھے۔ خیر علی بڑے تھے، چھوٹے بھائی احمد علی کے لیے وہ شفیق باپ تھے۔ احمد علی کا انتقال ہو چکا تھا اور خیر علی شمس حسن کے گھنٹن (to ghanta) بھائی اور چھوٹے کی یاد رکھ رہے تھے۔

بھی۔ اسی طرح کی بیوی کا مردانہ خیال ہی کہ اس طرح نہ ہو سکتا اور وہ کر کے والی تھی۔

میدوار کی بیٹی کی سہیلی سوسنی، جو خیر اور شہرہ کے دو بھائیوں کے درمیان بیٹھ کر رہتی تھی۔
 سوسنی کی شادی ابھی ہوئی تھی۔ شہرہ نے کہا کہ سوسنی کی شادی ابھی ہوئی تھی۔
 اور شہرہ نے کہا کہ سوسنی کی شادی ابھی ہوئی تھی۔

مختار صاحب کا آفس میں آنا کہ وہ دروازے سے انتقال ہو جاتا ہے۔ عزم کو محال مل جاتی ہے لیکن اس کے پاس مختار صاحب کی خبر اس کو پتہ نہ لگتی تھی۔ وہ جاکر مختار کو مل جاتی تو اس پر بھڑکانے لگتی ہے۔

تو انہوں نے اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات بھی کہی کہ وہ ہے اب بھی اہل فتنہ کا بھائی۔ سارا وہ چہرہ



گرت 154 جولائی 2018

عین کا دھنسا ہوا اسی آگنی آبی ہوں۔" وہ اس کی کیفیت سے بے خبر ہو کر اس کے دم سے نکل آئی۔ اور لائی گئی۔

"معا... یہ کیا ہوا؟"

"کیا بات ہے راجا!؟" شرور کو عاقل اس کی بے وقوفت آمد نے ہلکا دیا تھا۔ بدحواس میں کمرے سے نکلے۔

"معا! آجے میرے ساتھ۔" نو ریکارڈ کران کا ہاتھ تھا تو وہ ابھی سے ہوئی۔

"کہاں؟"

"آپ آئیں تو۔" نو ریکارڈ خوشی کے عالم میں انہیں سمجھتے ہوئے ڈرائنگ روم میں لے کر گئی تو آگے جزو ای طرح گم گم کر رہا تھا۔

"اگر تم ابھی تک ایسے ہی کمرے ہو۔" نو ریکارڈ کی گفتگو آواز پر اس نے چونک کر دیکھا تو وہ ڈراؤنی۔

"یہ میری نمازیں اور نماز ہے۔"

"شرور! ہوتو ہی کیسے آواز نہیں کے ساتھ۔ صرف شرور کے چہرے پر ناگاری پھیلی بلکہ آنکھوں سے خشونت بھی نکلتی تھی۔ جیسے غصے کی کئی چیز نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنے پر اس کا کیا تھا۔

"نیکو! شرور! نو ریکارڈ نے اسرار سے کہا تو وہ دھڑلے بہا سے ہوا۔

"نیکو! میں اب میں چلوں گا۔"

"نیکو! آگے ہوتے ہی غصے کیچھ کھڑو ہوا۔" شرور کا چہرہ تبدیل میں ترازو ہوا تو جزو کو جہاں چلا۔

"جی ٹھیک ہے۔" ایسی ریکارڈ اس کی گئی کر کے آ رہے ہیں۔ اوکے ریکارڈ۔" وہ خوب سمجھ کر اس کی

خادر کے ساتھ قدموں سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

ذہنی کی بھرپور جان سے وہ بھر رہا تھا۔ قدامتوں سے تھا۔ کیونکہ وہ ریکارڈ کے ساتھ گاڑی میں تھا اس لیے ہائیڈرک آکس میں تھی۔ لیکن اس وقت اس نے بے بسی نہیں سوچا کہ کب آگس جاسے کے لیے اسے ہائیڈرک کی ضرورت ہوگی اس کے علاوہ یہ بھی وہ کوئی سوچ سکتا تھا۔ اس یہاں سے بھاگ جانا جانتا تھا۔ مزید کسی خاطر جو اس کی تھی۔ مین روڈ پر تھی وہ وہ چلا گیا۔ جب ایک ریکارڈ اس کے قریب رہا، تب سیدھا بھی کے عالم میں اسے دیکھا مگر بڑھ گیا۔ مٹھے والا ہاتھ اٹھا کر اشارے کی گئی کہ جا رہا تھا۔ وہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔

"آج چلی آگے!"

"جی السلام علیکم۔" اسے دیکھا تھا۔

"خوش ہو۔" کاخرو نے ابھی اس قدر کہا تھا کہ کچھ نہیں۔

"بیش خوش رہنے کی دعا میں دیتا ہیں اہاں۔ آپ کی دعاؤں میں اثر نہیں ہے یا میں خوش ہونا نہیں

جانتا۔"

"شرور! کاخرو خوش ہو گئیں۔" کیا ہو گیا ہے بڑا شہادی طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"اہاں۔" وہ مزید نام نہاد۔ "میں اس میں۔"

"آج ہاں میں۔" کھو پیلے ہو۔ "کاخرو نے نوک کر کہا تو اس نے اچھ کر ان کے ہاتھ سے گلاس لے لیا۔

"دماغ پر زیادہ بوجھ ڈالا کرو۔" کاخرو جھٹکتے ہوئے کہنے لگیں۔ "میں دیکھتی ہوں تم ڈرائیو سے کام کر رہے ہو اگر کہتے ہو۔ پھر میں یہ بھی محسوس کر رہی ہوں کہ کوئی ایسا بات ہے جو تمہیں پریشان کر رہی ہے۔" اس نے جو ایک کا پڑا سا مکتوب لیا تھا وہ حق میں ایک تھا۔

"پہلے تو تم مجھ سے بر بات کہہ دیا کرتے تھے۔ اب کیوں چھپاتے لگے ہو۔ ایسی کیا بات ہے بڑا اچھ سے کہنے کی نہیں۔" کاخرو کے دوست قیاس پر وہ اندر سے دباؤ پریشان ہو گیا تھا۔ یہ مشکل مشکل کر پہلے گلاس

تالی کر کے دکھا کر کہنے لگا۔

"کوئی بات نہیں اہاں۔ آپ ایسے ہی دباؤ ہو گئی ہیں۔ مجھ پر صرف آفس کے کاموں کا پریشر ہوتا ہے اور

بکھرا ہوا۔"

"آج ہاں۔" کاخرو غصے لگیں کہ اس نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نیکو! میں اب میں چلوں گا۔"

"تم آرام کرو۔"

"آپ کے پاس سی آرام ہے۔"

وہ ان کی گود میں سر رکھ کر کہتے ہی کاخرو اس کے بالوں میں اٹھایاں چلائے لگیں۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ سکون مل رہا تھا۔ کاخرو اس کا پیرہہ کہتے ہوئے عاقل اس کے ٹپوں میں ہلکی کی گئی کہ اس کا چاک اس نے

Pakistani Books

"ہاں جی! اس کے بالوں میں چلتی جا رہی ہو۔ انکلیاں غم نہیں۔"

"سب انسان برادر ہیں تو پھر انہیں اجیری غریبی سے چلنے میں کیوں تولا جاتا ہے۔" اسے ابھی بھی شرور کا

تھیرا آواز یاد تھا۔

"یہ سب دنیا کے دستور ہیں جیٹا۔ خدا نے ایسا کوئی قانون نہیں بنایا اور تم یہ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو جس میں

زیادہ تپا ہوتا ہے یا شام اللہ پر تم سے ہو۔" کاخرو نے کہا تو وہ بے ساختہ ہنسا۔

"یہ خوب بھی آپ نے۔" تخریق کرنے والے مجھ سے زیادہ بڑے کہنے ہیں۔"

"مجھا چھوڑو ان باتوں کو یہ تاکہ سیدہ بھائی کے پاس کب جاؤں۔" کاخرو نے پوچھا لیکن وہ سمجھا نہیں۔

"کب جاؤں مطلب؟"

"میں تمہاری شادی کی بات کر رہا ہوں۔" کاخرو کچھ دنوں سے یہی سوچ رہی تھی۔

"کیا۔" وہ ایک دم اچھو بیٹھا۔

"ہاں سیدہ بھائی یہی کہتی تھیں کہ اس کی شادی کر دیں کی تو ام شام اللہ وہ اپنے گھر کی ہو گئی ہے۔

اب میں شہرہ کی بات کر سکتی ہوں۔" کاخرو کی پوری بات سن کر کوئی نہیں میں مرانا لگا۔

"کیوں سیدہ بھائی منع کر رہی ہیں کیا؟" کاخرو یہی بھی گن گن رہے تھے ہونٹ کھینچے بھر رہا تھا۔

"ان کا تو پتا نہیں۔" اس کی شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

[illegible]

”میں جانتا ہوں کہ ہمارا شادی کے بعد تالی گئی تھی مگر ساتھ میں اور بھی اس بات پر آمادہ کرنے کے بعد جو ہفتہ گزرتے گا۔ میں خریدے گا کیوں گا وہی نہیں سمجھنے کی اور میرا خیال مجھے یقین ہے کہ تالی جاننا مان جائیگی۔“ (نکرتے آپ بھی۔۔۔ اس کو کافی بات میں بھیجے گا۔ بخیر عرض ہیں۔) آخر میں اس نے زور دے کر کہا تو آخر وہ سچا شادی ثابت ہو جائے گی۔

”میں آپ کو بلاؤ گا میں ہفتہ پڑی سوئی رہتی ہے۔ اس سے کہیں اچھی سی چائے پائے۔“ وہ دوسرا بھیج کر چھوٹ کر اُتر کر

☆ ☆ ☆
 ضرور یہ حد تھلائی ہوئی تھیں اور کونکر سامان صاحب نے انہیں کئی سے منع کیا تھا کہ وہ بیکار اور محروم کے معاملے میں کونکر نہیں کر لیں گی تو وہ بیکار سے تو کونکر نہیں کر سکتیں لیکن شام میں جیسے ہی سامان صاحب نے اسے وہاں کے سامنے پھینک ڈیا۔
 "وہی بیٹی کی بڑا بہت دیکھی جہاں آج وہ اس دو گئے کے لئے کہ کھرے لائی تھی۔ میں یہ جانتی ہوں سامان آگڑا آپ نے اسے اتنی دیکھ لیں کہ وہ مجھ سے ملے۔ مانی گاؤں میں اس کی بیٹی چل رہا تھا میں اس لئے کہ کولہڑا سوس سے اٹھ کر کھڑی اور آپ کی بیٹی جو تاجہ اور اس کے چچے کے پاس تھی۔"
 جہاں صاحب خاموش محروم سے لیکن ان کی چٹائی پر کچھ روکا اساتہ ہوا جا بجا تھا۔ جس سے کھار کھارو ضرور دیکر رہے تھے۔

[illegible]

”جب دیکھنے والے ایکسٹ کر لیا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔“¹⁴

”اے!۔۔۔“ مقررہ ہر جگہ کو دیکھ کر وہ اس قدر ہنس دیا کہ اس کا دل صاف کھٹکے لگا۔
 ”مگر تمہیں اس میں سے کیا بھی لایا تھا اب؟“ مقررہ کو یاد آئی کہ اس نے اپنے لیے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دیکھ کر
 ہنس دیا۔ ”اے! میں کوئی خاصیت نہیں رکھتا۔ لیکن جو چیز مجھ سے ہے، وہ اس قدر قیمتی ہے کہ اسے ہرگز نہیں
 دے سکتا۔“

”یہ نہیں، میں رات سے طبیعت بوجھل ہو رہی تھی۔ صبح دو بیسٹنگ کے بعد بہتر محسوس کر رہی ہوں۔“ وہ ابھی کسی سست لگ رہی تھی۔

”تم مجھے کال کر رہی۔ میں اسی وقت آتا۔ حالہ باری ہی جتنے بچے کچھ کھایا بھی نہیں ہے۔ چلو، ضرور کچھ کھا لو، بھرنا کمرے کے باں چلے جیٹ، تھوڑی دیر میں پریٹانی کی پرسکھ ہو رہی گی۔“

”اے نہیں، غزنی اب تو میں ٹھیک ہوں۔ ڈاکٹر کے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بالکل ضرورت ہے۔“ تھوڑی غزنی نے اس کی ایک ٹیٹس مٹی اور اسی وقت اسے ایک گانا گانا کر جنت کے پاس لے گیا جہاں اسے خوش خبری سننے کو وہاں پہنچے ہوئے تھے۔

”کوہ غزنی؟“ گھر آتے ہی اس نے غزنیہ کو گاہوں میں گھرایا۔

”جنگ جادو میں شادی کرتے ہی بچے کے خواب دیکھنے کا آغاز ہو چکا ہے، بچہ بڑا بہت خیال رکھنا۔ مجھے بہت آرزو ہے ہمارا بچہ مکمل ہو جائے۔“

پھر کئی دو دو چار گھنٹوں کے بارے میں دلیلیات و دیکار پ۔ اس کا کھانا چٹا۔ اٹھنا بیٹھا۔ سونا چاندنا ایک ایک بات سمجھا رہا تھا۔ اس کے بعد بیڈ کی ایک طرف سیر پراس کی سیڈ یٹن رکھ کر اسے تاکید کرنے کا وقت پر مہیا نہیں ملتا ہے۔

غزنیہ اسے اپنے لیے اتنا تحریک و کچھ کر سکتی رہی۔ وہ بھی ادھر جا رہا تھا، بھی شاید اس سے خوشی سنہائی نہیں جا رہی تھی۔ اس دن وہ رات تک اس کے پاس رہا۔ اپنے ہاتھ سے اسے کھانا کھلایا، چرمیڈ میں دی۔ اس دوران بار بار اس کا سٹیل فون بھارت اور دو کال ریسیڈ کرتے ہی کہیں ”ابھی مصروف ہوں، پھر کال کروں گا۔“ اور پھر یہاں گیارہ بجے وہ اسے سلا کر کھاتا تھا۔

”کھانا کھاؤ، ابھی تمہاری کال کا فون آ گیا۔“

”کچھ ہو چکی؟“ اس نے گوارام سے سہلی گھس۔ ابھی پہلے جوں جوں پھر بات کرنا اس کے بعد میڈ یٹن اور دیکھو

کوئی یہ عالم ہو چکا تھا کہ کال کرنا۔

پھر دیکھتے دیکھتے سے دونوں کر ہاتھ لگا کر دیکھنے لگے۔ اس کے پیچھے سواری ہوئی تو اس کا فون آنے پر بھولا گئی۔

”کیا ہو گیا ہے غزنی؟ کیوں باہر بھاگ کر رہے ہیں۔“

”جہاد ہی جہاد پوچھنے کے لیے۔“ اس نے کہا تو وہ پڑ گئی۔

”کوئی ضرورت نہیں، جہاد ہی جہاد پوچھنے کے لیے۔“ اس نے کہا کہ اپنا سٹیل پاور آف کر دیا تو گوارام سے س

نکے۔ جس کے بعد وہ بھی غزنی پر ہت پڑنے لگا۔

”تم ٹھیک تو ہو چکے؟“ وہ اس کی پریشانی نہیں سمجھتی تھی جب ہیج دا بھول گئی۔

”بالکل میں بالکل ٹھیک ہوں غزنی۔ آپ کیوں اتنی بگڑ رہے ہیں۔“

”میں گھر نہیں کروں گا تو کون کرے گا۔ تم نے جانیں قاتل ڈاکٹر کہہ رہی ہیں خوش رہنا چاہیے۔“ وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

”میں خوش کیوں نہیں ہوں گی غزنی۔ آپ کی بھینوں نے تم مجھے ہر شاعر کہہ دیا ہے۔“

وہ اس کا ہاتھ اپنے کول پر رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ”مجھے مجھے اپنے آپ پر دیکھ آتا ہے۔ آپ میری اتنی گھر

”وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگا تو وہ رے رک کر کہنے لگی۔“

”میں ابھی ایسا ہے کہ مجھے نیند نہ آ رہی ہے۔ حالانکہ رات ابھی میں سونے سے سوتی تھی۔“

”گوارام میں بے سکون رہا۔“ وہ بے اختیار پرا لقا۔

”کیوں؟“

”کیونکہ وہاں قہاری طرف تھا کہ چائیں تم ٹھیک سے سو سکتی کو نہیں، کہیں تمہاری طبیعت خراب نہ ہو جائے۔ میں اپنی امانتوں میں بے سکون رہا۔“ وہ بے سکونی کی وجہ بتا کر کہنے لگا۔ ”کیا ابھی میں سو سکتی غزنی کو بھر صبح کے لیے تمہاری اتنی اور ضرورت یہاں اگر کہیں تمہارے پاس۔ تم گوارام ہی سے۔“

”کہہ دوں؟ میں مجھے پتا ہے ابھی نہیں مائیں گی۔ اٹنا مجھے سے نہیں کی تم آ یا تو اور ہوتا بھی نہیں ہے۔“

”ابھی نہیں۔“ وہ سوچ میں پڑ گیا۔

”تم کیا کہیں؟“ غزنیہ نے ٹوکا تو وہ اسے دیکھ کر ہر پہنچے لگا تھا۔

”تم کیا چاہتی ہو؟“

”فنی احوال تو میں کچھ نہیں جانتی۔ میرا مطلب ہے مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ مجھ پر خال بہت خیال رکھتی ہیں۔“

”ہاں آئے ہیں کہ اگر ضرورت محسوس ہوگی تو جی جاؤں گی۔ آپ ویلے ابھی سے فنی ٹیکسٹ نہ لیں اور نہ مجھے ٹیکسٹیں لیں۔“

”میں نہیں کیا کیا نہیں دے رہا ہوں۔“

”سب سے بڑی ٹیکسٹ آپ مجھے سونے نہیں دیتے۔“

”مجھ سے کچھ کال کر کے ہیں؟“

”سب سے بڑی ٹیکسٹ آپ مجھے سونے نہیں دیتے۔“

”وہ شرارت پر آدہ اور تو وہ بے سادہ چلائی گوارام کی ہر کھانا ہٹ پر ہوتی ملی

☆ ☆ ☆

وقت سرعت سے گزر رہا تھا۔ غزنیہ کے پاس کچھ نہ کرنے کو کچھ نہیں تھا اس لیے اس کو اب وہ دور ہو جاتی

تھی۔ طبیعت میں بے زہری کے باعث جہاد، کچھ غزنی کر رہی تھی اب اس نے آئے والے بچے کے لیے کچھ

کھڑی کیا تو اس سے پہلے بچوں کو کچھ بھی کی گئی تھی اب اس نے آئے والے بچے کے لیے کچھ

لا دی تھیں۔ میں دل چاہ گیا۔ فوراً چار ہو گئی اور پھر یہ کوساچو لے جانے کا سوچ کر پہلے ہی کے گھر آئی تو سیر

پہلے سے سوچ چکی۔ کیونکہ بہت دنوں بعد ملاقات ہو رہی تھی تو وہ خوش ہو کر ملی اور خود ہی کھانا تو سیر نہ لے

تیا نہیں لائے اس میں وہی کھونج گی۔

”کیا کھاتی ہو۔“

”جی آ۔“

”کچھ کھاتے۔“ وہ بھی نہیں جیک شہرہ کچھ بول پڑی۔

”اگر سے آپ کو نہیں پتا تو اپنی کا زلی اب خود دروازہ کرنے لگی ہے۔“

”اچھا۔“ سیرہ نے خوب کا حذر دیا پھر کہنے لگی۔ ”مجھے تو یہی اہلی نے ابھی بتایا ہے کہ تمہارے ہاں بنا

جہان آئے والا ہے۔“

”ہاں تو تم آئی ہو۔“ سیرہ نے سیرہ کو کہا۔

Pakibooks

ماننے کا سونچ چاہیے ہوتا تھا۔
 ”اگرچہ چھوڑیں گا، آپ نے کیا میرے مگر جانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ ایک بار بھی نہیں آئیں گے۔“ عزیز نے دعا لیتے ہوئے کہا۔
 ”میں سوچتی تو ہوں آئے گا لیکن ذرا لی ہوں کہیں ہمیں ہماری کوئی بات نہ ہو۔“ فرخ نے فرخ نے ہنسنے سے سسرال میں تھک رہی تھی کہ ”اگرچہ سید صاحبہ انڈیا تھا لیکن عزیز نے جانی کھائی کہ وہ اپنی کبھی فطرت سے مجبور ہیں۔“
 ”نہیں اپنے دل میں اپنی جگہ دے دی ہے آپ کہ مجھے حریف کیسے جگہ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ جس کر رہی تھی۔
 ”خیر آپ کی دیر اور جو ضرورت گزرنے اور مجھ پر چلے گا۔ کیوں؟“ سید نے عید و شکر سے تائید چاہی تو وہ سہل کر ہنسنے لگی۔
 ”اگرچہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ عزیز اشاء اللہ ماں بنے والی ہے۔ اور مجھے یقین ہے جب عید کے ماں باپ کو ملے گا تو وہ بھی خوش ہو جائیں گے۔“
 ”خیر! عزیز! ایک دم خوش ہو گئی۔“
 ”تو اور کیا۔“ عید و شکر نے اسی آواز پر کہا کہ سید بول پڑی۔
 ”میں تم اپنے مایاں کو کھانا دے رہا ہوں کہ وہ کچھ دیر پڑاؤ ڈالتی رہو کہ وہ ہمیں اپنے ماں باپ کے پاس لے جائے دے دے وہ کھانا کھا لے گا۔“
 ”نہیں آپ! میرا مطلب ہے وہ اپنے مگر ماں کا ذکر نہیں کرتے میں بھی پوچھ رہی ہوں، کیا ایسا کیسے ہیں تو ختم جواب دے کر بات بدل جاتے ہیں۔ اس لیے میں پھر کوئی اور بات پوچھ رہی ہوں۔“ سید صاحبہ نے ہنسنے لگی۔
 ”میں تو تم پر دہشت کرتی ہوں۔“ عید و شکر نے سسرال کا پتا ہونا چاہیے۔ مگر میں کون کون سے۔ اور کون کس حریف کا ہے؟ ہر گز نہ والے وقت میں تم اسی حساب سے تیار ہو۔ روز سب ہمیں چلا جائیں گے۔ کیوں وہی میں غلط کر رہی ہوں کیا؟“ سید بڑی بھاری آواز پر کہہ رہی تھی۔
 ”میں کبھی تو غلط کر رہی ہوں۔“ عید و شکر نے کہا تو سید عزیز نے ہنسنے لگی۔
 ”یہ باتیں آپ بھی اسے سمجھایا کریں لی کہ تو کبھی سید عزیز نے ہنسنے لگی۔
 ”مناوانے میں ہوتی ہے۔“
 ”جیسے۔“ عزیز نے ایک دم آکر جانے کی فرسٹ درمیان میں رکھ دی۔
 ”صرف جائے!“ عید و شکر نے حیرت مٹانے کی کوشش کی۔
 ”تو کیا ہوا؟“ تم ہی لوگ تو ہیں۔ ہاں اگر وہ بھائی لوگ ہوتے تو وہ بھی بہت ہوتے۔“ عزیز نے ہنسنے لگی۔
 ”بات سن کر عزیز ہنسنے ہوئے بولی۔“
 ”میں غلط ہے۔“ میں صرف چاہنے ہی نہیں تھی۔“ عزیز نے ہنسنے لگی۔
 ”تم نے کہا تھا۔“
 ”پاس سب تیار ہے کیا؟“

”اگرچہ سید صاحبہ انڈیا تھا لیکن عزیز نے جانی کھائی کہ وہ اپنی کبھی فطرت سے مجبور ہیں۔“
 ”نہیں اپنے دل میں اپنی جگہ دے دی ہے آپ کہ مجھے حریف کیسے جگہ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ جس کر رہی تھی۔
 ”خیر آپ کی دیر اور جو ضرورت گزرنے اور مجھ پر چلے گا۔ کیوں؟“ سید نے عید و شکر سے تائید چاہی تو وہ سہل کر ہنسنے لگی۔
 ”اگرچہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ عزیز اشاء اللہ ماں بنے والی ہے۔ اور مجھے یقین ہے جب عید کے ماں باپ کو ملے گا تو وہ بھی خوش ہو جائیں گے۔“
 ”خیر! عزیز! ایک دم خوش ہو گئی۔“
 ”تو اور کیا۔“ عید و شکر نے اسی آواز پر کہا کہ سید بول پڑی۔
 ”میں تم اپنے مایاں کو کھانا دے رہا ہوں کہ وہ کچھ دیر پڑاؤ ڈالتی رہو کہ وہ ہمیں اپنے ماں باپ کے پاس لے جائے دے دے وہ کھانا کھا لے گا۔“
 ”نہیں آپ! میرا مطلب ہے وہ اپنے مگر ماں کا ذکر نہیں کرتے میں بھی پوچھ رہی ہوں، کیا ایسا کیسے ہیں تو ختم جواب دے کر بات بدل جاتے ہیں۔ اس لیے میں پھر کوئی اور بات پوچھ رہی ہوں۔“ سید صاحبہ نے ہنسنے لگی۔
 ”میں تو تم پر دہشت کرتی ہوں۔“ عید و شکر نے سسرال کا پتا ہونا چاہیے۔ مگر میں کون کون سے۔ اور کون کس حریف کا ہے؟ ہر گز نہ والے وقت میں تم اسی حساب سے تیار ہو۔ روز سب ہمیں چلا جائیں گے۔ کیوں وہی میں غلط کر رہی ہوں کیا؟“ سید بڑی بھاری آواز پر کہہ رہی تھی۔
 ”میں کبھی تو غلط کر رہی ہوں۔“ عید و شکر نے کہا تو سید عزیز نے ہنسنے لگی۔
 ”یہ باتیں آپ بھی اسے سمجھایا کریں لی کہ تو کبھی سید عزیز نے ہنسنے لگی۔
 ”مناوانے میں ہوتی ہے۔“
 ”جیسے۔“ عزیز نے ایک دم آکر جانے کی فرسٹ درمیان میں رکھ دی۔
 ”صرف جائے!“ عید و شکر نے حیرت مٹانے کی کوشش کی۔
 ”تو کیا ہوا؟“ تم ہی لوگ تو ہیں۔ ہاں اگر وہ بھائی لوگ ہوتے تو وہ بھی بہت ہوتے۔“ عزیز نے ہنسنے لگی۔
 ”بات سن کر عزیز ہنسنے ہوئے بولی۔“
 ”میں غلط ہے۔“ میں صرف چاہنے ہی نہیں تھی۔“ عزیز نے ہنسنے لگی۔
 ”تم نے کہا تھا۔“
 ”پاس سب تیار ہے کیا؟“

لڑنے کی

”اور سے عاقبت یہ تم کیا کردی ہو؟“ تنکدہ راوی
 بات تو بھی نہیں کر دئی۔ ”کون سے جگہ سے سوچا بھائی کی
 پوچھائی اور جہاں میں ڈوئی آواز بھری تھی جسے غصہ
 کرتے ہوئے اس کے اندر تک غرضی اور سکون کی لہر
 دوڑ گئی تھی۔
 ”نہیں۔۔۔ نہیں بھائی، ایسی تو کوئی بات
 نہیں، ابھی تو ان لوگوں نے صرف دشت کی بات کی
 ہے۔“ اس نے اپنی غرضی پر چڑھ جاتے بھائی سرسری
 لہجے میں کہا۔
 ”چلو تنکدہ ہے، اس اب اس سے آگے بات
 بڑھانی بھی نہیں چاہیے، ہم سب کو تھمادی دو اب بہت چند
 ہے، ایک طرف خالد بھائی کے کوٹنگ کا چٹا ہے تو
 دوسری طرف تھمادی سے بھائی کا چٹا، مجھے امید ہے تم
 لوگ میرے بیٹے کو ہی فریت دو گے۔“ ان کے لہجے
 میں مان تھا۔
 ”کیوں نہیں بھائی، میں ڈوئی سے بڑھ
 کر کوئی بھی نہیں، لیکن پھر بھی اس کے لیے آپ کو
 باقاعدہ رشوت دینا ہو گا تاکہ خالد کے ماتے بھی بات
 ہو جائے۔“ اس نے مسکراتے لہجے سے مناسب
 لفظوں میں اپنی بات ان تک پہنچائی۔
 ”جاساں پاگل، ہم چلے دی آئیں گے۔ آج
 کل دھجی بھی آتی ہوئی ہے اور کل رات ہی ہم
 ڈوئی کی شادی کی بات کر رہی تھیں۔“
 ”اوجھا اوجھا بھی آتی ہوئی ہے یہ تو اور ابھی
 بات ہے کہ آپ اسے بھی لے کر آئے گا اور اگر ہو

رہا کی کا کوئی اور جگہ نہ ہو تو اس سے اس
 پہلے خالد نے آپے کو لنگ کے بنے گاؤں کر لیا تھا اس
 نے ان سے ڈوئی کی بات کی تو جب انہوں نے
 کہا۔
 ”جو تنکدہ ہے یہ تمہارا دام ہو، انہوں نے بھی
 کوئی اشارہ بھی دیا ہے؟“ خالد نے سوالیہ نظر اس
 پر مرکوز کی تھیں۔
 ”میرے سامنے تو بھی اس سے شروع ہر بات
 خرداؤں پہنے گی کسی اور اسے کئی دنوں کا تھا کہ سوچا



PukiBooks

اٹھارہ سال پہلے رشتہ کی نوا دہی کیلئے یہ رشتہ بہت معقول ہے اور لوگ بھی سری جان بچان کے ہیں۔"

بات تو خالص کی بھی ٹھیک تھی، مگر سوچنے پر اس کے ذہن میں یہ خیال آیا، اس نے بھانسی سے فون کر کے دی دعا سلام کی اور باتوں باتوں میں ردا کے لیے آتے رہنے کی بھی بات چھیڑ دی، اور آگے سے ان کا ایسا حوصلہ اظہار جب سن کر تو اس کی خوشی دو چند ہو گئی تھی۔

"اللہ برکتی بنی کے اچھے نصیب کرے، انہوں میں عیسیٰ جلی جائے گی اور مجھ سے زیادہ دور بھی نہیں ہو گی۔" وہ چرچے پر ممتا بھری نظری محبت کا ٹکس لیے ردا کے منہ میں کے بارے میں سوچنے لگی۔

☆☆☆

"نانو! ماما کب آئیں گی؟" ہر پانچ سے دس منٹ بعد نینو سالانہ مزہ مزہ دے ان سے لازمی یہ پوچھتی تھی، اسے ہر بار "میں ٹھوڑی دیر میں آ جاؤں گی" کی تسلی دینے کے اور اسے بھلانے کو بھی کھلونے دیتیں، مگر کچھ کھانے کو دیتیں، اب سوچنا قدروں سے بڑا ہو گئی تھیں۔ وہ شام کی جاتے بنا کر لاؤنگ میں آئیں تو قادری کی ویڈیو کچھ رہے تھے، پاس ہی قالین پر بیٹھی اپنے کھلونوں سے مگنی گزارنے لگی تھیں دیکھتے ہی بھر مان کے بارے میں پوچھا۔

"آپ اپنے کھلونوں سے کھیلو ماما، میں آتی ہوں۔" انہوں نے بھڑکی جواب دے کر اسے پہلایا اور ہاتھ میں پکڑا، ماماں اس کے پاس پڑی میز پر دکھ لیا۔

"اس ذہنی کا بھی کوئی حال نہیں، ہمیں شادی اور بچوں کے بعد کہاں کی دوستیاں؟ بچی بے چاری پریشان ہو رہی ہے اور وہ ہے کہ جو کتنی سے بچے گئی وہی جگہ واپس نہیں آئی، وہ بہت بھی اچھی تک نہیں آیا اور اسے کہہ دیتی کہ جا کر اسے لے آئے۔"

قادری کو چاہے کہ کب پکڑے انہوں نے بچی کی شکایت کی۔

اٹنی مصروف ہوئی ہے، وہاری طرف بھی کتنا کم آتی ہے، ابھی بھی دل چاہتا ہے پرانے دوستوں سے ملے کو آج چاہے گی ابھی۔" انہوں نے محبت سے بچی کی طرف داری کی۔

"ماما کب آئیں گی؟"

وہ اپنی چاہنے کے کران کے پاس بیٹھتے ہوئے مسکرا کر بولیں۔

"ابھی چھوڑیں اس بات کو، مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔"

ابھی انہیں یاد آیا تو بولیں۔

"آج عافی کا فون آیا تھا، بتا رہی تھی خالہ بھائی کے کسی کو لوگ نے اپنے بیٹے کے لیے ردا کا رشتہ مانا ہے۔"

"ابھی اللہ بچی کے حق میں بہتر کرے۔" سونا نے بخور انہیں دیکھا۔ ان کے الفاظ دعا تیر و پیر و بے تاثر اور بھری مسرت تھیں۔

"لیکن میں تو چاہ رہی تھی کہ مجھ کو وہ بہت کے لیے ان سے ردا کی بات کریں۔"

ہے اور عافی اور خالہ دونوں ہی آپ کی اچھی عزت کرتے ہیں۔" انہوں نے حیرت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور بولے۔

"جسٹ اپنے بیٹے کے دھٹکے کے لیے میرا ان کی طرف کوئی ارادہ نہیں، خالہ جان اور ملنے چلے والوں میں اور بھی بہت بچیاں ہیں، انہیں اور دیکھ کر صرف ردا ہی تو نہیں رہ گئی۔"

"وہ تو ایک انداز میں کہتے ہیں وہ ردا کوئی دہی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے، اپنے بچیاں وہ بات ختم کر چکے تھے۔"

ان کے اتنے طبعی انداز پر لکھ بھر کے لیے وہ خاموش سی ہو گئیں، ان کے انداز سے صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ انہیں اس رشتے میں سرے سے دلچسپی ہی نہیں ہے۔

وہ تو کچھ ہی نہیں کہہ رہے تھے، عافی کا کہہ کر اس کے انہیں بھائی کا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن یہاں تو معاملہ بالکل برعکس لگ رہا تھا۔

"لیکن میں تو اس سلسلے میں عافی سے کہہ بھی

Pakistan

خلاف بات ہو جاتی تو انھیں جس بھی بہت جلد آجاتا تھا۔ انہوں نے بے ساختہ سوچا کہ بے یقین نظروں سے دیکھا تھا۔

”مجھ سے جتنے بغیر تم سے قطعاً بھی کرنا باب یہ تمہارا دور ہے کہ تم اسے کسی طرح منع کرتی ہو میری طرف سے صاف انکار ہے۔“ اب کے قدرے سخت لہجے میں کہا گیا تھا۔ ان کے انداز سے وہ عجیب غریب دکھار ہوئی تھی، یہ کیا ہو گیا تھا اپنے تئیں تو وہ بات کہی کے بھی تھی۔

”خاموشی میں تو وہی کروں گی جو آپ کی مرضی ہو گی میں مجھے کوئی نہیں آتا کہ آپ کے اعتراض کی وجہ کیا ہے۔“ کہہ کر کے گرفت کے بعد انہوں نے اٹھنے کے لیے بھی انہیں پھر جھٹک دیا۔ وہ کہہ کر سوچ کر قہر سے انھیں دیکھتے رہے اور گہری بات بھر کر بولے۔

”تمہاری عافیہ کے ساتھ شروع سے دوستی ہے، میں نے بھی نہیں منع کی تھی کیا پھر وہی تم سب سے بہت جلد سے ملنے سے عزت کرتی ہے اس لیے میں نے نہیں منع کی تھی، رد کا، اس میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن یہ بھی جگہ ہے کہ وہ مجھے کسی بھی بہت پسند نہیں رہی اور اس کی وجہ میں سے بھی نہیں نہیں بتائی تھی، اب تم ریشہ ہی کرنے کا سوچتے کی وجہ سے خیال میں مجھے نہیں بتانا چاہیے۔“ قاروقی کھلم کھرا لے کر خاموش ہوئی یہ تو وہ پرسن کوئی ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگیں، عافیہ کے لیے ان کے ایسے خیالات سوچا کے لیے قہقہہ خیرات کا باعث تھے۔

”تمہارے ساتھ رہتے ہوئے تمہیں اسے برسوں میں یہ تو اندازہ ہو ہی گیا ہو گا کہ میرے کچھ تقریرات ہیں، کچھ خیالات ہیں جن میں میں کسی بھی رد کو نہیں کرنا اور میں نے ہوا سے کچھ نہیں سنا ہے کہ جب بچے کا رشہ کر کے توڑی کی اس کو رشہ و رشہ کو ان کا بہت اثر آتا ہے اور میں اس بات کو ماننا بھی

مندی حیات ارد گرد سے بے نیاز قاروقی بات کی طرف کی ہوئی تھی۔

”تمہیں یہ بتانا ہے عافیہ کی شادی اچانک ہی ہوئی تھی لیکن اس کی وجہ میں جانتی اور اس کی وجہ یہ تھا کہ اس نے اپنے گھر والوں کو بے حد تک کر رکھا تھا۔ یہ حالتی کے بہانے بھی ماننے کو بے خوف بنائی رہی، گھر سے اکثر غرض کا کہہ کر فرار کے لیے نکلے جاتی تھی اور اس کو اس لڑکے کے ساتھ دیکھنے والا بھی میں ہی تھا، بہت حقیقت میں نے خاموشی سے اس کے گھر والوں کو بتا دیا تھا، حقیقت تو یہی کہ لڑکا کا ہی کسی شے نے الٹی ای سے ساتھ تھا کہ اس سے پہلے میں اس کا کسی لڑکے کے ساتھ کوئی پتہ نہ تھا، اب کی وجہ میں نے دیکھا تو پتہ چلا میں نے اس میں عافیہ جانی کہ اس سے پہلے کہ ان کی کوئی بدنامی ہو انہوں نے جھٹ سے اس کی شادی کر دی۔ اب تم چاہے میری اس سوچ پر اعتراض کرو، چاہے جواب میں کوئی تاویل دینے کی کوشش کرو لیکن میرا انکار جواب ہے، میری بات ہے میں نے تمہیں دیکھی تھی میں نے اس کی شادی نہیں کی تھی عافیہ کی بھنی سے اسے پہنچنے کی شادی نہیں کروں گا۔ اور میں اب مزے گولی نہیں، مجھے پروگرام دیکھنے دو۔“ اپنی بات ختم کرتے ہوئے انہوں نے احتیاط میں ٹھیکھی انداز اپنا یا اور تقریریں دو بار دہرائی یہ پہلے سیاسی پروگرام کی طرف مرکوز کر دیں۔

”وہ جانتی تھی کہ اب وہ اس موضوع پر قطعاً بات نہیں کریں گے اس لیے خاموشی سے اٹھ گئیں۔ تب ہی نظر پڑا کہ اس نے بھی غور سے یہی جو بات میں ان کا جواب دے کر پہلے دہرائی تھی، اپنی باتوں میں ابھی وہ اسے بھر بھرا کر گئیں۔

”تمہیں بھی کوئی اپنی مزاحمتی خاموشی سے کہے تھے کہ تمہیں ہے، یہ سراسر پائل جھولیا ہوا ہے۔“ انہوں نے موضوع بدلنے کی غرض سے ہنسنے ہوئے کہا۔

”غریب آج اور میں اسی وقت دوسری طرف صحت سے کال پر گروئی گئی تھی۔“

”وفاقی انسان کو سوچ بیک کرنا چاہیے، مجھے کیا جلدی ہے کہ میں نے قاروقی سے بات کیے بغیر جھٹ سے عافیہ سے بات کر کے اسے اسید بھی دلا دی، اب کی انھوں نے اس سے معذرت کروں گی۔“ لڑکے کا ہاتھ سے موہاں لیتے ہوئے وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطیاں میں، بغیر موہاں اسکرین کو دیکھے انہوں نے سوچا، یا پھر کیا یاد دہانے کے غالی کپ اٹھاے سوچتی سوچتی میں کی طرف ہوا میں اور دوسری طرف عافیہ کی حالت تو کی جانے کے لیے ایسی ہوئی کہ مجھے کافور بدنامی نہیں، قاروقی بھائی کے اپنے بارے میں خیالات جان کر ایک زوردار جھٹکا تھا کہ وہ سچا نہیں باری تھی۔

اس کے موہاں کی اسکرین پر سوچا بھائی کا نام بتو کیا تو اس نے فوری طور پر جھٹ موہاں کان سے لگا دیا، وہ تئیں دھڑکا کہ اس کے جواب میں بھی کوئی نہیں بولا تھا تو وہ کھنکھاتی تھی کہ کسی بچے نے کال ملائی ہے یا نہیں سے لگتی ہے۔ اسے سے نام شروع ہونے کی وجہ سے زیادہ زنگوں کی فون بک پر رخصت نہیں اس کا نام ہی ہوتا تھا اور اس کا لڑکے سے اکثر آجاتی تھی اس کی کسی عافیہ کی، سوچ کر وہ کال بند کرنے ہی تھی کہ قاروقی بھائی کی آواز اس کی جاسوسی سے گزری اس نے اس کو بے کال کی تھی۔

”گتھے سال بیت گئے تھے چوبلی میں کی کئی تقریریں وہ اپنے تئیں بھلائے تھیں لیکن وہ یہ بھول گئی تھی کہ لوگ نہیں بھولتے، یہ انکشاف بھی اس پر آج ہی ہوا تھا کہ قاروقی بھائی اس کی زندگی کے اس پہلو سے بھی واقف ہیں، ایک علامت اور رشہ خور کی کے احساس سے بکڑا تھا۔ آج برسوں پہلے اس کی کئی باتیں یاد آ رہی تھیں۔“

”انسان سے ایک دفتر کوئی ٹھکانی ہو جائے تو وہ پھر بچہ نہیں بھولتی، چاہے وہ چھوٹی ہی عمر میں ہی

یہ گیلیاں یہ چوبارے
 فاضلہ اختر
 قیمت 400 روپے
 مکتبہ عمران ڈائجسٹ
 فون نمبر 32735021

ایچی ٹیڈل ادرم

دروازہ ڈالنی زور سے بجایا مارا تھا کہ اسے لگے
ایچی زوردار دھچک کی تاب نہ لا کر ٹوٹ کر پھینک
کر رہے گا۔ شرت کے جن غلاما بند کرتا وہ
دروازہ دھونے لگا۔ باہر پڑی بھابی کو اس سے بھی
زیادہ جلدی تھی، کبھی جھلت کس لگی سے بولی میں۔
”کتنے مست انسان ہوتے تھے ایچی کے کب سے
تیار بھی ہو گئے اور جیسے اپنے سول سنگھار سے ہی
فرصت نہیں مل رہی۔“

”لنگ۔ کیا مطلب۔ میں تو بیوی
چار پاہوں، بہت اسیار منٹ ٹھہرتے ہیں۔“ وہ
بھلا کر بولا کہ بھابی کا کتنی انداز اس کے اندر
غیر سے کی گئی تھا کیا تھا۔

”اوسے رہنے دو تمہارے ٹھہرتے۔ وہ تو
بہت ہی دیر رہتے ہیں اور تم کو اس سے وہ والے لائیں
فائی اسٹوڈنٹ ہو جو برٹش کونڈی اور سوٹ کا
سٹائل پہنتے ہیں تو تم بھی جانتے ہیں اور تم بھی کرتے
ہو تو صرف ٹوٹے بھرے اور بھائیوں کا پیسہ برباد
کرتے جانتے ہو۔“ اب یہی وہ دیکھو سوال کر کے
کرتا تھا ویسٹ کونڈی ٹیڈل سے چار ہو کر
لے آئے۔ آج بھی کبھی جھٹک سے اور
کرتے جاتا ہے۔ شہار سے بھابی کی ایک ضروری
ہینگ ہے، جس سے بھی ضروری پچھو کر لے جلدی
لے رہا ہے۔

بھابی کی تیز کام سے بھی زیادہ تیز رفتار سے

”ہی بھابی افرامے کوئی کام تو کیا۔“
”ہی میرے پیارے بھائی! ایسے بھائی کا تو
جیسے ہاتھی ہے ہن ایک آفس ہی اگن کو لکھ کر
ضروری ہے زندگی میں، باقی سب بے کار ہے۔ بڑ
روزانہ یاد کرتی ہوں۔ روزانہ ہی بیٹی کی سائیکل پر
بی بی جان کو روکے نظر آتے ہیں۔“ اب دیکھو اس
میں بھی تو فارغ نہیں ہوئی ڈالنی ہی مصروف
ہوئی بیٹھے وہ بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہی مصروف
ہوئی ہوں۔ آج اسٹوڈنٹ ہے تو تم یہ بیچ کر ہو جا



PakiBooks

2016年12月

486

ذوالحجہ 2018 کی شہادت کے ایک دن

* انتظامیہ کا جائزہ - سرکاری افسروں

۵۰ "عبد کبر و شک" فراتر از کمال

۱۰۰ - **بیتون** - طرحی که در آن یک سازه بتنی در یک سازه فولادی قرار می‌گیرد.

© "فصلنامه علمی پژوهشی مطالعات فلسفی، تاریخی و اجتماعی"

۵- تقوید کا واسطہ ہے

© "بیتا ہاند" انگریزی ویب سائٹ

☆ ۱۰۰ روز گزیده☆

☆ کریمت کے اس بار کھیتے مارچول

المجلة

[illegible]

نصرتی میں ہر فرد کی زندگی کے لیے

1998

پہاڑی نہیں، ٹکڑے کی بجائے باغیچہ انتظامیہ

تمام مستقلی معلوم کی علامت وہ ہے کہ جو

آپ پر غنا چاہتے ہیں

کاشمیر آج ہی اپنے قریب

یکہ اداں سے طلب کریں

جولائی 2018

جنت بھی گئی ہوگی اگر منظور ہے تو اسے ابھی آکر
لوئے وہ دن اس کا کلک نیٹ ہے۔ اسے پریشان نہ
کریا جائے۔ اسے چھوڑ کر جانے دیا تھا اور اس
کو بھرا بھی رہا ہے کہ آئی میں کہ اس نے اس کے
پرے سے ایک ساتھ دو کوئی کپڑوں کے رنگ شراب
رو ہے تھے۔ وہ خاموشی میں کتاب میں منہ دیے
ی۔ بول بال کہ خود ہی آئے تھے۔

دو دن بعد رائے جب اس سے اپنا جہل مکمل
 رائے آئی تو اس کے ہاتھ میں پانچ سو کا نوٹ بھی
 شاید بچھا جس کو دیا جائے۔ والد عیام جہلوار کی
 رشتہ تھا۔ باوجود اوروں کی میں پہلی بار غرضہ نے
 اس کا کام بہت دل سے سرور نہی سے کیا تھا۔ وہ
 نہیں کی کہ جس کے کبھی وغیرہ سے کام نہ لیا تھا۔ وہ
 باپ سے پہلے کہہ دیتی تھی اس اس کی اسرا غصت اور
 جہلوار کو دیتی تھی جواب میں معاوضہ کیا ایک
 کریہ کا لفظ بھی وصول نہیں ہوا تھا۔ اگلے دن جب
 رائے نے اپنے والد کو بتائی تو خود کو اس کا سر کھٹکا

وہ ابھی..... جو توبہ آگے نکل گئیں..... میں
 کا وہ ایک خصلہ دکھایا تھا، یہاں تو زندگی کے فحشاء کا
 مصروف بن کر، یہ خود ہی بن گیا..... یہ وہی وہی
 تھا..... تباہی کی یہ تباہی تھی جسے ہم پندہ کی اب
 تباہی کی یہ تباہی تھی کہ اس طحال کا پی ہے جو ہم سے رات ایک
 تک چلے کر مڑو رہی ہے..... اس میں سے اپنی
 یہ تباہی تھی کہ اس طحال کا پی ہے..... وہاں اس
 کی یہ تباہی تھی کہ اس طحال کا پی ہے..... وہاں اس
 ہے..... وہ اس سے ہے جو توبہ آگے نکل گئے ہیں، ابھی
 ہے..... وہ اس سے ہے جو توبہ آگے نکل گئے ہیں، ابھی
 ہے..... وہ اس سے ہے جو توبہ آگے نکل گئے ہیں، ابھی

☆☆☆
چشمی کا دن مکرر خواہش کا اتنا مصروف نہیں رہا ہوگا جتنا عیسیٰ کا گزرتا تھا۔۔۔ بھائیوں، جھوٹے بھتیجیوں کے ہنسنے، گھٹا ہونے کے

[illegible][illegible]

اور وہ جب منتظر تھا کہ قلعہ کو بڑی ہوا بھیجی کا
 کامیابی کے ساتھ آکر بیڑے سے چلوانے والا
 کہ جب تک بیڑے کے راجہ نہ آئے تو وہاں
 راجہ نہ آئے تو وہاں سب بیڑوں کو مارا سب بیڑوں
 کو تھکائی۔ تین چار بھیجی اس کو مارا تین چار
 کو مارا اور ان کے بیڑے الگ الگ کر کے
 لے کر وہاں کے بیڑے میں بھرتے ہیں کون سے
 سے لے کر اور باختر جو بھرتے ہوئے یہ مختلف
 لے الگ اور رنگ دار بیڑے الگ الگ
 الگ صرف وہاں بڑی اور دوسری بھیجی۔ ہاں
 وہ تھک جاتی تھی اور ہوا بھیجی کامیابی
 اور بھرتے تھے ہوتے ہوئے ان کی بھیجی
 کی اسے پکارا کہ وہاں کر رہیں۔ خواہ مخواہ کہ

اور چڑھائی میں وارنک نے اسے اچھا
نکار چھوڑا تھا۔ اسی میں بھابھی کا پیغام
نے راجہ کو کیا تھا کہ چاکر اپنا ماں سے
تو لگا ہے۔

[illegible][illegible][illegible]

سرخ ہونے لگا۔ اس نے سب سے پہلے انہوں نے ہی بکڑا تھا۔

”تم ایک دفعہ اپنی مایا میں کود جاؤ تو میں نے تو تمہاری شکل دیکھنے کو ترس جاتا ہے۔ چل آج سب سے پہلے میری بات کرنی ہے تو سہ ریڈ پر بیکر کر رہا ہے۔ اس کو تنگ کر دکھائے آتا ہے اور آج تو بریلی کھانے کو دل کر رہا ہے۔“

اسے کام اور ایک سے بڑھ کر ایک کام سر بری کی آنکھیں بھر چوہو دھن نیند سے بند ہو رہی تھیں۔

”ابانی آج مجھ پر نا چل گیا، اماں جی آپ کے مشقت طلب کاموں اور چنور پھینکیں وہ سب ہی دولت بن گئیں۔“ دو آف سوڈے ساتھ ہوا۔ تو اب جی کی لائی کا ایک سراسر اس کی کمر پر لپکا ہوا اکروہ دھلائی تھا۔

”کھوتے دیا تھا۔۔۔ باپ سے لڑوں کرتا ہے۔۔۔ اس جنت مکانی کو تو میں نے پگلوں پر بٹھا کر رکھا۔ کھرکی کا گڑھ رکھا۔“

”ہاں جی۔۔۔ جیسے میں تو کچھ جانتی ہی نہیں ہوں۔۔۔“ اب کے وہ مدھی سنہ میں بڑا ہوا تھا۔ ساتھ ہی نیل کی پوٹ کی تلاش میں نظریں دوڑا گیا۔

”دیکھ ابانی! اس جسم کا پڑائی ہوئی سے کراتا اچھا لگا ہے۔ بند جسم سے بھی میں اسے آپ کو آپ کی پوری قصور کرنے لگتا ہوں جب آپ غاصتا زمانہ کام کرواتے ہیں مجھ سے۔۔۔ چلو یہ باتیں واصل تک تو ٹھیک ہے۔ ماں باپ کی خدمت میں بھی اور ہے اور اس کے لیے کمر ہے جو خاناں ہوا رہا ہے ماں آپ نے مجھے۔۔۔ پر ماں واپس نہیں میں گزار جاتا ہے آپ کی فرمائشوں کی وجہ سے۔۔۔ بھابھیاں الگ بکری ہیں مگر کی حالت دیکھ کر۔۔۔“

”دو جی رہا مجھوں کے بیکو مگر ہے یا کمانی ہے۔ بکڑی ہیں۔ مگر امیرا۔۔۔ بیٹے میرے۔۔۔“

جلدی میرا شادی کا پروگرام ہے تو مجھے علم لازم ہے کھانے پکانے والے کاموں سے نجات مل جائے گی۔

”اب۔۔۔ ابانی آپ اس عمر میں اچھے لکھنے کے شادی کرتے ہوئے؟“ اس نے آنکھیں پھیل کر ناگواری سے کہا۔

”اوسے مدھی۔۔۔ اوسے مدھی۔۔۔ اوندے وا ہڑن، اب میری عمر ہے وہاں کرن دی۔۔۔ میں تو اپنے مدھی سے کمر پر سوجھاں گا۔“ وہ جوں سے اچھو کر چھوٹے۔

”معل اس مدھی چچی کر دے رہا تھا۔۔۔“ میں نے تو اپنے بھائیوں کی حالت دیکھ کر شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے ابانی۔۔۔“

”کچھ نہیں ہے توقف! اتنی دفعہ تو خوب چھان چھان کر دوں گا میں خود تو کڑی دہلی موت سے تو تیرے پڑی۔“

”مگر بھی ابانی! میں نہیں خود کو کسی تجربے کی نظر کر سکتا۔۔۔ اب مجھے اجازت دوں۔۔۔“ اس کے کمرے کے باہر میں پتھر لگا گیا ہے اس کی اماں اور چچی کے کتے ہی کا کمر کے ہوں گے۔

”ہاں اور میرا ریڈ پر لیتا جا میرا بڑا۔۔۔ اور بریلی نہ لیں۔“ آ۔۔۔

”اوسے اوسے کمر ایک شرما پر۔“ وہ جاتے جاتے رہا۔

”اوپر وال شرماں؟“ ”ہاں ہا ہا اپنے کھانے پینے کے فراہمی پروگرام میں صرف سڑے تنک ہی رہ گئیں ہیں۔۔۔ روز روز آپ کے مختار سے دار ہشتوں سے آپ کی طبیعت بھی بکڑ جائے گی اور بریتی سے پہلا پر پڑ کر ہوا ہے میرا۔۔۔“

اوہا نہ باز بریتی تو کب پڑتے جاتا ہے۔۔۔ مٹاشی کرنے جاتا ہے جیسے مجھے کچھ پتا ہی نہیں ہے۔۔۔ جا جلدی سے ورنہ میری مایا میں نے اب

بیوی کی طرح اپنی اس کی بات کو کسی غلط فہمی نہ لائے تھے۔

☆ ☆ ☆

”میں اپنی غلامی بڑی ہو گئی ہے۔۔۔ آج یا کل اس کی شادی ہمیں ہی کرنی ہے تو کوئی کوئی شادی سچ وقت پر کرو دینی چاہیے۔“ خیر کا سوا دیکھ کر انہوں نے بات خدشاں کی گئی۔

”ہوں ٹھیک کہا! مگر کوئی رشتہ ہے نظر میں۔۔۔؟“

”ہاں ہیں۔۔۔ اچھا شریف اور خوب صورت لڑکا ساری زندگی بھی ڈھونڈتے رہیں، اب بھی نہ ملے۔“

”اچھا۔۔۔ ایسا کون لپک جا آئے ان میں شریف اور خوب صورت جس کو کم نے آج تک نہ دیکھا نہ سنا۔“

”کتاب میز پر رکھ کر دو ہی طرح بیوی کی طرف متوجہ ہوتے تھے سائنہ محمود، سارا پڑائی میں۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ وہ ہے ماں۔۔۔ میرا بھائی کا۔۔۔“

”وہ شریف اور خوب صورت لگتا ہے نہیں؟“ ”ہاں تو کون سے ڈاکے مارے اس سے کہ آپ کو اس کی شرافت پر رنگ ہونے لگا۔ ایسے۔۔۔ شکل صورت کا بھی اچھا ہے، مگر ذرا رنگ دیتا ہوا ہے تو لڑکوں کا تو چل جاتا ہے پر کمر کا رنگ۔ وہ سبز ہوئیں۔۔۔“

”اگر رنگ کا چھوڑ دو۔۔۔ مالک کی تحقیق میں ہم کون ہوتے ہیں دخل دینے والے۔ میں تو رنگ ڈھنگ والے کی بات کر رہا ہوں بارہ بے تک بڑا ہنس توڑتا رہتا ہے۔ ایک بے جا ہنر کر لھتا ہے تو رات کی بھر لاتا ہے۔۔۔ تنگ میں سے پاس نہیں۔۔۔ ہنر وہ کوئی نہیں جانتا۔۔۔ مانا کہ سوئیں گے خواہ مگر تو ہمیں ہی ماں ہیں۔۔۔ کس بنا پر قہار ہے بھائی کا رشتہ

خوبھی کیا جائے۔۔۔ خواہ خواہ میں کتاب کا خراب کردہ پھر۔۔۔“

بڑا بڑا کر انہوں نے دوبارہ کتاب لہائی تھی۔۔۔ سائنہ نے دوبارہ وہ کتاب ان کے ہاتھ سے لے کر ایک طرف میز پر رکھ دی تھی۔

”ہات سنو جی اس عمر میں سب لا کے ایسے ہی لاہاں ہی دے دیں۔۔۔ ذمہ داری پڑنے پر سب سیدھے ہو جاتے ہیں۔ مگر کھانا کھانا پچھو ہے۔۔۔ اما کے حصہ کا مکان اس کا ہے۔ گراہ آتا ہے اچھا خانا، شادی کے بعد کسی کام سے بھی لگ جائے گا۔ غلام بھی کھرکی کھر میں رہے گی۔ ایسے ہی وہ دیند بھائی نے تو کرنا کر دکھائے اسے اور عمر بھر مجھے نہیں لگتا۔

ان کا اس کی شادی کا کوئی ارادہ ہے گا۔ ہم اپنا اور دھار دھن ان لوگوں کو دے دیں گے۔ مجھے کسی اور شادی ہو جائے گی۔۔۔ وہ مایاں آئی ہیں۔۔۔ اس بڑا کر میں مجھے سے کمرے کا کاموں کے۔۔۔ وہ کچھ بچت ہو جائے گی۔۔۔ دونوں انہیں مل کر چل کر لڑائی کی اور بیٹے تو ایسے بیٹے اس سے کہ اس کے سوا کسی اور نہ لڑکا نام جنس لینے اور ذلت میں دیکھو تو اتنے اچھے گریڈ لارہے ہیں۔۔۔ ان تمام باتوں پر غصہ سے دل سے ٹوٹ کر دو ایک منٹ بھی نہیں دھکا میں کے ہاں کرنے میں۔۔۔ اب کے معاملت بھائی مائے پر نہیں لیے کچھ سوچنے میں مصروف تھے۔۔۔ لوہا گرم دیکھ کر سائنہ اب اس دیشے کے جو جانے کی صورت میں اس کھر کے حریف کو ناگوار ہی تھی۔

☆ ☆ ☆

شام کا کھانا سب مل کر کھاتے تھے۔۔۔ تو سب کھر کے افراد ہی موجود تھے۔۔۔ آج تو بری بھائی نے مگر کوئی کھتے ہوئے کچن سے دور ہی بنا تھا اور دھنا بھائی نے پلا۔۔۔ فروٹ فراٹوں تو اس کھر میں مدھی ہی اچھا بنا دیا تھا۔۔۔ ساری نے بنا دیا تھا۔

”اوسارے ہی اسے کھتے ہو تو میری بات سن لو غور سے۔۔۔ تم لوگوں نے تو سوچتا نہیں ہے کہ تو دور کی

چھٹا ہوا۔ اب لڑائی موضوع نہ کے لیے کمزوروں کو دوام کا علم دے رہا ہوں۔ لڑکی سمجھ رہی تھی کہ وہ اس میں باہر اور نوکری کی ٹینک نہ ہو سادہ۔ ہم سے اب رضیہ کے ہاتھ کے حزیہ ظلم نہیں ہے جاتے۔ میری بچی بھانڈا ہیں لڑکی کے حوالے سے۔ اگر اس طرح سے ہم دونوں نے لڑکی نہ ڈھونڈی تو پھر میں۔ جواد بھی بھی لڑکی ملی وہاں کے لے آئی ہے۔ پھر نہ اور اسی کرنا۔

”ابائی! شادی عدی نے کرنی ہے۔ پسند بھی اسی کی ہوئی چاہیے ہاں۔“
 بڑے بھائی نے چوٹی اور بھائی کے بگڑے موڑ اور عدی کے خواہش یا اشتہاد کو دیکھ کر ابائی سے کہا۔
 ”اوس دے پسند دے پتر۔“ اجیری وہی ہے پسند ہی آئی سی ہوئی۔ کی کارنامہ افہام دتا ایں۔ انا کھر میر سے عدی اور رضیہ کو سوچ دیا۔ نوکری والی عورتیں ہیں نوکری کی ہوئی ہیں۔ کھر واری سنیانا انا کے پس کی بات نہیں۔“
 ابائی نے ایسے لڑا کر کہ بڑے بھائی شرمندہ ہو گئے۔

”تمہاری امان جی کے ہوتے اسی گھر سے بارہ بارہ بچانوں کی خوشیاں آ کر پتی تھی۔ کھر ایسے کھر کھر کر کے بچان تھا کہ جیسے آئینہ۔ سوچا تھا کہ کھر کھر آئیں گی۔ کھر کھر نہ کسی کھر جیسا ہی بنائیں گی۔ میری عورتی کاٹھ کو چاروی چوٹی۔ اسے صرف یہ یاد رہتا ہے کہ کسے دے کھر اسی گھر دیا کھانا کیا یا نہیں۔ ایسے مال کوئی سر دکا نہیں۔ چھوٹے دی دھنی آئی ہے کھر اسے کھی کے چلو اب شاید کھر اچھا کھانے کو مل جائے کھر اس کو دن رات لوگوں کی پوتیاں جانے کے سوار نے سے فرمت نہیں اور تمہارے سیکے تو یہ گندہ بڑا فاسٹ فوڈ کھا کے خوش ہو جاتے ہیں کھر یہ چیز ان کی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ بڑا ڈانوسٹ۔ بڑے سے حری کھا کے ذرا تو انا اس کو کھو۔“

پسند کو اندہ کرنے کی کوشش کی۔ جبکہ چوٹی بھائی کی صبر کا پتہ نہ چھوڑ رہا تھا۔
 ”میں کر رہی ابائی! آپ کو کھر کھرنا چاہیے کہ آپ کی بہنیں آئی کو اٹھانیٹ ہیں۔ ایک کان میں بڑھائی ہے تو دوسری سے اپنا سنٹ لینے کے لیے لوگ کھڑی ہیں ہاتھ سے کھڑے رہتے ہیں مگر وہ ہے انا کھر کی عورتی مال پر بارہ تو قدرتی نہیں ہے اپنے کھر میں بیٹھوں گی۔ وہ نہ مانے گئے جب عورتیں سارا دن چوٹے چنگی سے سی لگی رہتی تھیں۔ آج کی عورت۔“

”اوس کس۔“ میں کر رہی تھی اس کرنی۔
 ہمیں تو پسند تھا چاہے بی بی کی عورت چاہے برکیوں نہ کھانے جانے اس کا سر تو ایک گھر کی ہے۔ اور کھر واری تو عورت کا زور ہے۔ بڑی کھی عورتیں بھی اس خوشی سے کھر سنیاتی ہیں کہ کچھ کے حجت ہوئی ہے۔ میرے اپنے دوست مرزا صاحب کی ایک بیٹہ ڈاکٹر ہے دوسری بھجور ہے۔ کیا ڈاکٹر ہے انا کے ہاتھ میں۔ اور تو اور اپنے بچوں کو کھی خود کھانے میں۔ وہ کوئی جنت ہیں یا آسانی مخلوق ہیں؟ وہ بھی عورتیں ہیں جو کھر کو جنت بنا دی ہیں۔ ایک ہماری قسمت پاڑی ہے۔“

بات سے بات نکالنا تو ابائی کو خوب آتا تھا۔ انہوں نے منٹ میں چوٹی کا منہ بند کر دیا تھا۔
 ”وہاں اور کھانا نہ پھر چڑھ میں ایک سے ایک کڑی ہے۔ میرے عزیزوں میں وہاں تو میں نے اپنے پتر کا اسی دنوں میں کرنا ہے اور یہ صورت کرنا ہے۔“ اپنے بھیلے پر کھی کھانے وہاں کھی گئے ہاں بھیلے گئے جبکہ اپنے بچے ایک کھی بھیلے گئے تھے۔

☆☆☆

”کیا بات ہوئی بھلا۔؟ نہ کوئی صلاح نہ کوئی مشورہ۔ میں جانتا ہوں کہ کھر کاوش کا کھی سے ہو گیا۔“ کھر جانتی ہوں کہ کس کے ذریعہ امان کی

PakiBazar

اُنہیں جو ملے سے دھک دیا تھا۔
 "میں نہیں ختم! اُٹھو بڑے دو۔۔۔ تمہارے

سر پر ہاتھ نہیں رہا۔۔۔ ابھی چارمخ ہتھی ہے
 میں جلد بھاری کی شادی کر کے تمہیں اپنے گھر کا کروڑ
 چاہتی ہوں مگر قسمت شاید سوچ دے۔۔۔ یہ مکان
 تمہارے لیے تمہارے نام کیا ہے اور گاؤں والی
 زمین اسے بیٹوں کے نام۔۔۔ اس پر بھی ان کے اور
 تمہاری بھابیوں کے من بکڑے ہوئے ہیں۔ یہ گھر
 تمہارا ذرا حال ہے بڑے وقت کے لیے۔ اللہ نہ
 کرے جو کوئی ایسا وقت آئے۔ مگر شادی کے بعد
 میرا بھی عورت کی ایک مضبوط بنیاد ہوتا ہے۔ ان
 کے پاس بچی چاہا۔ وہ تمہیں فوراً بچے نکالیں
 گے۔ بہت طرف سے بہت معافی مانگتا۔ وہ
 مجھ سے بہت پرہیز کرتے تھے کہ میں نے ان کی
 خواہشات کو توڑ کر ان کو بہت دکھ پایا۔ میں نے
 شادی کے بعد ان کی بات نہیں کی تو وہ اور خدشہ
 آگئے اور بیٹھ کے لیے بارش ہو گئے۔ ہم
 دلوں کی اتالی پر پار اپنی بندھنیں کسب نہ کھان
 کی بندھن میں دب گیا۔ ہم دلوں کی محبت
 تار اٹھانے کا رشتہ۔۔۔ بچپن کے گزرنے دن لڑکپن
 کی یادیں سوچ بچھ۔۔۔

وہ بولے بولے تھک گئی تھیں اور جس دن
 انہوں نے اسے ایک حے سے تھکے گاٹھ پر اس کے
 ماسوں کا چٹکھ کر دیا یہ روز ماسوں نہیں اپنے بال
 بچوں سمیت دوسرے گھر شفٹ ہوئے تھے۔۔۔
 سال بھر وہ گھر اپنی ہی پار باؤ اس کے بعد وہاں مٹی
 صاحب کی مٹی کر کے پڑی تھی۔۔۔ خوار نے وہ
 کاٹھ سنبھال کر رکھا تو وہ گھر میں اُس کے بعد جب
 ان کی وفات ہوئی تو ہم کی حالت میں اسے یاد
 نہ آتا تھا کہ اس کے روحے بھائی کو ان کی جان
 سے پیادہ نہیں کی وفات کی اطلاع ہی اسے دی
 اور گئی باہر گزرنے کے بعد اسے ڈائری میں

ی قدر بات تھا۔

☆☆☆

عاطف بھائی کو تھکا کر بھائی مہادی سنگھ کی جنس
 جیسے عورتیں بھائی بھائی شروع ہوتے ہی اپنے
 ہال سمیت اسلام آباد کو روانہ ہوئیں اور انہوں نے
 اپنے پروگرام پر عمل درآمد کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اب
 غلام کو دکانے کی بار کی طاقت بھائی کی تھی۔ ان کی تو
 یہ سوچ تھی کہ میں مٹی کی جنس کو ان کے سامنے سے
 غلام کی شادی ہونے کی صورت میں بہرہ خیز کر دوں
 صورت مکان جو ان کے اہتمام کے نام کر گئے تھے
 انحال ان کے خاندان کو مل جائے گا۔ سو
 انہوں نے پہلے چار اور پھر ڈانٹ سے خوار کو اس
 بات کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا کہ اسے کافی سے
 ہی ضرورت شادی کرنی ہے۔ اس کے صاف انکار
 پر وہ چار پانچ ہو گئے تھے خوار کے جیسے کوٹھاج کی
 خیر نہانے ہوئے دھکی دھکی دھکی کر کہ وہ وہاں نہیں
 کرے گی تو وہ بھی اسے خبر سے خبر سے کہتا تھا کہ
 ہاتھ دے کر اس سے میری خبر کے لیے تمہاری کاکا
 گئے۔ کاکا میں پھٹیں میں پھٹا روٹی ہوئی راتھ
 کے گھر کی مٹی اور اسے ساری صورت حال بتا کر د
 مائی تھی۔

"تمہارے بھائی اگر تمہاری شادی پر رضی گئے
 ہیں تو ضروری کریں گے۔ اس کا آخری عمل یہی
 ہے کہ تم اپنے ماسوں کو دھکے کے لیے لگاؤ۔۔۔ وہ اس
 لیے تیار ہوئے ہیں کہ ان کو پتا ہے کہ تمہارا ان کے
 سوا دیا نہیں کوئی اور نہیں ہے۔ انحال ان کی ہی بات
 مانتی ہی ہوگی۔"

"اماں نے تین سال پہلے وہ ایڈمیشن دیا
 تھا۔۔۔ ان کے پاس ان کا کوئی نکل نہیں تھا۔۔۔
 میں جنہیں آج وہ ایڈمیشن ماسوں پر پینٹ کرووں کی
 راتھ۔ اور لیٹر انہیں لکھ کر دے جاتی ہوں۔ تم
 کل ہی کسی طرح ان کو جنت میں سے لیٹر بھگواؤ۔۔۔
 جنت آئے میں ابھی سات دن ہیں۔ میں کسی بھی

راتھ۔۔۔ اس وقت بھی ان کی سخت ضرورت ہے۔
 وہ جلدی جلدی بول رہی تھی۔

پھر اس وقت اس کی بھٹی میں جہاں وہ رہتے تھے
 وہ کتنی تھی۔ اماں کی پیاری۔ وفات اور اب
 بھائیوں کی بے حس ہوتی کی قطعاً خبر یہ کہ وہ اس
 شادی کے لیے قطعاً راضی نہیں ہے۔ راتھ کو لیٹر
 دے کر گھر آکر اس نے پہلا کام سونا ہی پر اسے
 ایڈر میں پیچھا کا گیا تھا۔

☆☆☆

ارنٹ میل اور پھر ان کے نام کی تو کہیں ہے
 ضروری یہ نہ سوچ کر مٹی صاحب خوار ہی سواری
 چلا کر ان کی طرف آئے تھے۔ اماں کو تو گویا
 رسول سے اس خبر پر انکار تھا اور مٹی صاحب کی
 موجودگی میں ہی انہوں نے وہ خط کھول کر پڑھا
 شروع کیا تھا۔ اور جیسے جیسے وہ ان طور پر نظر میں
 دڑانے لگے تھے۔ ان کا چہرہ دھڑوڑ پڑا گیا اور قطعاً ختم
 کرنے کے ساتھ ہی ٹپ ٹپ آنسوؤں کی برسات
 ان کا سانا چہرہ بھگوا دیا تھا۔ مٹی صاحب خود
 پریشان تھے کہ آخر کیا تھا اس خط میں کہ نہیں جیسے
 بدلتی گئی روز سے تھے۔ پھر انہوں نے خود ہی
 روتے روتے بتایا تھا کہ اس میں ان کی فریجی مزید
 کی فوج کی خبر تھی۔ مٹی کے جانے کے بعد مٹھوں
 وہ روتے روتے پوچھتا ہے کہ اس نے کیا کیا
 کیا تھا کوئی گناہ تو نہیں جو انہوں نے اپنی سخت سزا
 ان کا قصور کر دیا تھی۔ آخری وقت میں وہ اس
 چہرے کا قصور یاد کر نہیں کر پاتے تھے۔ جس کو بھی وہ
 نہ دیکھ پاتے تو ان کا دل نہیں کرتا تھا۔

"مجھ سے بہت بڑی بھول ہوگی۔ بہت
 بڑی بھول۔۔۔"
 وہ بار بار کھول کر پڑھتے اور روتے ہوئے
 کہتے جاتے۔ گیارہ بجے کے وقت مٹی صاحب نے
 ان کو خط لکھا کہ اب تمہارا اب مطلب کا وقت ہو چلا
 تھا نہ کی میں جلیں بارہویں نے تمہا تو میں جانے

کے کھانے کے لیے جس پر وہی اُنہیں لے آیا۔
 ان کی نگاہوں حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

"مجھے ٹھیک دیکھا جاتا ہے اس عدی انو پھر
 فیصل آباد کے آج رات کے گٹ نکلو۔۔۔ کل کا سورج
 بھی بہت گرا تو پھر میں اپنے آپ کو مٹی صاحب نہیں
 کر پاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے اماں! اگر مجھے تائیں تو کسی کیا
 ہوا ہے؟"

"کوئی نہیں ہوا عدی۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ یوں مجھ
 تیرے اماں کا کوئی بہت چار مشکل میں ہے اور
 مجھے پہنچتا ہے۔ جلدی سے نکلیں لے۔"

"اماں!۔۔۔ اچھا اماں! میں کرتا ہوں کچھ۔۔۔
 آپ چلیں غلام کو تھکائیں پہلے۔ یہ نہیں میں ابھی
 نکلیں گا کرتا ہوں۔"

عدی کو اماں کی ایک لپٹ سے فراری، دستا پورا اور
 روٹی انہیں سے چھین کر مٹی صاحب اور مٹھوں میں
 بعد وہ اپنی ادا اماں کی رات پادبے والی ڈانچہ میں
 مٹھوں تک کر لپکا تھا۔ اس کے بعد اماں نے اس
 کے بار بار کہنے پر بہت خوار سا کھانا پڑا دیا تھا۔
 "مٹی کتنا ہے کہ وہ کسی خیز کے گھر سے پھٹے
 تین دن سے اور یہ خط ان کے گھر پر سونپا گیا تھا۔۔۔
 کب لکھا ہوگا اس نے ان کو بکٹوں نے نہیں میری
 بچی کے ساتھ بکھانا سا حانہ کر دیا ہو۔"

جس میں مٹی اماں کی بار بار پینڈول رہے تھے۔
 جس میں پھینچے تھے انہوں نے عدی کو اس کی
 اگلی پچھو کے بارے میں اپنی خوار دوسری اناہ
 پھر اس کی وفات اور اب اپنی بھائی کی مشکل سب
 بتا دیا تھا۔

"پہنچنے سے شادی کرنا کون سا بڑا تھا اماں! جو
 آپ نے اپنی کڑی اور اپنی مٹی سزا دی ان کو۔ اور
 آپ کتنے مشکل اور گھر سے نکلے اماں! انہیں ہی
 بتا دیا ہوتا تو ہم فورس کرتے آپ کو ان کے سامنے
 کے لیے۔ بہت علم کیا اماں! آپ نے بہت علم

یہ کہنے سے کہیں بڑھ جائیں گے سر جھٹکا گیا
کیونکہ اس نے بالکل جگہ کھاتا

☆ ☆ ☆
اگلا روز ان سب کے لیے سیدہ حیرت لے
کر آیا تھا کہ ابائی اور مددی دونوں ہی مگر سے غائب
تھے مگر اس میں بھی کوئی حیرت کی بات نہ تھی کہ ابائی
پر جب اپنے پرانے دوستوں سے ملاقات کا جوش
اختیار خود بخود گویا کئی ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

”تم سے ابائی ادا اس فی کے سر سے کا اتنا
تھکانا آپ کا نہیں ہو جاتا میرا... وہ ہو جیسا کہ آپ
کو بھی ان بزرگ باپوں کی یاد نہ جاتی جن کے پاس
آپ خود تو تھیں تھے جیسے رہتے ہیں۔“ تھکے جی
پور کیے رہ سکتے ہیں۔ اب آج وہ بڑا افسارہ کے
غائب دو میں کوئی دیکھ کر افسوس ساتھ کے دور کی
باتیں سنیں۔... دیکھیں آکر وہ خوب جھنجھاکا۔ مگر ہر
بار اگلی دفعہ ابائی بھر کی دوست کے پاس لے چلے
کی زبان اس لیے حاضر ہوتے۔

”آج تو کم از کم ابائی کو اس غیر ذمہ داری کا
مظاہرہ زیب نہیں دیتا۔ خدا خدا کر کے دونوں
خواتین میں ہیرا فائر ہو اور کسی ایک لڑکی کے لیے
مشق ہو ہی کی دونوں خواتین کو یہ دونوں معجزات
غائب ہیں۔ ہم ان کو ابائی سے لے لیں، بے وفائی کی
ہرگز امید نہیں رکھیں۔“

یہ سہ بھائی بھینے ہوئے پریشانی سے بولے۔
دونوں خواتین کے توجہ میں غائب ہوئے خود غم کے
تھکے کاروں نے ہی اپنے اپنے جتنی وقت کی قربانی
دی تھی اب مددی کے لیے لڑکی دیکھنے کے لیے ان ہی کے
لیے کی تاب نہ لاتے ہوئے سہ چھوٹے بھائی اب مددی
کا ٹھہرنا چاہتے تھے کہ ابائی تو دیکھے کوئی سوا کچھ بھی
چیزوں کو خرافات تصور کرتے ہوئے ان سے دور
تھے۔ دوسری طرف کال بھی ابائی نے ہی ریڈیو کی
تھی۔

”اچھا وہی تھی یا ساری باتوں پر۔ غم

خوب سمجھتے تھے کہ سوٹ مٹا دی اور دیکھ لے
لے لوگ اس کے کپڑے اور۔۔۔ دوسرے سوٹ کے
ذبحہ رات آج کے آج خیر کے آئے آج ہوئے
کی باتیں کوئی لے گا تو کوئی ہی صبر و حیا سے
کر سکیں گے۔ بار بار فون کر کے کہیں پریشان نہ
کر دو۔ جو کہا ہے وہی کرو اور یہ سے کیا ہے جس
حل کرنے والے ابائی کب سے فون نہ کر چکے
تھے جبکہ چھوٹے بھائی بے دے دیکھے کڑے تھے۔

”ابائی نے غلطی کر لی۔ ہم سب کو کھل کر
ابھی کے ابھی مٹا دی کی چٹاری کر لی ہے۔“ سچ
آج کے کچھ باپوں، مگر یہ کہ۔“

”جیسے ہی ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے بائی
سب کے منہ صاف کھلے تھے۔ دونوں بے صبر سے
پہلے ٹھاک سے نکلے اور چلتے چلتے کوٹ پوٹ
ہو گئے۔ دونوں بھائی خود بخود ایک دوسرے سے
تھکریں چھانے گئے۔ جب کہ دونوں خواتین کی
زباں میں ایک ساتھ حرکت میں آئی تھی۔“

”یہ بڑا ابائی کے پاس تھے۔“
”جی لگ رہا تھا کہ ابائی کوئی حل نکالیں گے۔ یہ
اب ان کی عمر سے زیادہ سنانے کی۔ چنے کے سہ
سمجھا جاتے تھے خود وہ بھانپنے کا چارہ نہ کیا۔“
”یہ بڑی ہیجہ کے ابائی کے لیے زہر کی خلیات
تھے۔ چھوٹی گولیاں پیچھے دیکھیں وہ بھی میدان میں
آئیں۔“

”خود بھی خیال نہیں کیا کہ انہوں نے۔۔۔ اپنی عمر
کا نہ سمجھا۔۔۔ ہمارے سوشل ویلنٹس کو ہی دیکھ
لیتے۔ لوگ کیا نہیں کرتے۔“

”تم دونوں چپ کر لی۔؟“
”یہ سہ بھائی کی دعا پر ہر دونوں ایک ساتھ چپ
ہوئی تھیں۔“

”اس میں کوئی غم نہ کیا گیا کی بات نہیں ہے۔
یقیناً ان کا یہ کام نہ دیتا ہے۔۔۔ چند روز مال سے
تو وہ تو لوگوں کو کہہ کر رکھ چکے تھے تو آج تک کھانا

تک خود ہی بزرگ ہو کر اپنے خود کو سے ہیں۔۔۔ چاروں
شرور میں ہوئی ہیں انسان کی۔۔۔ بس میں اب اور
کوئی بات اس حوالے سے نہ سنوں اور انہوں نے
بیہ کیا ہے، یہ یہاں ہو رہا ہے۔“

اور یہ تو سب ہی جانتے تھے کہ بڑے بھائی تو
میںوں کسی بات میں دخل نہیں دیتے تھے اگر جو بھی
ہو لے تو پھر دوسرے کے لیے کچھ کچھ نہیں چھوڑتے
تھے۔

☆ ☆ ☆
صحیح دیر وہ ان کے بیٹے سے بھی روتی رہی
تھی۔۔۔ خود ابائی بھی ایک بار پھر آج وہ ہو گئے
تھے۔ حاضر جماعت کچھ ٹوٹی ہوئی تھیں اسنے
پرانے قتل کو دہرا دہرا دہرا ہوتے دیکھ کر مگر جیسے ہی
ابائی نے تپا کر انہوں نے اور ان کی کہیں نے بچوں
کا رشتہ سمجھیں میں نے کر دیا تھا اور اب اپنی امانت
لیٹے آتے ہیں۔ انہوں نے بھولا کر اپنے سیاں
اور اسے سب سے کھانا کھا ڈالے تھے۔

”یہ سہ بھائی آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں کہ
آپ کا اس سے بہت قریبی رشتہ ہے۔ مگر ہم اس
کے بھائی ہیں۔ ہمارے ہر خود والدہ اس بچی کی زور
داری ہمارے ہر دور کے ہی تھیں۔ آپ کا خود کہہ
نا، وہ آپ کو بھی دیکھا اور آج کی برسوں بعد آپ
ایک کہانی لے کر آئے سنا ہے تو ہم میں سے ہر بھتیجی
کر سکتے ہیں۔ ہم نے اپنی بہن کا رشتہ نہ کر دیا ہے
ہی۔ اب آپ انہی کے ہیں تو کھل اس کی ٹیک
تقریب میں حرکت کر کے دعائیں دے کے جاوے
گا۔“

”اوئے اُم کوں ہوتے ہو میری حیثیت کو کھینچ
کرنے والے۔۔۔ اسنے مرعہ نہیں کیا تو میرا اور
میری بہن کا مسئلہ تھا۔“ نہیں کیا۔۔۔ چاکو کو دلی
کو۔۔۔ میں بھی دیکھا ہوں کہ میری بچی کی مرضی
کے بغیر کیے اس کا نکاح کرتے ہو۔ تو میری امانت
ذرا میری صاحب کا بھرا اور ان کو اپنے میں جاکر فوراً

کہ بچی کا معاملہ ہے ذرا افسانہ تو ہم سے ہو جائے
اب یہ لوگ خود ہی خائے، پچھروں کے پتھر لگانا
چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔۔۔ خوار ہیں خود پھر ستر
صاحب کو کیا مسئلہ تائے کی تو وہ کھانا دوہ دہائی کا
پانی ہو جائے گا۔۔۔ مگر مشورہ تو میں خود ان کو دینا
چاہتا ہوں کہ بچی کو دعائیں دے کر نکاح کر کے
میرے ساتھ رخصت کر دیں مگر انہوں نے اٹھا
چڑھائی کر دی تھو ہر۔۔۔

ابائی نے بھگ اٹھا دیا لیکن میں کہا ان کا
خامسا تھا۔۔۔ مددی نے خود اپنی صاحب کا بھرا ان کو
ملا دیا تھا۔ ابائی نے ان دونوں بھائیوں کو دیکھتے
ہوئے پتھر کی صورت بنا کر فوٹا کھینچ کر لکھا تھا اور مددی
انہی ان کو اپنے دیش بتا دیا ہے۔۔۔ اگر پولیس کی بھی
ضرورت پڑی تو وہ بھی ان کے خاندان کی ضرورت
پڑے گی۔

”دیکھیں بڑے ماں! ہم بھی بیٹیوں والے
ہیں۔ اب آپ خود دیکھیں کہ خوار کی مرضی سے ہی ہم
اس کا رشتہ لے کر چکے ہیں۔ کھل اس کے نکاح کی
تقریب ہے۔ اب لوگ کیا نہیں کہتے کہ اور چکی چکی
جھانی ہو کر یہ بھی تو سوسیں۔۔۔ یہ سہ بھائی جو
ابائی کی شخصیت اور باتوں سے اچھے خاصے متاثر
ہوئے تھے لجاجت سے بولے تھے۔

”بچی کی مرضی ہی تو نہیں دیکھ کر آپ بے لگ!
خدا کی قسم اس کی مرضی ہوئی تو میں خود اس کو اس شخص
کے ساتھ رخصت کر دیتا۔ اب لوگوں میں انہی
جک جھانی تہ وہ اس لیے تو کہا کرنا کہ کے کر کہہ
دن پر ہی میرے بیٹے کے ساتھ اسے رخصت
کر دیتے۔“

ابائی نے بھی مقبولیت سے کہا جب کہ
چھوٹے بھائی جن کی آنکھوں پر ہلکے کی چڑھائی پٹی
مقبولیت سے بددیگھی، اسی آسانی سے ابائی کی بات
کیسے نہیں سکتے تھے مگر یہ بے آغوش ذرا معاملہ ہم اور
بھرا دار انسان ہونے کے ساتھ ساتھ بھرا دوستوں

”بڑے میاں! آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ ہمارے والد صاحب کی جگہ میں اور سب سے بڑا کردار میاں شاد سے بہت فخری رشتہ ہے آپ کا۔ ہمارے کسی مہمان ہونے تو آپ زاد و دیں۔ کھانا دانا کھا کے آرام کریں۔ بہت لمبا سفر ہے کہ آئے ہیں۔ ہم بھی ذرا سوچ کر مشورہ کریں اور شاد سے ایک بار پھر پچھل جیتیں کہ میری اگر کچھ کمی مرضی ہے تو میں اس کا بڑا بھائی ہوں۔ ہم بھی ذرا دیکھ لیں ہونے دوں گا اس کے ساتھ۔“

آصف بھائی بات بھائی سے نکلے اور اہلیات میں سر ہلا دی۔ پھر جیسے ہی اندر جا کر انہوں نے شاد کو مارا میاں بات پچھنی تھی اس نے دودھ کر بھائی اور عارف بھائی کی ذرا دیکھ کر سب کو صاف صاف بتا دیا تھا مزید بے کے وہ اب یہاں رہنا ہی نہیں چاہتی۔ اس کو ہاسوں کے ساتھ جانا تھا۔

”بھوت بول رہی ہے سستی بھائی صاحب! اسی سے پچھو کہ اس کی مرضی سے بدشگونی کیا تھا۔ اب اسے ہاسوں کا وہ فوطہ اچھڑا کر دیں ایک ٹکڑی ہے تم بخینگی۔“ شاد بھلا ہوا اس کو لکڑی دیکھ رہا تھا۔ آخر سوچ کر رشتہ کر کے تھے اس۔

صاحب بھائی کی بات پر شاد کا رنگ زور پڑ گیا۔

”خدا کی قسم بھائی جان! میں نے اس کو ابھی تنگ دیکھا ہی نہیں۔ بھائی اور میرا بیٹے ہی کہا تھا وہ تان کر دی تو اس سے بری جگہ تھوڑی شادی کریں گے کہ یاد رکھو! اور وہ انکار کی صورت میں مجھ سے تمام رشتہ ختم کریں گے۔“ اس بات پر آصف بھائی نے جھک کر انہوں سے بھائی بھائی کو دیکھا تھا۔

”شرم کرو تم لوگ شرم۔“ انہوں نے جب اس دیکھنے پر انکار کر دیا تھا۔ تب ہم دونوں نے مجھ سے

خدا کو شکریہ ادا کر کے۔ مگر میں تمہاری بیوی تو ان لوگوں کا رشتہ تھا پھر آتی ہے۔ ان دونوں میاں بیوی کو دیکھ کر آصف بھائی نے حد فتنے میں پڑے تھے۔ صاحب بھائی نے تو مجھ سے شاد کو کھانا جیسے کیا چاہا جانے کا ارادہ ہوا۔ جبکہ عارف بھائی سر ہلکا تے خاموش تھے۔

☆ ☆ ☆

باتیں کرتے رہے بیڑا سے اچھڑ چکی کرتے بھائی کی ذرا حیات خریداری کی جا چکی تھی۔ بھائی کا کاروبار دیکھنے کے لیے آج دونوں بیویوں نے چھٹی کی بھی کرکس کو اپنی اپنی بھاری محنت جو بیٹوں صاحب جیسے بزرگ سے یاد دیا۔ یہاں تو یہ ہوئی یا طلاق یافتہ۔

کئی قیاس تھے جو ان کے ذہن میں کھلا رہے تھے۔ مگر جب بھائی اور عدلی کے مراد ایک جوان یہاں غریب صورت لڑکی کو دیکھا ان دونوں سمیت سب گھر والوں کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

”بھوت بول رہی تھی۔ جیسے ہی بھائی نے کچان کے لیے اپنے بیٹے کو پیش کیا۔ خود ہی میں دیکھنے کے بعد عارف بھائی کی زبان سے اچھڑ گئی۔ عارف بھائی تو پہلے ہی تیار تھے۔ صاحب بھائی نے اہل بیت اپنے آپ کو کرکس میں بند کر لیا تھا اور ساری زندگی شاد سے قطع تعلقی کا بھی اعلان کر دیا تھا۔ شاد کی مہمان صرف والدہ ہی تھیں اس نے فون کر کے اور جنت بلوایا تھا۔

”دادا شاد آتے تو بازی رانی یا رابرت خوب صورت اور پرستار تھے۔ میرا دلہا۔ میں ابھی اس کے آتی ہوں۔“ مگر ایک بات مجھے یہاں بھی ٹھنک رہی ہے۔

”وہ کیا راز اس تو دینے بھی اسے صاحب بھو بھو جلدی اور اچانک ہونے سے گھبرا رہی ہوں۔“

اس نے دھنک کا تپا لپ اسٹنگ دیا تھا پھر پکڑ کر رک لیا۔ وہ اس کو پیک اپ کرتے ہوئے پڑ پڑ

”بھوت بول رہی تھی۔ جیسے ہی بھائی نے کچان کے لیے اپنے بیٹے کو پیش کیا۔ خود ہی میں دیکھنے کے بعد عارف بھائی کی زبان سے اچھڑ گئی۔ عارف بھائی تو پہلے ہی تیار تھے۔ صاحب بھائی نے اہل بیت اپنے آپ کو کرکس میں بند کر لیا تھا اور ساری زندگی شاد سے قطع تعلقی کا بھی اعلان کر دیا تھا۔ شاد کی مہمان صرف والدہ ہی تھیں اس نے فون کر کے اور جنت بلوایا تھا۔

”دادا شاد آتے تو بازی رانی یا رابرت خوب صورت اور پرستار تھے۔ میرا دلہا۔ میں ابھی اس کے آتی ہوں۔“ مگر ایک بات مجھے یہاں بھی ٹھنک رہی تھی۔

”وہ کیا راز اس تو دینے بھی اسے صاحب بھو بھو جلدی اور اچانک ہونے سے گھبرا رہی ہوں۔“

اس نے دھنک کا تپا لپ اسٹنگ دیا تھا پھر پکڑ کر رک لیا۔ وہ اس کو پیک اپ کرتے ہوئے پڑ پڑ

☆ ☆ ☆

”فیس ڈیڑھ۔“ میں نہیں حقیقت تاریکی میں کرکس کا مضبوط دیکھا بھی تمہاری ذرا حال نہیں ہے تو تمہیں خود کو مضبوط بنانا ہوگا۔ پر دیکھنے کو اتنی عزت دو جتنا وہ حق رکھتا کرتا ہے۔ نہیں کروائی عزت تمہیں بھی۔ دوسرے کے سامنے گری دیو گے۔“

”بھوت بول رہی تھی۔ جیسے ہی بھائی نے کچان کے لیے اپنے بیٹے کو پیش کیا۔ خود ہی میں دیکھنے کے بعد عارف بھائی کی زبان سے اچھڑ گئی۔ عارف بھائی تو پہلے ہی تیار تھے۔ صاحب بھائی نے اہل بیت اپنے آپ کو کرکس میں بند کر لیا تھا اور ساری زندگی شاد سے قطع تعلقی کا بھی اعلان کر دیا تھا۔ شاد کی مہمان صرف والدہ ہی تھیں اس نے فون کر کے اور جنت بلوایا تھا۔

”دادا شاد آتے تو بازی رانی یا رابرت خوب صورت اور پرستار تھے۔ میرا دلہا۔ میں ابھی اس کے آتی ہوں۔“ مگر ایک بات مجھے یہاں بھی ٹھنک رہی تھی۔

”وہ کیا راز اس تو دینے بھی اسے صاحب بھو بھو جلدی اور اچانک ہونے سے گھبرا رہی ہوں۔“

☆ ☆ ☆

بھائی اب شاد کا خلاف سب گھر والوں سے کر رہا ہے۔

”تو کتنا تنگ رہا ہے۔ جلدی سے کمرہ چار گراؤ بھی رخصت سے کہہ کر۔“ بے حد مجھے ہارے عدلی کو بھائی نے ہمارا کہہ کر توئی انہوں کے سامنے اس عزت افزائی پر دھنک رہا تھا۔

”مجھے تو کچھ پتا نہیں میں کتنا تنگ کر رہی ہوں۔“

بھائیوں کی آنکھوں کے تاثرات کچھ ناگوار اور مستحق تھے شاد کو۔ جیلوں اور بے الٹ کانی

ہوئے تھے۔ یہ صرف تجارتی بھائی اور اس کی گھر کی بھینس ہے۔ یہ بھی ہے اس گھر کی اس گھر سے اس کی روٹھتے ہیں۔ یہ تم لوگوں کی بھی بھینس کی ہے لڑائی کی لڑائی جانے کی گڑبڑ کی مرضی کے کہ تم سب دھان بے بی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں تم سب سے کہ اس کو اس گھر سے دہی ہار اور محبت لے گی جو ایک جی کا حق ہوتا ہے۔

گھر لڑائی سے ان کو اب دہی ہو کر بتا کر کچھ خوشی کی بات ہے ان کے خاندان نے ان کی بھینس سے ٹھیکہ لے کر کھاتھا۔ سب چپ وہ ہی دہان میں نہیں رہیں تو کسی اور کہاں کی دشمنی

☆ ☆ ☆
 ”دیکھو چڑا میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ مگر تم میری بیٹی ہی ہو۔“ بھائی میں جو ہو اسے میں بہ لے کر قارون ہوں گراں گراں میں تمہیں تمہارے تمام حق کی ہیں گے۔

میرا بچہ دل کا بہت اچھا ہے۔ سب کے کام کرنے والا۔ دل میں سب کے احساس رکھنے والا۔ اس لیے تو گھر میں بڑا کم کے لیے لیکن پکار عدی کے نام کی پوٹلی ہے۔ ”وہ دھڑلے ان کے گھٹے میں اپنے بچے کے بے بہ بہت محبت اور شفقت کی۔“ تمہاری مائی جب اس وقت سے ہی تو بڑے دو دو کاٹ میں تھے۔ عدی اسکول میں تھا۔ چودہ ہونے کی ہا پہلے کھلے اسے گھر کے باہر پکار آہستہ آہستہ بہت سے گھر کے کام بھی کرنے چاہتے تھے۔ جو بھی گھر آئیں۔ بڑے چال سے میرے لاکھ پودے کو آدرو ملت جانا اور کاروبار میں لگ کر اسے دھج کر دیا۔ عدی نے بھی آہستہ آہستہ تعلیمی مراحل طے کر لیے تھے مگر ایک بات جس نے مجھے تھیں میں پھنسا دیا وہ ذمہ داریوں میں تو

وہ دہی کے ہی جیسے لگا۔ جو اسے اپنا لے چکے تھے۔

مختصر یہ کہ اب یہ حال ہے وہ ادھر کے سادے خاندان کا دھنسا بنانے سے گریزوں کو اسکول لانے والے جانے اور ہیری تک لے آئے کی زحمت تو کرتا ہے مگر بھائیوں کے ساتھ کام پر جانے میں اسے قناعت محسوس ہوتی ہے بھائی کھانا چھین خرچ پکڑا رہے ہیں۔ بھابھیاں بھی اپنے اپنے کاموں کے لیے جگہ نہ چھوڑتی رہتی ہیں۔ مگر احسان دینا کر بات بھگے پسند نہیں ہے۔ وہ ایک مرد ہے اور مرد کا منصب یہ نہیں ہے کہ وہ گھر بیٹھ کر باڈی چھپا کرے۔ گھر کے سہرا دے بہت سے ترافض ہوتے ہیں۔ اس نے ایک خاندان کو چھوڑا ہوتا ہے۔

میں نے بہت کچھ بہت کوشش کی کہ وہ اپنی کافی اور کسی کو ترک کر کے راہ راست پر آجائے مگر ایک دو دن بھائیوں کے ساتھ جاتا ہے۔ بھابیوں کے کام الٹ ہو جاتے ہیں۔ وہ خاندانوں کو فون کھڑا کرتی ہیں۔ عدی صاحب فوراً سڑک کے کنارے چلے آتے ہیں۔ سب بچہ تمہیں صاف صاف بتا دیا ہے۔ اب تم پر ہے کہ تم کیسے اسے اس کی ذمہ داری کا احساس دلانی ہو۔ ”عدی کے گھر سے اس نے پہلے لڑائی آئے تھے خوار کے پاس۔ اور اسے سب کا کس جتن کرنا تھا۔ وہ چاہتے چاہتے دے گئے تھے۔“

”اور اب عدی کی طرح تم بھی مجھے اپنی کہو گی تو مجھے خوشی ہوگی۔“ غناء نے منگوائے ہوئے اثبات میں سر ہلاتا تھا۔

☆ ☆ ☆

شادی کے شروع کے دن تو رگڑا کر اڑ گئے تھے۔ عدی وہی دل کا خوب صورت شخص تھا۔ ہر ایک کا درد خیال رکھنے والا مگر خوار کو اس وقت سے مدد پر لگا بہت دنوں بھابھیاں اور بی بی بھابھی کے بچے دھڑلے سے اپنے اپنے کاموں کی لسٹ لے کر

گھر والوں کے کام کرنا ہی بات کس طرح خوار کو ان کا کام دینا اور چھین لگنا تھا۔ ایسے میں اسے اپنی کی اتھین بے حد یاد آتی تھی۔

”میں عدی! آپ کب آفس جانا شروع کریں گے۔ ہماری شادی چار چار روز ہونے لگی ہے۔“

آئی بی بھائی کے کام خرچ ہوا گناں۔ ”نیکہ روز کی صبح جب وہ ادھر گریزوں کو اسکول چھوڑنے جانے کی جلدی میں تھا۔ خوار نے عام سے انداز میں ایک

”ارے جان کن! ہماری تو چھٹیاں ہی بنائیں ہیں۔ خرچے ہی سڑے، تم چلے جاؤ اپنی کو راؤ میں نہیں کو چھوڑ آؤ گی، بڑا خرچے دار دھنسا کرنا ہوں اپنے ہاتھ کا نہیں۔“ اسنے اسے رضیہ کے ہاتھ کا گھاری ہوا آج اپنے کھانے کے ہاتھ کا کھانے کے دھوکہ۔ ”اگلیاں شکر کاٹیں تو پھر گھبرا۔“ وہ دہانوں میں کھاتی چلا ہوا اور لوگوں میں کھتی بھاگ کر سے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

”دیے خوار! شادی کو کافی دن ہو گئے۔“ اور آج آج کا کوئی ٹھکانا جگہ یا شادی گھر دہری میں لگ جاتا۔ مجھے اور بھابی کو گھوڑا بیل کی لٹکا ہوتا ہے صبح تمہارے بھائی ہمارے بعد نکلے ہیں آفس کے لیے اور کاروبار کو کاٹیں گے۔ ہم سب جب ایک اور عدی دے رہے تاشا کرتے ہیں۔ وہ دو پہر بچے تک کھانا جاتا ہوتا ہے۔ رضیہ تیار ہی مدد کر دے گی۔ پہلے رضیہ ہی سب کام کر لی تھی۔ اب وہ صرف شام کا کر لیا کرے گی۔ جی چکا تھا وہ ایک دن پہلے ہی بتا دیا کہ وہ کی نہیں۔ یہ بی بی بھابی تھیں جنہوں نے ایک جگہ ہی اس کے کمرے میں پر جھپا مارا تھا جب وہ اپنی داڑی دھو بیٹھ کر بی بی ایک سے کہو کہ وہ چوک کی گئی۔ پھر بی بی تیلی گھڑائی میں پرچا کر بی بی۔

”یہ بھابی انا لگ چیک کہا آپ نے۔“ مگر

☆ ☆ ☆

کرو تھیں۔ بھائیوں میں۔ دھنسا ہاں۔ دھنسا آپ نہیں بھائیوں۔ ٹھیک ہے میں بھائیوں کی مگر وہ آپ کو آکر جانتی ہیں۔ صرف دو ہی بی بی بھابھیاں ہوتے ہیں آپ کو۔ رات کو بھی رضیہ کے ہاتھ کا کھانا کھانے کے بجائے پھوٹی بھابی کر لیا کر بی تو زیادہ بھڑے اور اگے دن پار میں اس کی ترخیب دل دیتی چاہے نہ کہہ کی کو زیادہ کام کا احساس بھی نہ ہو اور گھر کے کاموں میں سب کو حصہ بھی لے جائے۔ وہ اپنی سیدی کی کوڑیں بھی کھیتی شکل سے لگتی ہی بڑی بھابی دانت تھیں کر دے گی۔

”ہاں ہاں بھتا ہم سے ہوئے گا۔ کل مل کر کریں گے۔ تم پر بھان مت ہو آج ایک ہی چھٹی کا دن ہے تو میں تو رضیہ کے ساتھ کر لیں گے۔“

جھلکی اور سڑی کرانی ہوں تم ابرا کراہا باہر آ کے بھگتی ہو چکے۔

چڑے پر سڑا کہتے ہیں۔ وہ جیسے آتی تھیں وہ ہی ہے باہر چلی گئی تھیں۔ غناء نے بے حد سوجھے عدی ہا یک نگاہ ڈالی اور اپنی کے پاس آئی جو اختیار کے مسئلے میں بری طرح متنبہ تھے چھ گھنٹہ قبل ہی خوار سب کو ایک پر مختلف ہاتھ کر چکی تھی۔ اس نے ساری بات ان کے گوش کرادی۔

”مجھ کو مثلاً قصور ان کا نہیں ہے۔ تمہارے مایاں کا ہے۔ جب کہ وہ کھانا لے کر رات تو بھتی ہے۔ اب ان دونوں کے خاندان کی کھائی سے گھر چل رہا ہے تو ان کی کوشش میں ہوئی کہ تم دونوں کا پورے گھر پر نہیں لگ رہا تو محبت تو ضرور ملے۔ یہ تمہاری کچھ داری پر ہے کہ تم معاملات کو کچھ اپنی ہو۔“ اسنے خوار میں احساس ذمہ داری پیدا کر کے اسے کسی نہ کسی کام کے لیے جھبھ کر بی بی بھابی گھر کی ساری ذمہ داریاں اٹھانی ہو۔ میں تو دھنسا جاتا ہوں کہ سب سب کچھ سنبھال رہی ہو تو کسی نہ کسی بھابی گھر اور احسان دینے میں لگا جاتا تھیں کہ کہ کھائی ان کے لیے آگے تم خود دیکھو اور ہو۔“

”مجھے بہت زیادہ کی چاہ نہیں ہے مری دیگر جو
 ایسی ہی عورت انسان کے دل پر چلی ہوئی ہو، بزرگ
 کی پہلے آئے ہوئے۔ مجھے کسی کرتے سے،
 اس سے کوئی سر دکھا نہیں ہے سب کچھ میں
 آپ کی ضرورت داری ہوں، کبھی میری رشتہ
 کی کوئی کچھ اپنی کی ضرورت ہے کہ آپ کو
 اور آپ اپنے بھائیوں کے سامنے چاہو بیٹھا
 ضرورت ہو کر میں۔ میں جانتی ہوں کہ
 بھائی کے چاہو شروع کیا ہوا ہے مگر اس میں
 ہو بھائی کی ہے ناں۔ مگر انہی کے فیصلوں
 چلتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں ان کی بات چلی ہوں کہ
 وہ چاہ، بگڑے دھڑا سہ ایک ہی کر میں انکرا

سامنے چاہو بیٹھا جاتا ہے۔ بھائی مجھے بھڑکے پر
 باہر تھی رقم دے دیتے ہیں کہ میں آرام سے تہیاری
 اور اپنی ضرورت اپنی کر لیتا ہوں۔“

”ہاں اس وقت تک جب تک آپ ان کے
 ہوں۔ میں ان کے ذرا مگر کے فراموش فراموش دیتے
 ہیں۔ باہر تھی سے کہ فراموش فراموش دیتے
 کھ دیتی لازم کے سب کام میں دن آپ نے چھوڑ
 دیے اس دن آپ کے بھائیوں سمیت بھائیوں کی
 محبت اور تحریک کی کھلی مکمل ہمارے کی اور باہر میں آپ
 میں سب کاموں کے عائد سامنے کے طور پر ہم وصول
 کرتے ہیں جس میں بہت کم ہے کیونکہ باہر تہیہ برابر
 میں ان کے ذرا مشکل سے ہوتا ہے مگر باہر تہیہ

چند ہی بجائیں لی زبان میں مٹتی ہوئی کھل
کے حلقے دار کو کھانے کا ڈنکا رکھی ایک زبان پر تھا۔
اس کے ہاتھ کاٹے فیضان ان کو بھیجا کہ گوشت راجا
"خود رہا بیٹی آپ نے منگوا دیا جو کھا کر اسے
دو دفعہ گوشت... ہاں بھی کھا لیں گے۔" جب
آسمان کا نام لگے ہے۔ یہی نہیں ضرورت ہے۔
دوتا کو لاری نے ابائی کو کھانا کر کے بولا۔
"تم نے میرے دو تین بھائیوں کو کس نے کہا
تھا۔ ان کو نہیں دیکھا تو اس کو کیسے روک سکتا ہو؟"
کر کے دوس کو بھی کھانی کھائی چلائی گئی
جواب پر دونوں بھائیوں نے ہاتھ دھو کر
آپ کو کھانا کھائی ہر بات ہماری حق پر تھی

"میں اچھے بھی بچوں کے ساتھ ہی ان کے اسکول لے چلی۔۔۔۔۔ اس کے بعد دو مہین اور بھی اسکولوں میں بھی چلی گئی۔ میں نے جاب کے لیے اپلائی کرنا ہے۔"

"کیوں نہیں کیا ضرورت پڑی تو مجھ سے جاب

[illegible]

”صاف کیجئے گا ہماری بے عدلی کی اس طرز
زندگی کے فساد و افسوس آپ ہی لوگ ہیں..... سچ آٹھ
بجے سے رات آٹھ بجے تک کوئی دس سے بارہ پندرہ
دو آپ کے چھوٹی چھائی کے کاموں کے لیے لکاتا
ہے۔ بڑوں کو اس کو کچھ چھوڑتے آتا سب اس
کی چھوڑ کر آپ ہی اللہ کو سونپ کر بیٹھ گئے ہیں
نہیں لگتا کہ آپ کو آپ کے فساد و زور کا قصہ بتا
جائے یا بیچ بڑو تو یہی دیکھ آپ نے صرف کھاتا
پکاتے سے لگے ہیں۔ باقی کام اللہ۔ اور عدلی سے
بے وقار تمام کو اس طرح سے صرف وہ وقت کی روٹی اور
چھوٹے میں ایک بار دن چڑا آپ کو کچھ پکڑا دیتے ہیں تو
وہی مسرت سے میں آپ کو کچھ جتنا نہیں جائے بلکہ
احسان آتا جائے اس کو کچھ یا بیچ دیں تو کام اس
دیکھ رہے ہیں استعمال ہوا ہے۔ اور گواہ ہے ایک
کام دے کے کام کی بھی نہیں دے رہے ہیں
آپ.....“

[illegible]

”تم کوئی کون ہو مارے گھر کے معاملہ میں
میں دلی افسانہ کرتے والی..... اپنی اوقات دیکھیں
ہے تم نے..... میرے سر پر کسی غراب کی طرح
سلطہ چڑھ گئی وہاں گھر والوں کو تو از کم کلن
دو..... تھی گری ہوئی بات کی تم نے بھانجی کے کہ
مجھے اپنے گھر کے چھوٹے منے کا مول کا مواضع
دیا جائے..... اف میرے خدا؟ کیا سوچا ہو کہ
بھانجی نے..... ”مر قہاسے وہ بیڑہ کرتے والے
انداز میں.....

ہوتم..... ۱۹ جنے بچوں کو اگر میں یک ایڈر ڈراپ
کر دیتا ہوں تو مجھے اس کا معاوضہ....." تاسف سے
کہتے اس نے بات اصرار کی یہودیوں نے

”انہوں نے جھپٹیں پیری رد عمل کے طور پر کی تھی ایک بات بتا دی یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے کہا ہے اور میرے حلقے کیا کہا.....؟“ قہقہہ ہلے اور دنگاری کا طعنہ دیا انہوں نے مجھے، تمہارے اور میرے وقت بروٹس توڑنے کی بات کی انہوں نے۔۔۔۔۔

[illegible]

"میں نے کیا سے کوئی ایسی بات نہیں کی جس
مجھے شرمندہ نہ ہو۔ میں سناں بھی نہیں مانگوں
- جب میں نے کہو غلام نہیں کیا"

روشنی اپنی بات پر اڑتی تھی - مدنی کچھ لے

”یا اللہ! کیا مجھے ان بھائیوں کی
خاریوں سے نجات ملے گی۔“

[illegible]

میں نے کہا کہ میں نے اس کی بات سن لی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کی بات سن لی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کی بات سن لی ہے۔

[illegible]

”احساس کرنے والا بندہ فوراً صورت حال
احساس کر لیتا ہے۔ جس نے نہیں کرنا اس کے
منہ و حلقہ واد کیوں نہ بیٹھے رہو۔۔۔ اس پر اثر نہیں
آپ پر سامان لے آئیں۔۔۔“
وہی چہ ان کے ہاتھ میں حوالہ نامہ لکھی تھی۔
جس کی کئی آیتیں تھیں۔ پہلے ہی اس نے اپنا اور
بکا کا اشتہار لکھوا دیا اور پھر کئی۔۔۔

درجہ کیان سنا جا رہا تھا۔ چنانچہ اس نے سوسے سے
 مٹا کر تین سو دو سو پانچ سو کر سوسے کی گئی۔ اور دونوں کا
 پر کر کم تھا۔ اس نے اپنے جان کے بدلے پہلے بیچے تھیں
 والا کر واپس کر کے چنے چیلے اسی میں اور راجا کی کا
 ہو جا تا کہ بعد میں راجا کی اور بی بی کو پر شرف دے تو
 دو کر دے بی بی پر دیا ہوا تھا۔ مشکل دو دے سے شام
 دی بھاری گئی تو آج میں سب اپنے اپنے گھر پر
 نا تھے کہ لے کر آئے تھے۔ یہ کھائی اپنے راجا کی ہر
 سب کو اپنا سو چا رہی ہوئی تھی۔ یہ بی بی راجا کی سے
 خور اسی عدی کو کون کر لیا کا تھا۔ مسلسل تیل پر عدی
 نے پھل لے گئیں گول کر مہا ل کو چار پندر ہے خبر
 سونے فدا کر طرف دیکھا۔

..... ہیں۔ یہ تھیں ابھی تک سوری

”جی بھائی!۔۔۔“
 ”معافی تو کیا میں گنوا کرتے تم وہی لڑائی جیتکم
 سے اس کی بدستوری کی؟“
 ”نہیں سارا گھر تاجتے کے لیے
 پریشان بیٹھا ہے۔۔۔۔۔ مہارانی نے مجھے میں ناشتا ہی
 نہیں دیا۔۔۔۔۔“

ان کی بات سن کر جی کی آنکھیں پٹ سے
 کھلی گئیں۔ اس نے گروہ کے بل سہلی ہوئی خواہ
 کی پشت کو گھورا۔
 ”بھائی! ابھی آتی ہے دو رائج منہ ویٹ
 کریں۔ رات اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو آگے
 نہیں چلی اس کی۔“

”اور جو شریف انسان کی کار گزار ہاں ہیں وہ تو سہنے میں تولے جانے کے قابل ہیں گویا۔۔۔“



ابائی کو اس سے دلچسپی جارہے تھے۔

☆☆☆

اپنی پہلی نگاہ ہاتھ میں لے وہ عجیب سے احساسات لیے بیٹھار ہا کرچہ وہ خطہ حوضہ ہزارہاں پہ بٹے مکران سے بڑا احساس بہت خوب صورت تھا۔ راتوں میں وہ دیکھ کر آیا تھا۔ اور جس وقت ہاتھ نہ دھو کر کپڑے، بال کر اپنے کمرے میں آیا۔ ابائی کو کھانے کی لڑے کے حراہ دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

”آپ۔۔۔ آپ کیوں لے آئے۔۔۔ میں خود کچن میں جا کر کھا لیتا۔۔۔ اس نے جلدی سے لڑے پکڑ کر بیٹھ کر رکھی۔

”ہاں بچی میں تو پیسے چیری ماں حیرے لیے کھانے کی شے تیار کئے تھی میں۔۔۔ او یاخا ا وناش میں صرف ایک ہی دھند ہے۔۔۔ میں کا کاجڑے بچوں کی خوشی کے لیے کی روپ بدل لیتی ہے۔ کچن یاد پکا میں جانی، کچی دھوئیں، کچی اسٹیل تو کچی پڑ گیا۔۔۔ آج تیرا ابائی حیرے لیے یاد پچی میں گیا ہے۔۔۔ چونکہ ادو ہے ہی اس کو کرا۔۔۔

انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ بوری شرمندہ ہو گیا۔ ابھی کچھ دن پہلے تو اس نے ابائی کو پوچھا کہ کیا تھا۔

”وہ ابائی! میں تو بس ان لوگوں کو احساس دلانا چاہ رہا تھا اس لیے نہایت میں نقل کیا کہ۔۔۔ آپ آئیں تھیں اسنے کھانا کھاتے ہیں۔“

”ابائی!۔۔۔ اس نے کھانا کھا لینے کے بعد میں کو مخاطب کیا۔ ابائی نے نظریں اٹھا کر اس کی سمت دیکھا مگر اس کی آنکھوں کی دیکھ کر ان کا دل پریشان ہو گیا۔

”کیا بات ہے عدی! کیا ہوئی۔۔۔؟“
”ابائی! وہ بہت ناراض ہوا کہ اسے کچی ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں، ابھی! وعدہ آجائے تو صاف ہی کھانے

کراے کہاں تلاش کروں۔۔۔

”او عدی!۔۔۔ او یاخا! مرد ہو کے رہتا ہے۔۔۔ مرد اور کہہ کر تو کیا نہیں کر سکتا۔۔۔ تو نے

ناکھیں کر دھوئے سے تو خدا کی مال جاتا ہے اگر ہے دل سے تلاش کیا کیا تو۔۔۔ پہلے تو اسے میرے راز سے تلاش کرنا تھا تو کیسے لیتی وہ۔۔۔ اب تو ہے دل سے دھوئے سے دھوئے رانگاں۔۔۔ تو وہ دھوئی نے اس کا رتھ چھپایا۔

☆☆☆

”بس مجھے آپ کسی بات کا یقین نہیں آتا ابائی! اس نے برادری ہی میں توڑ دیا۔ میری عزت نفس کو بھی چوٹ پہنچائی ہے۔۔۔ آپ لاکھ نہیں کروہ بدل چکا ہے۔ مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ جبر انسان زندگی میں اصول نیت کو ہی پیروی نہیں لے رہا، اس سے ہی گھس گھس ہے وہ عدی کے ساتھ کیسے نفس ہو سکتا ہے۔ آپ کو ایک بات بتاؤ میں۔۔۔ ایک اچھے اسکول سے جا کر آئی تھی اچھے دو بھائی ہو گئے ہیں وہاں جاتے ہوئے۔ بس آپ جلدی سے کوئی چھوڑا مار کر اسے لڑکھان دوڑھو۔ ہم باپ بچی دیکھ رہے ہیں گے۔۔۔ جیسے آپ کے سواڑ دوست کا کھر ہے وہ لوگ بہت خیال رکھتے ہیں میرا۔۔۔ مگر اپنے کھر کی توہ بات ہوئی ہے ہاں۔۔۔

”ابائی کے لاکھ کہنے پر بھی کھر بولنے پر آمادہ نہیں تھی نہ ہی یقین آ رہا تھا کہ عدی بھی کچی سحر نکلا ہے۔

”اور اگر بندہ دست برد۔۔۔ صافی طلب کرے

تو کیا اسے دل میں اور کرائے کے چھوٹے سے کھر میں بٹل جائے گی۔۔۔“

عدی کی آواز پر وہ دونوں ہی اچھل چائے تھے۔ وہ دروازے میں ہی ایسا تھوڑا تھا۔ نہ جانے کیوں ابائی کی کچھ خوشی سے عمل اٹھا تھا اسے دیکھ کر، عدی اندر آ گیا تھا۔

”میں ارادہ فی صاحب سے ملوں۔۔۔ تم لوگ بات کرو۔۔۔“

ابائی کے جانے کے بعد وہ کھانا بنا دیا اس کے باقی قریب بیٹھ گیا غناہ کھلی سے تھوڑی دور کھٹک کئی۔

”یار تم تو جتنی بھی ناراض ہو۔۔۔ جائز ہے تمہاری پاداشی۔۔۔ میں صاف ہی تو ایک راجہ رہا ہوں ناں۔۔۔ کتنا بے پیمان کیا تم نے اور ابائی نے مجھے۔۔۔ پہلے میں دن تو خوب مجھے لعنت ملاست کی۔۔۔ میرے ساتھ پوری شدت سے تمہاری تلاش بھی کروائی مگر اس کے بعد وہ جیسے دیکھیں سے ہو گئے تھے۔۔۔ کہیں سے مجھے ان پر تھوڑا شک ہوا کہ میں بھی کچی ہو کر وہ آکا سواڑ پر رکھتے ہوں۔ اس کی کشش کی صرف تین دن کی پریشانی اور دریا۔۔۔ پورا ایک دن میں سے ان کا بغور جائزہ لیا چھپ کر۔۔۔ مجھے ہی ان کو اسنے اپنے کھانے ہونے کا اطمینان ہوا۔ انہوں نے مجھیں کال ملانی اور سارے کھر کی خصوصاً میری پوری روشنی فرختمیں سنا دی تھی۔۔۔ میرے دن ان کا بچھا کر کے میں یہاں تک پہنچا تھا۔

”یہی تمہارا کھر ہے خدا ہو کر آ رہی بیٹھ گیا تھا واقعی اس دن میں مجھے میں نے کھر کھر چھوڑ کر چلی آئیں۔“

اس کے سوال پر غناہ نے فحشی سے اسے کھوڑا تھا۔

”جی نہیں! کچھ بھی ہی پہنچ نہیں تھا۔۔۔ بس کھر کے گیت سے مجھے وقت ابائی کی پیراں لے لے گئے تھے۔ میں واپس اپنے کھر چانا چاہتی تھی۔“

”یہ تو فٹ لڑکی! تمہارا کھر کو ہی ہے جہاں میں رہتا ہوں۔ تمہارا شوہر۔۔۔ اپنی بڑی بڑی باتیں کر لیتی ہو نا کچی نہیں جا۔۔۔“

”ہاں جہاں سے مجھے دیکھے دے کر کال دیا گیا۔۔۔ کچھ میں ہی دور آئی تھی۔“

”بہت غافل! اٹھا ہوا جھوٹ۔۔۔ تم خود کھر چھوڑ کے آئی تھی۔۔۔ اور میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا کیونکہ تم نے مجھ سے کہا کہ میں نے فحش سے فحش کہا تھا۔۔۔ اپنے اس عمل پر بار بار غور کو حلاست بھی کر چکا ہوں میں۔۔۔“

وہ بے جا دلچسپی سے بولا تھا۔

”اجاب! چھوڑو! ان سب باتوں کو۔۔۔ اپنے کھر چلو! مجھے سمجھتا ہوا کھر وہ کچی، مگر ابائی سب اس میں ہیں۔۔۔ ہم سب کو عورت ہوئی کچی تمہاری۔۔۔ اب چھوڑو یہ تو کچی خکری۔۔۔ صرف کھر بیٹھ کر حوضہ کرو۔۔۔ کھانے کے لیے میں جو ہوں۔۔۔ کچھ شفت میں ایک چھوٹی سی جاب کر رہا ہوں وہ اب بعد روزت کے بعد ایک دو چھبوں پر جاب کے جائز ہیں۔۔۔ بس انسان خطا کا پتلا ہے تو جب تک کھر کرنے لگتا ہے نہیں مجھے بھی خود کھر تھی۔۔۔ شکر ہے وہ آئی شہی نہیں میں کھی سہارا ہا۔۔۔ تم نے فحش کہا تھا اپنے کھر سے کمالی کی کمالی میں حوضہ ہے وہ دنیا کی اس سے اعلا ہے میں بھی نہیں ہے جو خیرات میں دان کی گئی ہوں۔۔۔“

”یہ وہ صاف کر دی ناں! اپنے عدی کو۔۔۔“

اور اس کی طرف جھک کر بولا تو غناہ نے ایک نظر اس پر ڈالی اور کھر کر کھر چکا تھا۔

”دینے آپ کرائے کے چھوٹے سے کھر میں

کون کون رہے گا۔ وہ شرارت سے بولا تھا۔

”ابائی میں ادوم۔۔۔“

قرنٹ عجب پر وہ دونوں ایک ساتھ جھٹے تھے۔ باہر سے آئے ابائی بھی کھل کر مسکرا رہے تھے۔

☆☆☆

سچوں کی لحد

کیکپاتے ہاتھوں سے اس نے یہ تھوہ خط کھولا۔ پڑھتے پڑھتے زیادہ گرفت زدگی۔ مگر اس نے دل کی آگہیوں سے پراحت شروع کیا۔

”میری سچی اپنا پورا آداب۔ اور اس آداب پر ہی اس کی آنکھیں مہک گئیں۔ جلدی سے آنکھوں میں آئے آنسو صاف کیے اور محبت تاسے کے لفظ اپنے اندھا تارنے لگی۔“

”میں خبریت سے ہوں۔ نسل میں کچھ بھی تو ہے، مگر گونے کا کام تھا کہ تاسے۔ اور کچھ خبری سخت ہے۔ مگر اب عادت ہی ہوئی ہے۔ تم سناؤ خبریت سے ہو، زیادہ اس تو نہیں رہتی۔ غول رہا کرو۔“

”میں تمہاری اور اپنا پورا پورا کر۔ کہ ہر وہ میں سنا کہ لگو۔“

”میں نے آج سے آج سے تمہارے درمیان کیلپی کی کم ہو رہی ہے۔ اور کچھ عرصے تک نہیں رہا کر دیا جائے گا۔ میں دیکھ آؤں گا۔ یہ اور انتظار کرتا۔“

”فقط تھار اور تھار تھار۔“

”پہلے پہل۔۔۔ آٹھواں گھر سے پہلے اور محبت تاسے کی ساری پھیلائے دیتے۔ سچوں نے خط ادا رہے کی اور پھر پینے سے لگا لیا۔“

”میں تمہاری ہوں، اب آجاؤ۔“ وہ دودھ سے ہونے اپنے شہر سے کہہ رہی تھی۔ وہ شہر جو دور بہت دور تھا اور کہ بڑی ملک کی نسل میں تھا۔ اور دینی کا فیصلہ اس کی آواز کہاں تا سر تک پہنچا تے تھے۔

”خلفہ شہر سے کسی کوں دور سندھو کنار۔“

”آجے پچھلی شہری عین کر میں بھول نہ جانا۔“

”سہیل اس آجی خدای کر میں اور دوشرا مے جانی مگر شہر کی کتاب میں بکرا اور لکھا تھا۔“

”گاؤں میں شادی کی تقریب تھی۔ وہ سچ و سچ کر شادی میں کی اور شادی سے ایک رات قبل اور شادی دینی رات وہ کہیں کے پہلو میں بیٹھ کر کچھ شادی کے

”شادی تا سر کی بھن کی تھی۔ میں تو سمجھتا تھا کہ عاقل عمل طور پر الگ ہوئیں۔ اور مردوں کے ان محفل میں جاتے پر پابندی ہوئی چونکہ تا سر بھن کا بھائی تھا تو ایک دو دفعہ کام سے نہ مٹانے میں چلا آیا۔ اور پھر چلی کا پیر و اور آواز اسے ایسے بھائے کر دھرنا نہ دے دیو نہ ہو چلا۔“

”اگلے اس لڑکی کا رشتہ ہو چکا ہے۔“

”سہیل نے کی کوشش کی۔“



PakiBooks

ہوئی۔ ناصر کے پاس وصال ہوئے۔
 ”چپا کے بیٹے کی سنگ ہے وہ اس سے رشتہ توڑ
 کر ہم سے کیوں رشتہ جوڑیں گے۔“ ماں جھل
 کرنے کی کوشش کرتی۔
 ”کیونکہ میں اس سے محبت کرتے تھا
 ہوں۔“ پتھر کی کیفیت کھولی کھولی ہی ہوتی۔
 ”تو تو پاگل ہو گیا ہے۔“ ماں بڑبڑاتی۔
 ”پاس میں پاگل ہو گیا ہوں۔“ وہ منظر کر حلیم
 کرتا۔

بپ نے سنا۔ دو لاکھ باراض ہوا۔
 ”پاگل اور مرسل کی عزت پر نظر نہیں رکھتے۔“
 ”ابا، صرف کسی کی سنگ ہی تو ہے۔ کوئی کٹاؤ
 یا شادی تو نہیں ہوئی۔“
 ”نہیں تو نہیں۔“ والد صاحب نے قطعی طور پر
 انکار کر دیا۔
 ”مگر صاحب اس دن پا کا پائی نہیں رہا تھا۔ خود
 چھلی کے باپ سے ملنے چلا گیا۔“
 ”آپ کی بیٹی اسے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
 ری گنگو کے بعد وہ سب پر کیا۔ ان کے ماتھے پر
 شکنیں آ گئیں۔

”ابھی بائیں ماں باپ آکر کر رہے ہیں۔ کیا تو
 نے اپنے ماں باپ کو بیٹھنے کی راہ دی ہے۔“ بات
 کر رہی تھی مگر اس میں اشارہ تھا کہ اس باپ کو
 رشتے کے لیے بیٹھنا کسے سے دراصل وہ سمجھتے تھے کہ
 ناصر چھلی سے چھلی کے لیے کہہ رہا ہے۔
 ”چھلی نہیں چوڑی شادی، چھلی۔“ چھلی کہتے
 ہوئے اس کے لب سکرا اٹھے۔ اور انکس ایک ٹکڑا
 ہوتے ہوئے وقت نہکا۔

”بھانگ جاؤ اور اسے چلو بھاگو۔“ انہوں نے
 ہاتھ سے پکڑ کر ناصر کو دھنک سے باہر کا راستہ
 دکھایا۔ مگر ناصر ہٹ رہے وہاں نہ تھا۔
 ”جب بیاد آ تو زار نکا۔“ مشہور گانے کے
 دل ملک کا رہتا۔ اور خود بھی جسے اس قدر سے کا قسم

دوسو چار چار کر کر طرح آخر کی طرح یہ بھی
 سلجھنے کے کہ خود اسے اس کی بھولی میں ڈگری۔
 ”نفس کی شہری لڑکی ہے۔ اور کوئی بسن بھائی
 نہیں۔ باپ بوڑھا ماں باپ۔“ شے تو شہر میں گھر
 بھانے سادی عمر گزار جاتی تھیں۔ ڈگری کی لڑکی سے
 شادی کر کے زندگی آسان کرتا۔“ سرفراز شہر سے
 شادی کر آیا۔ گھر میں لڑا لڑائیاں اور ہنگامے تو
 ہوئے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

اور اب خود بچہ عرف چھلی شہر کی سنگ ڈگری۔
 ناصر کے والدین رشتے کر گئے۔ لڑکی وہاں سے
 سوچنے کے لیے وقت مانگا۔ اور کچھ عرصے بعد چھلی
 ناصر کے ساتھ صاحب ہوئی۔

حسین زندگی ہے
 حسین راہیں ہیں
 تم راہ میں ملے ہیں
 غیبیوں کی صدا میں ہیں۔
 ایک پرہیزگار قرب متفقہ کی گئی لڑکی والوں
 نے آئے والے بھانوں کو چھلی خود بھلا باور دے
 چاہی بھی۔ مگر کٹاؤ خاص زمانے میں خیریت
 لے گئے۔

”سہا سہ خدیجہ خاتون، والدہ جو چلی آپ کو
 ناصر حسین ولد محمد حسین سے بیوی کی ڈالنے ناگھیں
 چاندی اور سات سو روپے نقد نکال قبول
 ہے۔“ نکاح خواں پوچھ رہے تھے۔
 چھلی کا دل جب ملے پوچھ رہا۔ جہاں دوسرے مزید
 جہک گیا۔
 ”ہاں قبول ہے۔“

☆ ☆ ☆
 سادوں کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ بادل آسمان کو
 ڈھانپے رکھتے۔ مگر حال برس نہ تھے۔ جس کی
 چادر ہر بچہ کو گھڑے سے رکھتی۔ اس میں سے بے حال
 چھلی برآئے۔ میں چھلی کی کہ ماں مٹی بھر مجھ سے
 گئی اور وہ آج بڑا بہتر مجھ میں کھائے گی۔

مٹی کی۔ اور دوسری کے بعد ہی زندگی اور ہر طرح پر
 تو رہا ہوا جائے گا۔ وہ سوچتے ہوئے ارد گرد کو دیکھے
 گئی۔ چھلی ان میں خیال آتا تو مجھ کی ایک گھٹی جا
 کر گھر میں گئی کیاری میں، باقی۔

”اور جب گئی مالاں بعد اسے بچوں کے ساتھ
 بیٹے آیا کروں گی اور اس چھلی سے۔“ نو پائے والا
 درخت اس قدر دکان ہو گا کہ اور بھی دکان تو بچوں کو
 تیار کر کے تیار کر دیاں گے۔ اس گھر سے دیکھنے کی
 کل یہ گھٹی واپائی گئی اور ان اپنے بچوں کے ساتھ
 اس درخت کی چھوٹی کھائی میں۔ تو جس کیاری کے
 کنارے بیٹے کو وہ گھٹی کے کھینچ کر خواب سوچے
 گئی۔ یہاں تک کہ آسمان سے ہونے والی کھنک

نے اس کی یادوں کا تسلسل توڑ دیا۔
 ”نہیں، حسین ہے زندگی۔“ چھلی پھلا کر دباؤ
 کے قطرے کی پھوس کر گئی اور سکڑنے لگی۔
 اور آہاں سے دور سمندر میں ناصر اپنے نو عمر
 ساتھیوں کے ساتھ کھیتی میں سوار چھلی کے کنارے پر لگا
 حاکم محل دھڑلے پر چھلی کی جس کی لمبائی قریب پندرہ
 میٹر تھی۔ جس میں گنگ جھک بھی پھیرے ہوئے تھے۔
 ”کیوں سکڑا ہے؟“ ناصر کے ساتھی نے اس

سے پوچھا۔
 ”چھلی نہیں۔“ ناصر کا جواب تھا۔
 ”میں نے دن کو قریب ہوں تو پھر سے پوچھ رہے
 ہیں۔“ سکڑا ہٹ آتی رہتی ہے۔ دوست نے اس کا
 کندھا جھٹکا اور اپنے کانگے چال کی طرف بڑھ گیا۔
 ”جی ہاں۔“ بچوں نے کہا۔ اس نے آہی۔ اس نے ہٹا کر لپٹا
 شورش چھلیوں کو گھر پر لے آئی۔ اس نے ہٹا کر لپٹا
 آسانی سے ملتا۔ اسی آس میں پھیرے سے چھلی آگے
 لے گئے۔ یہ تھوڑی آگے چھلی کی کہ دیکھتے ہی
 دیکھتے اپنی میں چھوڑ دیتے تھے۔ اور کی اپنے ہی ایک
 ہنسر میں چھلی کی۔ اور ہائی کی لہروں نے اسے بے
 راستہ کر دیا۔

اور آسمان اٹھ پائی اور بچے سمندر کا پانی۔

انکی شکایت سے چند آنہ ہونے کی تربیت
 اور حوصلہ رکھتے تھے۔ لیکن اس کے کہ وہ کھیتی کا
 کر کے حاصل کی طرف لے جاتے، اور سمندر میں
 موڑ سے چلے والی کشتیاں سمندر میں ہیں۔ اور ان کی
 آن میں برقی کشتیوں نے ان کی کھیتی کو حصار میں
 لے لیا۔ برقی کشتیوں میں دور کی میں ہیں۔ جہاں سے
 انہوں نے چھپھروں کی کھیتی پر قابض کی
 چھپھیرے اور کے مارے سنگے پر لپٹ گئے۔ ایک بہ
 نصیب چھپھیرا ایک گونی کا شکار ہو کر زندگی سے روکھ
 گیا۔ اور دوسرے چھپھیرے آسمان سے دھارتے کا
 انتظار کرنے لگے۔

”مگر آسمان سے دھارتا رہی۔“
 ”مگر گھر کر لو ان دھشت گردوں کو۔“ اور دی
 میں نہیں کٹاؤ۔ نے اپنے ساتھیوں کو قسم دیا۔
 ”چھلو بعد چھپھیرے قیدی سے سڑ سے چلے
 والی کشتیوں میں سوار سمندر میں دور چلے جا رہے
 تھے۔ یہاں تک کہ کشتیوں کے اوصل ہو گئے۔
 ان کی کھیتی یوں ہے آسمان سمندر کے درمیان
 کھڑی رہتی۔ اور ان کے لگائے گئے جہاں
 میں کھیتی چھپاؤں تو جی رہیں۔

مقام کے سائے گہرے ہونے لگے اور
 چھپھیرے گہروں کو دھانسنے آئے۔ یہ بات باعث
 تشویش تھی۔ مگر اندھیرے میں سمندر میں اترنا
 مناسب نہ تھا۔ گاؤں میں چھپھروں کی سلاخی کی
 دھانچیں لٹائی جانے لگی۔ خدا نہ کرے سمندر میں
 راستہ بھٹک گئے ہوں۔

اور آج پوچھتے ہی چھپھروں کی تلاش کے لیے
 مایہ جہاں کوئی اور چھپھروں کا ٹولہ کھیتی میں سوار سمندر
 میں اتر آیا۔ گے گہرے سمندر میں انہیں لپٹا رہی ہوئی
 کھیتی کی کھیتی جس میں ایک چھپھیرے کی لٹائی گئی اور
 ہائی چھپھیرے غائب تھے۔

کہاں گئے؟
 اس راستہ لے کر خیرا سے میں خبر چلی۔

عجیب سا گھسٹیا چہرہ

پانچویں قسط

آپ اگر یہ سوچ رہے ہیں کہ بیٹا یا نکاح
لے کے بعد یہ غریب ماسٹر اپنی ہونے والی بیوہ سے
کتنے عجیب سا چہرہ آپ ملے گا۔ یہ ملاقات کتنی سہل
تھی تاہم کیونکہ اس ملاقات کے بعد بیٹا یا نکاح جو
باقی کا میرے ساتھ ختم حرم کا بھٹکا سونچ رہا جو
مجھے منگوا رہا تھا اس میں اس ملاقات کو انش کی تکرار
کے بعد جو دن تیار رہا جس سے اس کی اس نے ایک
اور ترپا کرنا کے لیے سوچا تھا۔

☆ ☆ ☆

”تم آئے ہو مجھے لینے؟“ وہ اسے دیکھ کر
نہان ہوئی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر اپنے لیے آیا تھا
چاہے وہ اسے جانے کے لیے اس کی محتاج نہیں
تھی، ماسٹر نے وہ تین دن بعد ہی اسے ایک
دکھ لگوا دیا تھا لیکن پھر بھی کبھی ایسی ہی
اور خواست پر انش اس کو لینے یا چھوڑنے چلا جاتا
تھا۔ ایک مہینہ ہو چلا تھا اسے کراہی آئے ہوئے
اور اس پر غصہ میں انش کو اس کی موجودگی کی عادت
ہو گئی تھی۔ اس کے جانے سے گھر میں چھل چھل
رہنے لگی تھی۔ گھر میں سنانے کے علاوہ کبھی کبھار
دینے لگا تھا۔ پہلے جب وہ گھر میں داخل ہوتا تھا تو
ای لی دی لگاتے تھے پھر آتی تھیں لیکن اب وہ
دونوں خراب ایک دوسرے کے ساتھ مصروف فکر
آتیں۔ ویسے بھی سونا ہی کی حرکت جاتی وہ پھر ہند

کی لڑکی تھی، کبھی سلائی مشین کی کھٹ کھٹ، کبھی
چھٹی پٹو کی ٹھک ٹھک۔ وہ ہر وقت پگھلا پگھلا
کرتی نظر آتی، انش اسے فارغ بیٹا کی دیکھ
تھا اور پھر اس سے بڑی بات یہ تھی کہ اس نے
اپنے ساتھ ساتھ ہزار چکر کو بھی مصروف کر لیا تو
جس کی وجہ سے انش اب انش کو ڈانٹنے ڈپٹنے کو
موج کی ہی ملا تھا اور شادی جیسے حساس موضوع کو
تو کر وہ بالکل ہی بند ہو گیا تھا۔ اپنی آج کل دہائی
میں ہی تھیں گھر رہا تھا۔ اسی لیے اس دن میں سونا
کے خلاف جو مداخلت تھا، وہ بہت سست ہو گیا تھا۔

پھر وہ اسے دیکھ کر
”موسم ذرا خوش گوار ہوا تو وہ بلا وجہ اسے لینے
چھوڑ گیا تھا۔“

سونیا نے اپنا سامان پھینک دیا اور پھر
آگے لگا کر وہ انش کو کہنے پڑے ہوئے پڑے تھی۔
”تم کیسے آگے لینے لے؟“

”گھڑی میں بیٹھ کر آیا ہوں۔ نظر نہیں آ رہا
کیا؟“ عادت کے مطابق جواب دیا گیا۔

”تھیں؟“ اس نے اسی کے انداز میں جواب
دیا تھا۔ انش نے منہ نہ کراستے دیکھا۔

”موسم بھی اچھا ہے اور سونا بھی اچھا تھا۔
ارادہ ہے تھا کہ تمہیں بچہ پڑی ہو جگہ سے کوئی بچہ
یہ چڑھ لگاتا ہوں۔ لیکن تم نے میری شان میں
کھٹائی کر دی ہے۔ اس لیے پرکرام فیملی۔“

”یہ بھی تو بچہ کو مجھے نظر نہیں آ رہا۔
دراصل میں نہیں دیکھنے میں اتنی محنت کی کہ میری
لگاؤ لڑکی پر ہی نہیں۔“ اس نے یہ بات مذاق
میں کہی تھی، انش نے سر ہلایا۔

”اے! یہ بات تو ٹھیک ہے ویسے۔ لڑکیاں
مجھے دیکھ کر ہی طرح انش باؤڈ ہو جاتا کرتی
تھیں۔ بے چاری۔“ وہ تھک جبر سے احساس میں
گھر کر لیا تھا، سونا نے مسکراتے دیکھا۔
”توبہ! اتنا غرور؟“

”انش کہتے ہیں مجھے۔ بچا ہے مجھ پر۔“ اس
نے اپنے لیے پر زور دے ہوئے کہا تھا جیسے اسے
بچپن دلا دینا چاہتا ہو۔

”یہ بات تو ٹھیک ہی تھی۔ غرور تو واقعی بچا
ہے تم پر۔“ سونا نے بہت آرام سے اس
کی دانت سے اتفاق کر لیا تھا۔

کار فی لپٹ

PakBooks

کون 218 2018

جیسی کہ لڑکا ہے۔" دوست کا زاد بوم بگاڑ کر بولی گئی۔
خیر نہ سیکم سے اسے گھور کر دیکھا۔

"زور میں اس وقت میرے منہ پر لگ۔ کھائی
جتنی جیسی کے لئے انگوٹھی کے نام پر چھلکے میں دیتے
لڑکی کو۔ ان کے پیار تو انگلیوں والی چیزیں لاکھوں
کی قیمت کی ہوتی ہیں۔ تم نے تو قبیلے دھکی ہی
تھیں کوئی کھائی چٹائی تھی۔ اونٹ۔" وہ ناراضی کا
بھرپور اظہار کرتے ہوئے بلیوں اور ساتھ ہی
لاڈلہ کو آواز دلائی تھی۔

"انگوٹھوں والی انگوٹھی میں سے یہ۔ اس نے
ایک دس دس دی گئی تھیں۔ میری سائیکل کا تختہ۔"
زور میں نے چوکر دو ہاتھ ہوا میں پٹہ کرتے ہوئے
کہا جس کی ایک ایک میں وہ انگوٹھی موجود تھی۔
"دیکھ دے لی دیکھ دے۔" انگلیوں والی
انگوٹھی تو قبیلے لاکھوں کی آجاتی تھی۔ جو بوسے
ٹونگ لگ دے یہاں تھے۔ پانچ ہزار کاٹھ ہاتھ پر
دھک کر بات نہ کی کر کے کہتا تھے۔ "جیسی کی دیکھ
سے او ذرا چار ٹا ہوتی ہیں۔" انہوں نے اسے
بولے کا موقع دینے پر بھاگتی کی جانب منہ کر کے
چلا دیا تھا۔

"لڑکیاں انڈیا براں؟ جلدی سے میرے
پلے لیوں نیڈ (پیسن اینڈ) باکر لاد۔ تو بے آواز تو
کری کے ستر کر دیا ہے۔" انہوں نے بیٹی کے
پیر سے کے ہاتھ کو بائیں ٹھکرا ادا کر دیا تھا جو
سرخ سا ہوا چلا تھا۔
"وہ میرے لیے کا شتا ہادی ہے۔" زور میں
نے ٹھگ کر کہا۔

"لڑکیاں پیلا چکے تھے دانی دے پھر اباں لینا
اس کے لیے آڑے۔" انہیں بیٹی کی اس ادائیگی
اختصاصیہ یاد۔ وہ "اس" لڑکے کے خلاف ایک

"میں کب سے تھنے کا انتظار کر رہی ہوں
اتنی جھوک لگ رہی ہے مجھے اور آپ نے ذرا براں کو
اپنے کاموں پر لگا دیا ہے۔ پانچ منٹ انتظار نہیں
ہوتا آپ سے۔" وہ پہلے سے زیادہ ناراض لگے
میں بولی گئی۔ "خیر نہ سیکم سے اسے گھور کر دیکھا۔
"شر تو پوچھ آئی ماں کو ایسے کہتے ہوئے۔ یہ
نہیں کہ خود بخود کر ایک خضر گاس لیوں لینا ہر
لاڈلہ۔" اتنی سخت گری ہے ہا پر۔
"لیوں نیڈ نہیں۔" میں اٹھ۔ "زور میں نے
جل کر چکی کی گئی۔"

"ہاں ہاں ہے اور یہ بھی یاد کر میں نام ہی
لینا آتا ہے پڑا بھی تھی ہو۔ ہاتھ بنانے سے
آگے بھی نہیں گئی تھی۔" بیٹی نے اپنی تہاڑی۔ اتنی تو تین
تو ہوتی تھیں۔ کسی کی آنکھ کر ایک گاس لی خرد لی ہو۔
انڈا تک تو اباں نہیں سیکم میڈم اور ہاتھ سنو تو
مہارانیوں والی۔" وہ کئی تھے میں نہیں۔ زور میں
نے پھٹی پھٹی کانپوں سے انہیں دیکھے۔
وہ انگریزی دینے لگی تھیں۔

"میں اس انداز کو لے۔ آپ خود بھی تو کوئی کام
نہیں کرتیں۔ اسے اسے دانی کاڑی میں آئی جیسا کہ
اور دی ایکٹ ایسے کر رہی ہیں جیسے سائیکل چاکر
آئی ہیں۔" اس نے ہٹا کر کہا تھا۔
"اوہ جی! اباں! میں اگر کام نہیں کرتی تو اس کی
جو ہے کہ میرا مایاں شہر کا سینہ ہے۔ مجھے ٹھکی
طرح دیکھنے کی پہلی ہے اس کی بیکہ تم نے بیٹا ہے
اچھے تھے تیرے بڑا کر کے دالا۔ خالی سکھا ہے۔
جس نامی چل ہی دیکھنے والی ہے۔ اس لیے کبھی
جلدی یہ آئے سے ٹھانڈے اباں لے سیکو لو۔ اتنا اچھی
سے تھہارے لیے دو تھہارے لے لے دو دی گت
(پٹیا) پکار کر یہاں میرے گھر چھوڑ جاتا ہے
نہیں۔" وہ سخت بجز انداز میں بولی تھیں۔

"اس نے کھن سے اس کو وہ انگوٹھی دی تھی۔ کسی کے
سراج بدلے سے مجھے تھے حال کدو، آنکھ نہیں اس
کی تصویریں اپنے موبائل میں دکھائی دیتی تھی۔ وہ
اس کے قد کا ٹھکانہ پڑوں کی تعریف بھی کرتی رہتی
تھیں لیکن میں وہ ایک انگریزی جس نے زور میں کو خوشی
پے نہال کیا تھا اس کی ہی کو کدو سے بے حال کرتی
تھی۔"

"میں خاندان والوں کو کراس نہ دکھائی گئی۔"
یہ ایک خلد وہ بکھر ت ادا کرتے تھی نہیں۔ کیا وہ
یہ کہ زور میں کی ان کے ساتھ ان کے روز کا معمول
تھی جاری تھی۔ اس کے آسٹریا والے رشتہ دار بھی
واپس جانے کا نام نہیں بولے تھے۔ اسی لیے
خود افس کے باجود وہ انہیں کو گھر ہر عمو کرنے سے
اجازت دیت رہی تھی۔ انہیں کو تو وہ یہ یاد کر رہی تھیں
تھی کہ اس کے والدین اس رشتے پر سو فیصد ناراض
ہیں جبکہ صورت حال اس کے ہاتھ سے نکلتی جاری
تھی۔ وہ اس بات کا ذکر وہاں سے کرتے تھے
تھیں کہ کسی کی کراس سے اس کی انگریز نہیں بچتے
کا خضر تھا۔ اس کا حراج بھی بکڑے دیا تھا تھی۔
"میں کسکھ۔" بولی وہ سسکھ تھی۔ "زور میں
کری تھیں کہ کسکھ اور سخت ناراضی کے عالم میں
اپنے کمرے کی جانب چل دی تھی۔

"ہاں سر۔" وہ ہو۔ "انہوں نے بھی مجل میں
جراپ بایا تھا۔ باہر والوں کی موجودگی میں وہ جزی
مذہب ہی خاتون بن جایا کرتی تھیں لیکن فیس کے
عالم میں ان کا پچھانی سیلے تھیں والا جاوہر جلال عمو کر
آتا تھا۔

"یہ جیسے ہے چار ٹھکر کر میں اب اگر بڑی میں
گالیاں کیے دیتی ہیں۔ بے شرح اولاد۔ ایک دو
کے کے پیرو کے لیے پائی ہوئی جاری ہے۔"
انہوں نے غمرانے والے انداز میں خود کھائی کی گئی

میں کیا تھا۔
"تم بخت اسارے کپڑے خراب کر دے۔
کہا بھی تھا کہ کھانک سے میں (پاکستان کرلو) مگر باقی
تب ابھی ٹیپ کروں میں ہی لکھائے دکھا۔ اب کہتا
ہے آپ نے ساڑھی ٹھیک نہیں دیا تھا۔ کہتا۔"
انہیں بڑا دکھ تھا اب پکڑوں کے خراب ہو جانے
کا۔ ایک عرصے سے ایک ہی جگہ سے کپڑے
سلوائی آتی تھیں۔ پیلا انہیں دکھائی دیا ہوتی تھیں
لیکن اب جبکہ دین اکا طرف ہو چکا تھا کہ تھے
زور میں اور میں کے کپڑے ان پر پڑتے تھے جس کا
اثر اس اور میرے دور کی کے شاکر دلوں کے منظر ہ
دیتا جا رہی تھی۔

"ہاتے چھاری بیٹی کا دل بھی تو زور کو دکھ دیا۔
اس کی کراؤں۔" پلہ بانی ہو جاتا ہے یہی کاقدری
دیکھ کر۔ کھینے نے اسے مجھے کپڑے خراب
کر دے میرے اور اس زور میں کو کیے کھانکوں کا یہ
کھننے لڑکے جس شریک میں سہانے کے چائل
ہوتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر بیس سے آتے نہیں
لکھائی گئی۔" وہ کپڑوں کی وجہ سے بھی خفا تھیں اور
بیٹی کو ناراض کر کے بھی بچتا رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆
"میرا خیال تھا تھیں میں کر کانی خوشی
ہوگی۔" انہیں نے اس کے سر دھکے ہوئے انداز کو
بطور غامض محسوس کیا تھا۔ وہ اسے جا ب لینے کی ڈپ
دے رہا تھا جبکہ اس نے جواب میں گرم جوشی کا کوئی
مظاہرہ نہ کیا تھا۔
"خوشی تو ہوئی ہے۔ اب کیا بھگتا ڈالنے
لگوں۔" تین بار کدو پکٹی ہوں کہ خوشی کی خبر ہے۔
مبارک ہو نہیں۔"
وہ آنا کر بولی۔ ہاں کے دے گئے طے ادھی
ٹھک ساتوں کو زور کر رہے تھے۔ اس کے بچے میں

2018 جولائی 222 گزشتہ شمارے

اچھ کر درگاہ کا بیوی کی۔ اس نے بیٹھ ہی اس کا کورس اس اعزاز میں کیا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی بیوی نہیں کر رہا تھا کہ ان کا سامنا ایک بار سے قدرتی مگر بہت خوب صورت لڑکی سے ہونے والا ہے۔ زمین کا دارا اس کا بڑا مشکل تھا اس حساب سے زمین کو زیادہ ہی اپنی بیوی کی۔ وہ تو بھٹی گئی کہ ہموں نے شہری چھوٹے قدم والی عام سے لڑکی والی ساواری آکٹ فٹھی "سوچنا" اسے دیکھ کر ہی جادوں میں شائستہ چہرہ ہوجاے گی جس میں یہاں معاملہ جھگڑا ہو گیا تھا۔ نہ پڑی سے فراوان میں وہ اپنے کی قیمت سے آزاد پھر جس ایک اپنی سوچا نے سے حیران کر دیا تھا اور مشکل میں متاثر ہو کر یہ طریقہ سخت ہونے کا کام کا صاف نظر آنے لگا تھا۔ سوچا کا لباس، ایک اپ کرنے کا بھر اور پھر گفتگو پر ان کا اعزاز چٹھوں میں ہی وہاں بیٹھے سب لوگوں کو اس کا کردار دیکھ جانے لگا تھا۔ ایسا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ لڑکی تو کتنا باریک ہے۔ زمین کو پہن تو نہیں ہو رہی تھی۔ اس سے سب اچھا بھی لگ رہا تھا۔ اسی لیے اس کے اعزاز پر مصروفی میں غالب آئے لگا تھا کہ وہ سب ہی باریک کی مہاسبت سے بہت مناسب لہجے سے زمین کو اپ بھرتی کر رہی تھیں اور سب ہی بہت پیاری لگ رہی تھیں زمین اور سوچا کا آپس میں ایک عجیب سا مصلحت خود بخود پیدا ہو گیا تھا جو بالکل پر اپنا اثر چھوڑ رہا تھا سوچا نے گفت سے کر کے ایک سمت میں دیکھنا چاہتی تھی کہ اس کا ختام ہو جائے گا۔

"میں بھی تو ہمیں کے دوست ہیں۔ ہمارے لے لے نکلیں کیوں نہیں لائیں آپ؟" اس کا قلم لے کر وہی لڑکی کا ہوا تھا کہ وہ اور رات سے بیوی بھارت کر دیتی اعزاز میں اسے دیکھا۔ سوچا نے نوکر ان کی جانب دیکھا پھر اسے محسوس ہوا کہ انھیں نے

فرک دیا ہے۔ اسے صورت حال کی ٹھیک طرح سے سمجھ آگئی تھی لیکن اسے محسوس ضرور ہوا تھا "وہ اصل....." اس نے وضاحت دینی چاہی پھر ابھی کے عالم میں کہنے پر اپنا بے حقیقت رہی کہ تو زمین کے علاوہ کسی کا خیال بھی اس کے ذہن میں تھا۔

"میں اہل بالے آئے گا۔ اب تو طاقت ہوئی ہی رہے گی۔" یہ جملہ ختم کرنے کے بعد اعزاز اب کی بار پھر سوچا نے وہی منکرانہ گواہی سوچو سب لوگوں کے چہرے پر چٹکتے دیکھا تھا۔ "اچھا چارو زمین دکھا تو سمجھا رہے ہے کیا؟" فیرہ نے کہا تھا۔ اس کے کہنے پر زمین نے ناخوشی کی مدد سے اس کے پچھلے کاغذ کو کھینچ کر با شروء کر دیا تھا۔ چند لمحوں بعد ان سب کے سامنے ایک خوب صورت بڑے ساڑ کا پڑی آگیا تھا۔ جینز کے میڈل سے بنے اس کی پچھلے پچھلے سیکس کے اوپر اندر لی پڑی تھی۔ زمین کی اس کی سب سے خوب صورت بات اس پر کر حالی سے بنائی کی زمین اور انھیں کی تصویر تھی۔ اس صفاقی سے ان دونوں کی تصویر کو اس کی پڑی پر حیران کیا گیا تھا کہ وہ ایک اچھل گئی کر دہیں کے سامنے سب کی دھن کیا تھا بلکہ وہ ایک بہت ہی دیدہ زیب اور بازار میں سے لے کر اس سے کچھ مختلف کی چیز کی جس کی زب پر دیکھنا سنا لگ بھی لگا تھا جس پر "عراق" لکھا تھا۔ انھیں کو بھی اعزاز میں تھا کہ وہ زمین کے لیے کیا لائی ہے۔ اس کے چہرے پر مصلحت جیسے انداز کی تھی۔ فیرہ نے سب سے پہلے کہا۔

"وہا بہت خوب صورت۔ یہ ونڈ مین ہے۔" فیرہ نے زمین کے ہاتھ سے وہ کچا پکڑا

"جہاں تک ہے یاد ہے اس کے نہیں جانا تھا کہ آپ اسکا چہرہ کی جانی دیتی ہیں۔ آپ کو خوش ہے۔" وہ چور دی گئی۔

"خوش نہیں۔ پڑیں..... میں برس کر رہی ہوں۔ میرا راز ہے۔ عراق کے نام سے۔ میں آن لائن کل کر رہی ہوں یہ سب۔" اس نے تاخیر کر کے کہنے میں کیا تھا کہ زمین کے چہرے پر محسوس ہوا تھا کہ زمین کو بھی اس کے ہاتھ سے وہ کچا پکڑا لے کر لیا۔

"یہ واقعی آپ نے خود بنایا ہے۔ واؤ، جنت واؤ۔ بہت ہی اچھا کام ہے آپ کا۔ یہ لگ ہی نہیں رہا کہ ہاتھ سے بنایا گیا ہے۔ تو تو بہت اہم نہیں ہو گیا ہوں۔" وہ بے حد سارے والے اعزاز میں گونگ لڑا سے زیادہ دیکھ رہا تھا سوچا کو اس کی آنکھوں کے دیکھ کچھ مانوس سے لگے۔ اس کے دیکھنے کا اعزاز کچھ غیر معمولی تھا سوچا کو کچھ لگاؤ اور اس کے پچھلے کو اس کر دیتی اعزاز بڑا تھا۔ سوچا نے حیرانی سے اس صورت حال کا جائزہ لیا تھا لیکن اسے اس کی کچھ نہیں آتی تھی۔

"چلو بھی یہ تو بڑی مبارک بات ہوئی ہے۔" اعزاز صاحب اہم نہیں ہو گئے۔ زمین تھماری دال میں گئی ہے۔ جو چاہا تھا وہی ہوا نظر آ رہا ہے یعنی محبت کے باری کام ہو گیا تھا۔ وہاں۔ کچھ ایک اور باری کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ "نفاق شرابی کی منکرانہ ہونے پر سہانے کہہ رہا تھا۔ فیرہ اور اعزاز نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ سوچا چونک کر انھیں کا چہرہ دیکھنے لگی۔ یہ سب اس کی کچھ سے بالاتر ہے۔

"اچھا اب تا تو آؤ کر رہیں یا بونے ڈرائی کر رہے؟" انھیں نے ان سب کو کوٹھا تھا۔ آٹھ کی پادلی کا کیمز ہاں وہی تھا۔ سب کے اتفاق کرنے پر

ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ سب لوگ اپنی اپنی سرسی سے اپنے لیے دشمنی کرنے کے لیے اٹھ گئے تھے۔ زمین اور سوچا ایک ساتھ ٹیبلس کے کراہی ہاؤز روڈ ایوی کی جانب بڑی گئیں۔

"تمہارے بانی کچھ بھائی ہاؤز ہیں؟" وہ فریج سلاوا کو روک دیکھنے کی مدد سے ٹیبلٹ میں بیٹھے ہوئے سرسری سے اعزاز میں پوچھ رہی تھی۔ سوچا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاؤز؟" اس نے دہرا کر اسے تھما ہوا اعزاز میں اس کی جانب دیکھا۔ زمین نے دوسری لڑی میں سے کچھ لے اٹھا کر ٹیبلٹ میں دیکھ کر پھر چٹائی پر آئی بالوں کی لٹوں کو ان کے پیچھے اڑتے ہوئے سرسری سے اعزاز میں بولی۔

"میرا مطلب ان کی ہیٹ تو ہاؤز ہے۔" انھیں نے تانا تھا کچھ کو ساری ٹیبلٹ میں جس نم ہی جانف دس لگا رہی ہو۔ باقی سب لڑکی ہاؤز ہیں اس نے اس اعزاز میں کہا تھا جیسے عام بات ہو چکر وہ اس کی جانب دیکھے حاضر ہو گئی۔

"انھیں تیار دیا تھا کہ تمہاری ہی بہت پریشان نہیں ہوا کہ شادی کے لیے۔ میں بھی نہیں ہوں چھوڑا دہی ہوا مسئلہ یہاں ہے۔ آج کو تو لوگ اچھی خاصی لڑکیوں میں سو گئے۔ نکال دیتے ہیں۔" اب کی بار ان لڑکیوں کو بات اور دھرمی چھوڑ دی گئی اور پھر کھینچ لے گا رہی ہو۔

"میں نے ہی انھیں کو مشورہ دیا تھا کہ اپنی کزن کو اعزاز میں بھائی کو دے لو۔ وہاں شاید کوئی سلسلہ چل پڑے۔ انھیں کیا کراہا تھا۔"

"وہ چور دی گئی۔ سوچا ایک لمبے کے لیے تو اپنی جگہ پر کھم کر رہی تھی۔ اسے کچھ نہیں لگا تھا کہ اس کے اس طرح کی ایک کر رہا ہے۔ اسے اس کے کچھ سے کہہ دیا تھا کہ اس اعزاز میں کسی نے بھی نہیں دیا تھا اور پھر "ہاؤز" کا لفظ تو

”ہمت بھی نہیں ہے تمہاری بھی اٹھ کر نہ کی۔ میری مرضی کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور اس اسی بات پر اصرار ہو کہ میں نے تم پر اعتبار کیا ہی کیوں۔ کاش مجھے پتا ہوتا کہ میرے ساتھ یہ سب ہونے والا ہے تو میں یہ سب کچھ بھی نہ کرتی۔“ وہ اپنی افسردہ کی چٹائیں اپنی ہاتھیں سے اس کی جانب دیکھا مگر بالکل خود کو کچھ کہنے سے روکا۔ گاڑی گھر کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اس نے جیسے بار بار اپنی نگاہیں اس کی زندگی میں چلی بار ہوا تھا۔

”تم بتاتی کیوں نہیں ہو کر کیا ہوا ہے۔ کسی نے کچھ کہا ہے۔ بات نہ کی گئی ہے کسی کی؟“ وہ ذوق ہو کر پھر بارہا تھا۔ چاہتے ہوئے تو بہت خوش اور پُر جوش بھی اور اس کا رویہ اسے حیران بھی کر رہا تھا اور پریشان بھی۔ سوچنا ہی چاہ اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھتی رہتی۔ اسے شاید احتشام سے اس طرح حواسے جانے کی اپنی تکلیف ت۔ ہولی ڈاکر زرمین نے یہ بڑھانا چاہا ہوتا۔

”احتشام نے کوئی بد فیضی کی ہے تمہارے ساتھ؟“ احتشام کو اس کی خاموشی سے کچھ بھی سمجھ نہیں آتا تھا۔

”میں تم سے کوئی بات نہیں کر رہا ہوں احتشام! تم نے بہت دل دکھایا ہے میرا۔“ وہ خلعت خوردہ کیے میں ہولی گئی جیسے کچھ تم ہو گیا ہو۔

”ایزیدوش۔“ احتشام نے ناک چڑھا کر کہا تھا۔ اس کا کمر بھی اتنی تھا۔

☆☆☆☆

”مجھے بالکل سمجھ نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے۔“ لیکن وہ بہت شے سمجھتی تھی۔ مجھے لگا ہے احتشام نے کوئی بد فیضی کی ہے۔“ بات کو کہیں موصول کے مطابق سونے سے پہلے جب وہ زرمین کو شب بخیر

کہتے ہوئے کھڑا تھا تو اس نے ساری مصلحت سے ہونے لگا تھا۔

”تم انہیں احتشام! احتشام! احتشام! اور یہ بات تم لاگوئی طرح سے جانتے ہو۔ اس لڑکی سے وہ دن ہوئے ہیں تمہاری ادنیٰ کو جب کہ احتشام تمہارا بچپن کا دوست ہے۔“ اس نے طرز پر انداز والے ایسی ہی کے ساتھ ایک بڑی سیج کہا۔

”احتشام کا بھی کوئی گھر نہیں ہے زرمین! وہ بعض اوقات خواہ تو نہ اور ہو جاتا ہے۔ تم نے غور نہیں کیا لیکن وہ بلاوجہ سونا کے ساتھ یہ تکلف ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے کچھ ایسا دیا ہو کہ وہ باپو۔“ احتشام نے صوف پر ڈٹا تھا۔ زرمین نے تین چار طرزیں پر اکتانہ جیسے تھے۔

”احتشام! تمہاری لڑکی اب اپنی بھی حسین و جمیل نہیں ہے کسی کو کہ کچھ کر کوئی اور ہو جائے۔ میں پھر وہاں رہا ہوں۔“ زرمین نے اس کی بھی لڑکی سے تو کچھ بھی گفتگو کی۔ یہ کھانا ہے۔ اس نے اس کی لڑکی کو کرنا صبر کو بھی دکھائی ہوئی ہے۔ اس نے اس کے آگے کھانا لکھیں۔ احتشام وہ کچھ کھا کر وہ مزے کچھ نہ کھانے لگا۔

”تم کیوں آتا ہے۔“ اس نے فوراً کہا۔

”اس نے شکایت نہیں کی بار میں صرف اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اصل میں وہاں ہوا کیا ہوگا لیکن میری موجودگی میں تو کچھ نہیں ہوا تھا۔ اس لیے میں تو بالکل لاعلم ہوں کہ وہ محض سچہ ناراضی ہی ہو گئی ہیں۔“

زرمین کا کچھ موصول ہوا تھا جو پہلے ہیج کا بچہ حسیہ تھا۔

”اور اس احتشام سے تکلف نہیں ہو رہا تھا۔ اپنی اہلی لڑکی کو کتا کہ اس کی قسمت کچھ بھی ہے۔“ احتشام کو کچھ بھی نہ دیا۔ اس نے اس سے متعارف ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اگرچہ ہی میں اسے کچھ نہیں سمجھتا تھا۔

مزید جھجکا جاسکے اور اپنی لڑکی کو بھی سمجھا کر غصے کرنا بند کرے اور اس موقع کو اچھے سے تا جانے دے۔ وہ اس قدر کے ساتھ ان کے گھر میں کوئی شہزادہ نہیں آئے والا کھڑے پر چڑھ کر۔

”احتشام نے سچ کچھ بھی نہ سمجھے کے ہے وہ بار بار جھجکا کر جے ایک ہیج موصول ہوا۔

”اور پھر یہ بھی اس کے ہنسنے کے دماغ میں ڈال دو کہ احتشام تمہاری اہلی لڑکی میں اس لیے دیکھیں گے پر مجبور ہوا کہ میں نے اسے آباد کیا تھا۔ تمہاری لڑکی کی تعریف میں زمین آسمان کے ٹکڑے جاتے تھے۔“ ہائی نے اس کی اپنی تعریف کر دی تھی کہ وہ اس کو دیکھنے کے بعد میری باتوں کی صداقت پر ایمان لے آیا اور شاید اگلے دن اسے ایک ننگ لگی اور تمہاری لڑکی میں ایسا کیا کہ وہ اسے وہاں روک دیکھ لیتا۔ ہوائے احسان مانتے کہ وہ ناراض ہو گئیں۔ زرمین کا کچھ کافی بڑا تھا۔ احتشام نے کچھ کرنا ہی چاہی اور اس سے پہلے اس نے اپنی ہی کی آواز سن کر بھی اس کی ای کو کچھ باہر کو دھڑکتے اس سے بھی سے بات کر رہا ہے۔

”تم کیوں آتا ہے۔“ اس نے فوراً کہا۔

”اس نے شکایت نہیں کی بار میں صرف اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اصل میں وہاں ہوا کیا ہوگا لیکن میری موجودگی میں تو کچھ نہیں ہوا تھا۔ اس لیے میں تو بالکل لاعلم ہوں کہ وہ محض سچہ ناراضی ہی ہو گئی ہیں۔“

زرمین کا کچھ موصول ہوا تھا جو پہلے ہیج کا بچہ حسیہ تھا۔

”اور یہ۔“ میری خبر ہے۔ لڑکی ہے میری۔ میری چھوٹی بیٹی۔ میں کہہ سکتا ہوں۔“ وہ منکرارے ہوئے کہہ رہا تھا۔ زرمین کی سلیٹی ہوئی آواز آتی تھی۔

”کیوں؟ تم کیوں کہہ سکتے ہو؟“

”احتشام کہتے ہیں مجھے۔ چارلف دس اٹھ کیوں یاد اسٹ چارلف۔“ جیسے کچھ پر۔“ وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔

☆☆☆☆

اگلے دو دن وہ اس کی طرف کن اکھیں سے دیکھنے کے باوجود اس سے بات کرنے کی ہمت نہ

دوست ہو گیا تھا۔ جسے سن کر وہ بھی اس کی اور فکر نظر کی آتی تو چہرے پر ہنر اس قسم کے تھا کہ غائب بھی اس کی تو کیا دکھائی دے گا۔ عام حالات میں وہ مختلف قسم کی چیزیں اپنے کردار میں بکھڑے بکھڑے نظر آتی تھیں کیونکہ وہ دونوں سے انھیں لے آتے یہ سب کرتے ہی نہ دیکھا تھا۔ وہ بھی آفس جانے لگا تھا۔ یہ کیا کام کرے گا؟ ابھی لیکن پھر بھی اس کی خواہش تھی کہ کمر سوچا اس کے پاس اس کے کسی دوست کی وجہ سے راضی ہوئی ہے تو اس کا ذرا کیا جانے کہ کمر سوچ ہی نہیں کر رہا تھا۔ جتنا زیادہ شک سے بچنے کا مطلب اپنی شہادت بلوا تھا سو وہ اس معاملے میں بچ کر بھاگتا تھا۔ وہ بھی دن بھر سوچتا ہے کہ اپنی ہی کمر لگے۔ ایک ایڈ آف آف چرکھا کے سامنے بیٹھی تھی اس لیے اس نے سوچا تھا کہ اس سے بات ضرور کرے گا کہ کھانے کے بعد اس نے اسے آخر کرنی چاہی کہ آؤ ہمیں کریم کھا آتے ہیں لیکن پھر اس کے تاثرات دیکھ کر بہت تھکا کر کا پھر میرا ہے تو فون کر کے بلوا تو وہ اس کی طرف چلا گیا۔ دیکھا کہ چائے دل میں کیا ہائی کہ مشہور کافی شاپ سے وہ کولا کافی کے کپ لے لیے۔ کمر بیچ کر پیلے انھیں فریئر میں رکھا پھر کپڑے تبدیل کیے اور پھر لائٹ جانے کا اشتعار کرنے لگا کہ کولا ڈولائٹ جانے کی صورت میں ہی مہین میں آکر کھینچتی تھی۔ اس دن جان بھی مفردہ وقت سے دس منٹ بعد ہی گئی مگر وہ اچھا ہوتے ہی سڑک حیاں آکر کھینچے آگیا اور اس کے آگے انھیں میں آکر بیٹھے کا اشتعار کرنے لگا جیسے یہ وہی ہے۔ وہ بھی دونوں کپ لے کر بالکل اس کے برابر چلے گئے یہ آہستہ آہستہ ذرا توجہ دینی اور اس کی جانب سے ذرا مڑ کر اپنے سونامی کے ساتھ مصروف ہو گئی۔

”اس دن تم نے مجھے چائے کا کپ دے کر دہلی کی آخر کی گئی۔ کیا میں یہ کافی کا کپ دے کر آج نہیں دہلی کی آخر کر سکتا ہوں؟“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ چہرے پر دوستانہ سی مسکراہٹ تھی۔ سوچا شکر کی شک تھی۔ ”جی نہیں۔“ اس نے جواب دیتے ہوئے دوسری طرف کر لیا تھا۔

”خدا کا نام تو کون اس بات کو کہاں سے لایا ہوں۔ چائے کیا قیمت ہے اس ایک کپ کی؟ سوچا دو اعانت چاکلیٹ لینے کے لیے لائیں گی، پوئی کے عوام کی۔“ وہ اسی انداز میں بولا تھا۔ سونامی نے نوکر اس کی جانب دیکھا ہی نہیں۔

”اؤکے، چھوٹی مریض۔ نہیں جینی تو مت بول لیکن مجھے پیسے دو ان دونوں کے۔“ اپنے کپ کے بھی اور میرے کپ کے بھی کیونکہ یہ بھی شہادی وجہ سے ہی لایا تھا۔ وہ اس سخت گری میں تھرا یہ مریض ہوئی کافی پیسے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ”وہ جی کر بولا۔“

”میرا جی نہیں ہے۔ گری نہیں ہی میں اس کی سب انسانوں کو کھتی ہے۔“ سونامی نے ناک چڑھا جواب دیا۔ گری تو بھی لیکن روزی شام ہوتے ہوا چلے گئی تھی سو سوہو تو آگے میں خوش گواری تھا۔ رات کی مارا کی دیکھی دیکھی ہی تک بڑی دل فریب تھی لیکن سونامی کے چہرے کی ہاراشی نے ماحول کو کھینچ کر رکھا تھا۔

”اسی لیے تو کولا کافی لایا ہوں۔“ بی کر دیکھ کر تو چپ چلے گا۔“ اس نے اپنا کپ دیا۔

”خیر تو ہے پھر کہ وہ ہر آپ کے بہترین دوست سونامی کے ہاتھ میں پکڑا دیا تھا۔ اس نے چہرے سے تھکے تھکے جذب کے عام میں اسے دیکھا پھر منہ بنا کر کپ پکڑ لیا تھا۔ سوچا اس کا پتہ نہ بھی تھا۔

”اب لے آئے ہو تو بی بیجی بولیں۔“ ایک در لے دوں دونوں امرا سے سب لینے میں میں رہے پھر

”اچھلے اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔

”دو پی؟“ وہ چھوٹے بچوں کی طرح دایاں ہاتھ اس کی جانب کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ سونامی ایک تیرم انڈر کیشے جلی کی اور دایاں دیکھ کر سر ہلاتے ہوئے بولی۔

”میں تمہاری دوستی افروز نہیں کر سکتی۔ دوستی نہ اور دالوں میں ہوتی ہے جبکہ تم کہاں اسنے آئے لیے اچھل۔“ راجا اچھل بلکہ ہمارا راجا اچھل اور میں کہاں چھوٹی ہی۔“ وہ اس کی جانب دیکھے جانے والی رہی۔ اچھل اس کے کھڑے انداز پر خود بخود انگریزا اور پھر وہ بھی ایک اور مریضی آخر اس کے برابر آگیا۔

”لیکن میں نے تو سنا تھا کہ دوستی میں آؤ چھل کافر قریبی میں نہیں رکھتا۔“ ہاں رشتہ برابر دالوں میں کرنا چاہیے اور تم سے رشتہ کرنے میں تو میں انگریز ملے ہی نہیں ہوں۔“ وہ کہہ رہا تھا۔

”اچھل کتنی..... صرف تم نہیں۔ میں بھی تم سے رشتہ کرنے میں بالکل اعتراض نہیں ہوں۔“ سونامی نے نوکر اس کی جانب دیکھا اور خطرے انداز میں جواب دیا تھا۔

”خیر یہ تو جھوٹ ہے۔ تم تو بے حد بے پندہ کرتی ہو مجھے۔“ وہ اسے خیر اڑا رہا تھا۔ سونامی نے دوبارہ نوکر اس کی جانب دیکھا پھر سادہ انداز میں ناک چڑھا کر بولی۔

”اچھا ابھی۔“ استغوا اور غلطی ایک ساتھ چہرے پر پکھلا تھا کہ اچھل کو بھی آگئی اسے دن سے وہ اس کی دوستی کو اہمیت دیتی تھی اس کی اور اب جب وہ مارا ہوئی تھی تو اچھل کو وہ حساس ہوا تھا کہ وہ بھی اسے اہمیت دینے لگے۔ پھر میں اس نے ہر مریض کو جو میری اسے اہمیت دینے لگی تھی۔ سب سے بڑھ کر کوئی ایسا بھی تھا جس سے وہ بلا جھجک ڈر میں کی بائیں کر سکتا تھا سو اس کا تاراض ہونا اسے کافی

محسوس ہو رہا تھا۔

”ہاں تو اور کیا۔“ آخر کو تو سولہ بڑے تھے اس ساری تاراضی کے پیچھے۔ میں نے بہت ساری ایسی سوجن دیکھی ہوئیں جن میں سناٹا بھی نہ تھی اس طرح ہیرے سے تاراض ہو جاتی ہے۔ جب وہ اسے کسی اور سے ملوانے کی کوشش کرتا ہے تم بھی اسی طرح کی طرح بی بیجی کر رہی ہو اور شہادت سے مل کر تاراض کیوں ہو جیں؟“ وہ گردن اٹھا کر اپنے چوائے کی خاطر سب کو برا بھلا سونامی نے بے نیکی کے عالم میں اس کی کوشش کی پھر اسرا منہ سے نکال کر اس کے کندھے پر ایک ذرا دار مارا تھا۔

”اچھل دی کریت۔ سب سے پہلے تو اس ساری فلم میں سے اپنا فضول کر دو اور نکال کر ایک کر دو اور پھر میری بات دھیان سے سنو۔ مجھے واقعی یہ بات۔“ ”مجھے بہت ہی مٹی ہے کہ تم نے یہ سب کیوں کیا۔“ اس نے لفظ ”جینی“ پر زور دیتے ہوئے کہا تھا پھر نوکر ایک سب چلے بھاڑا اور غرق۔

”تم بولے کون ہو۔ میرا رشتہ کیا کرنے والے۔“ اچھل نے اسے اس کا جملہ پورا کرنے نہیں دیا تھا۔

”کچھ کچھ کم جنت کے کیا ہے۔ بس اچھی کوشش کی گئی کہ اگر.....“ اب کی بار۔“ نیالے اس کی بات کان۔

”جھپٹیں کوشش کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ تم نے کیا سوچا کہ بے چاری کو ان کا رشتہ نہیں ہو رہا تو اسے دوست سے درخواست کر لی جائے کہ بھائی اسے گھمٹے میری پچھو کی بی بیجی کواری نامر جائے۔“ وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی رہی تھی۔ اچھل کو خراج درازا لگا۔

”کیا بکواس ہے یار لایا کچھ نہیں ہے۔ جیسا تم سوچ رہی ہو۔“

طرے سے مل کر ان کا اب لکھو۔ "ماسٹر جی
نے ان سب کو غائب کرتے ہوئے کہا تھا۔ سوچ کا
مگر اجال ان کے چہرے کا اظہار کرتا تھا۔ رب
نواز نے غیب کی کشتی سے پروردگار کا جڑے
ہوئے سب سے پہلے جکھ چھوڑی تھی۔

☆☆☆

یہ چند دن بعد کی بات تھی۔ سونا اور انجیل کی
ایک لمبی میٹنگ ہوئی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ باقی کے
مسائلات سونا اور انجیل کے درمیان حل کر کے کرے
کیا ہو سونائے ایک دن کو ان دونوں کے گھر سے
چلے جائے گے بعد ازاں وہ ان کے گھر سے
"ممانی جان" اٹھے۔ تب سے ایک بہت ضروری
بات کرتی ہے۔ "وہ رات جوں جوں جاتا رہا جسے
دہرہ دھند سے دور رکھنا چاہیے۔ سونا نے
تیل میں چاند سرخ کر دی تھی۔ سونا نے کچھ
کھول کر گرم مسالا اور سرخ ثابت کولر میں چھلٹ
میں لٹکانی شروع کر دی تھی۔ وہ ان کی بہت عزت
کرتی تھی اور ان کی محبت کا دم بھی بھرتی تھی اسی لیے
وہ جرات کرتے والی تھی۔ ان کی آنکھوں میں دیکھتے
ہوئے کرشمے پارسی تھے۔ انہوں نے فرنگ چین کا
دست بکڑ کر اسے ڈور سے ملایا تھا تاکہ چڑیا گارڈن
پر وہ کیا تھا وہ درمیان میں آجائے کیونکہ کارڈوں والا
چیز درمیان میں موجود چڑیا کی نسبت بھلی سرخ ہوتا
جا رہا تھا۔

"ہاں بلاؤ۔ کیا ہو گیا۔ انجیل سے کچھ کہا؟"
اس کے سچے کی سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے انہوں
نے مکند اعجاز کو دکھانے کی کوشش کی تھی۔ سونائے
آگے چڑھ کر وہ مریض فرنگ چین میں ڈال
دی۔ ان کی مڑ مڑتی آواز بنے دھڑکی کے
مردوں کو بھی حتم سے ڈالنا تھا۔
"ممانی جان! انجیل سے شادی نہیں کرنا
چاہتی۔" اس نے ان کی جانب دیکھے تاکہ ڈال

تھا۔ مہناز تب تک سے چپک کر رہ چکا۔ وہ فرنگ
چین اٹھا کر والی فٹلی میں اڑ پٹنے والی تھی۔
اس کی بات سن کر انہوں نے فرنگ چین فٹلی
میں خالی کر دیا تھا۔ پہلے سے زیادہ آواز بلند ہوئی
تھی۔ دھڑکی کی وجہ سے مہناز تب تک کی آنکھوں میں
جان کی لگ گئی۔

"مہناز! ایک دوسرے کے لیے مناسب
نہیں ہیں۔ ہمارے مزاج، سوچ اور خلق ایک
دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں۔ عوارضات نہیں
میں مسخر ہوئے تو وہ مغرب۔ ہماری ساری زندگی
بھ نہیں سکتی۔" وہ ہنسنا لگا۔ "وہ ہنسنا لگا۔
خلف تہمت دے رہی تھی۔ ممانی بات اپنی ہی ہوتی
والی ساس سے کرنا آسان نہیں تھا۔ ان کا چہرہ بالکل
سبب ہو گیا تھا جیسے کہ ایک لفظ کا چہرہ انہوں
نے گہری بارش میں سے بھری ہوئی ساس کی۔
"ممانی! انجیل نے کچھ کہا۔" ممانی نے
نے کوئی بات کی ہے؟" وہ بے حد حیرت میں تھی۔
ان کی امیدیں جیسے ایک دم سے دم توڑ گئی تھیں۔
انجیل اور سونا کی دوستی کا وہ نتیجہ نہیں نکلا تھا جو وہ
توقع کر رہی تھیں۔ ان دونوں کے درمیان انصاف
نے ایک تباہی ممل کھلا دی تھی۔ یقین تھا انجیل
نے ہی سونائے کچھ کہا تھا۔

"نہیں۔ اس نے کچھ نہیں کہا اور پلیر آپ
دراثر مت ہوں۔ بس کل سے مجھے بات مل کر
لیئے دیں۔" اس نے انجیل کی مہناز تب تک سے اس کا
چہرہ دیکھا۔ پہلی بار انجیل اس کا خوب صورت چہرہ
خوب صورت نہ تھا تھا۔

"شادی کرنا مشکل نہیں ہوتا ممانی جان!
شادی جانتے مشکل ہوتا ہے۔ بے جوڑ شادی ہو جایا
کرتی ہے لیکن انجیل شادی کا حکم رکھتے ہیں۔ بعد مشکل
ہوتا ہے۔ میری اور انجیل کی شادی ہو گئی تھی تو زیادہ
دیر چل نہیں پائے گی کیونکہ بے ایک بے جوڑ شادی

ہوگی۔ میں جانتی ہوں آپ، میری بہنیں، میری اہلی
سب میل کر رہی ہیں۔ وہ تو ایک گڑی میں جوڑنے
کے لیے ان تک محنت کر رہے ہیں۔ اہلی تاجا ہے
ہوئے بھی ہیں کہ مگر جا کر وہ رہی ہیں۔ آپ اسٹے
دن سے مجھے پروا دے کر رہی ہیں اور پھر مجھے نظر
آتا ہے کہ آپ انجیل کو آواز کرنے کی اور میری اہلی
مجھے رضامند کرنے کی لا تعداد کوششیں کر رہی ہیں
لیکن..... سب بے فائدہ ہے۔ ہماری شادی ہو گئی
تھی تو کامیاب نہیں ہوگی۔ اس نے درمیان میں
سراسر لینے کو لے کر کہا تو وہ دھڑکی۔

"سونا! یہ کیوں کر رہی ہو۔ کچھ نہیں جانتی
تم۔ زندگی کی باتیں ہی تم نے۔ ہم بڑوں نے
اسے برت لیا ہے۔ ہم لوگوں کے لیے لگاؤ فیصلہ
قرضی کر کے۔ تم لوگ انہیں سنے ہو۔ تم بھی اہلی
اور انجیل۔ تم لوگ وہ نہیں دیکھتے جو ہم دیکھ رہے
ہیں۔ ان کے لگاؤ آواز ہے۔ وہ تمہاری نظروں سے
کرانے کے لیے لڑ رہی ہو۔ ہم سب اس شادی کو
یقین مانو۔ کامیاب شادی ہی وہی ہوتی ہیں جو
منسوب۔ ہندی سے کردلی جاتی ہیں۔ لڑکی کو لڑکے
کے لیے اور لڑکے کو لڑکی کے لیے کا بعد رضامند
کیا جاتا ہے۔ جن شادیوں کے لیے وہ ممانی کی
چاہی ہیں۔ دیکھنے پڑے جاتے ہیں۔۔۔ وہ
شادیاں جن کی ابتداء میں ہی انجیل قسم کا حلق
وہماقت افراتو ہو۔ کئی قسم کا چار محبت ہو۔ وہ
شادیاں زیادہ کامیاب نہیں ہو سکیں۔ شادی سے
پہلے ہی جینے مرنے کے وعدوں اور قسموں والی
شادیاں تو پانی کا بلبلہ جانتے ہوتی ہیں۔ بے حد تک
نہ پانی کا بلبلہ جانتے تھیں اور انجیل کی شادی
ایسی نہیں ہوگی۔ اس لیے تم اس بات کی پروا چھوڑ
دو کہ شادی کامیاب نہیں ہوگی۔" وہ تھکے چار
سے سمجھا رہی تھیں۔ سونائے لا چاری سے ان کی

جانب دیکھا پھر نظر میں چمکائیں۔ وہ بہت مسکرائی
میں پھر بھی کئی کئی بار ممانی جان! انجیل
"ممانی! انجیل کو چند نہیں کرتی ممانی جان!"
اس نے انجیل کو کہا تھا کہ وہ چپ کر رہیں۔
"تم بھی اور کو چند کرتی ہو؟"
سونائے ایک بار پھر ان کا چہرہ دیکھا۔ وہ
کچھ جیسے مجھ کی تھی۔ وہ اسے سمجھتا ہے
انجیل نے اسے دیکھا کہ وہ اس کی بات سمجھ
تی جائے گی۔ اسے دلائل سے زیادہ جیسے انجیل اس
کی انجیل کی تربیت پر پھر وہ ممانی جان! اس نے دل میں
کہ انجیل کو وہ چار دیکھا ان کی ممانی جان! یہ بات
کرتی ہے۔ وہ ممانی جان! اسے سونائی تھی۔
"ممانی! انجیل کو کس نہیں کر پائی۔ چار ممانی
بات کو وہ میری بات سے زیادہ اہمیت دی۔ کئی بار ممانی
چہرہ پر گہرے جات ہوگا۔ تمہارا انکار دانت سے آخری لپٹ
وہ کام کرے گا۔" اس نے جانے کیا کچھ کہہ کر اسے
مہناز تب تک سے بات کرنے کا حوصلہ دیا تھا۔ سونا نے
ان سے بات کرنے کی بات تو کر لی تھی اور انجیل کو
زبان بھی دے والی تھی کہ آواز دے انجیل پر خود ممانی کو
لے گی چاہے کچھ بھی ہو جائے لیکن ان کا چہرہ دیکھ کر اس
کا حوصلہ اور دل ختم ہوئے چار ہے تھے۔ وہ چہرے تو
تہذیب کے عالم میں انجیل دیکھی رہی مگر جیسے اس نے
فیصلہ کر لیا تھا کہ اب راپا بات تو کر لی ہی ہے۔ کیا۔
"ممانی!۔۔۔" اس نے کچھ ڈالنا تھا۔

☆☆☆

"یہ درد میں ہے۔" انجیل نے ماسٹر جی کو اس
کی جانب اشارہ کر کے بتایا تھا۔ وہ مشرقی پہو کی
طرح آج پہو کی بال شوار میں اور وہ اپنے سامنے
آئی تھی۔ بال پہو کی شکل میں باہر سے تھے اور
میک اپ کے عام پر نہیں آج تو میک اپ، میک
اپ الی لک کر تھیں دی تھی تھی۔ وہ خوب صورت تو
تھی لیکن چونکہ آج خوشی کے مارے وہ اداں میں

نے ان سب کو قابض کرنے سے پہلے کہا تھا۔ سوچ کا مگر اجال ان کے چہرے کا واضح کردار تھا۔ وہ سب لٹاؤ نے طبیب کی کندھے پر زور دار دھکا جڑاتے ہوئے سب سے پہلے جگہ چھوڑی تھی۔

☆ ☆ ☆

نہ چند دن بعد کی بات تھی۔ سونیا اور انجیل کی ایک لمبی میٹنگ ہوئی اور یہ فیصلہ کیا کہ باقی کے معاملات سونیا اور سہارانی جڑوہاں ہائیڈل کر کے کریں گی، سو سونیا نے ایک دن ان کو ان دونوں کے گھر سے بلے جانے کے بعد داخلہ بنا کر ان سے کہا تھا۔

”سہارانی جان! اچھے آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔“ وہ دال چاول بخاری تھیں۔ چاول دم پر رکھ دیے اور دال کو بخار دالنے کے لیے گرم تیل میں چارائیں مرغ کر دی تھیں۔ سونیا نے کینڈن کھول کر گرم مسالا اور مرغ ثابت کر رہیں بیٹھ میں ڈھکی شروع کر دی تھیں۔ وہ ان کی بات عزت کرتی تھی اور ان کی صحبت کا دم بھی بھرتی تھی اسی لیے وہ جو بات کرنے والی تھی، ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے گھٹیں پارتی تھی۔ انہوں نے فرانک بلیں کا دست بکا کر اسے زور سے ہلایا تھا کہ جو بڑا کھانا کھادوں پر وہ گیا تھا وہ درمیان میں آجائے کیونکہ کھانا دالا جائے درمیان میں موجود چیز کی نسبت جلدی مرغ ہوتا جا رہا تھا۔

”ہاں بیو۔۔۔ کیا ہو گیا۔ انجیل نے کچھ کہا؟“

اس کے نیچے کی نیچے کی گھٹیں کرتے ہوئے انہوں نے ٹمکنا اٹھاؤ دھکا لگنے کی کوشش کی تھی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر وہ مرجھیں فرانک بلیں میں ڈال دیں۔ بلی ہی سڑا سڑا کی آواز نے دھویں کے مرغلوں کو بھی جھوٹا ڈالا تھا۔

”سہارانی جان! میں انجیل سے شادی نہیں کرتا چاہتی۔“ اس نے ان کی جانب دیکھ کر کہا ڈالا

تھا ہزار چمکے چہرے کرانے سے دھکا۔ وہ فرانک بلیں اٹھا کر دال دال چلی میں اٹھنے والی تھی۔ اس کی بات سن کر انہوں نے فرانک بلیں چھٹی میں خالی کر دیا تھا۔ پہلے سے زیادہ آواز بلند ہوئی تھی۔ دھویں کی وجہ سے مہناز تنگم کی آنکھوں میں جلن لگ گئی۔

”ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے مناسب نہیں ہیں۔ ہمارے خراج مروج اور شوق ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں۔“ مہناز تنگم حقیقتاً میں شوق ہوں تو وہ مغرب۔ ہماری ساری زندگی بھر نہیں سکتی۔“ وہ مکمل لفظ لفظ جوڑ کر مناسب خطہ ترتیب دے رہی تھی۔ انکی بات اپنی ہی ہونے والی سانس سے کرنا آسان نہیں تھا۔ ان کا چہرہ بالکل سبوتا ہو گیا تھا جسے کہنے کو ایک لفظ ناچاہا۔ انہوں نے گھبرائی بارش سے بھری ہوئی سانس لی۔

”تمہیں انجیل نے کچھ کہا۔ بتا دیجئے۔ اس نے کوئی بات کی ہے؟“ وہ بے حد خفا تھی۔ ان کی امیدیں یہ تھیں کہ وہ دم توڑ گئی ہیں۔ انجیل اور سونیا کی دونوں کا وہ نتیجہ نہیں نکلا جو وہ توقع کر رہی تھیں۔ ان دونوں کے درمیان انہشت نے ایک خالص مل کھلا دیا تھا۔ انجیل عین حق انجیل سے یہ سوچا ہے کچھ کہا تھا۔

”نہیں۔ اس نے کچھ نہیں کہا اور چلے آپ ہمارا حق مست ہوں۔ میں عمل سے مجھے بات مکمل کر لینے دوں۔“ اس نے اٹھائی۔ مہناز تنگم نے اس کا چہرہ دھکا۔ بلی بار انجیل اس کا خوب صورت چہرہ خوب صورت ڈھکا تھا۔

”شادی کرنا مشکل نہیں ہوتا سہارانی جان! شادی ناجائز مشکل ہوتا ہے۔ بے جڑ شادی ہو جائی کرئی ہے لیکن انکی شادی قائم رکھنا ہے۔ یہ مشکل ہوتا ہے۔ میری اور انجیل کی شادی ہو گئی تو زیادہ دیر چل نہیں پائے گی کیونکہ یہ ایک بے جڑ شادی

ہوگی۔ میں جانتی ہوں آپ دھری تنگم، میری سبب میں بھل کر تم کو ہم کو ایک کڑی میں جوڑنے کے لیے ان شکست کر رہے ہیں۔ اسی کا چاہتے ہوئے بھی جتنی کے گھر جا کر رہی ہیں سب اپنے اپنے دن سے مجھے برداشت کر رہی ہیں اور مجھے نظر آتا ہے کہ آپ انجیل کو آمادہ کرنے کی اور میری اسی مجھے رخسانہ کرنے کی استعداد کو پیش کر رہی ہیں لیکن سب سے بڑا ٹکڑا ہے۔ ہماری شادی ہو گئی تو کامیاب نہیں ہوگی۔“ اس نے درمیان میں سانس لینے کو بھیڑا کہ وقت کا تو ہوا ہے۔

”سونیا! یہ کیوں کر رہی ہو۔“ کچھ نہیں جانتی تھ۔ زندگی کی باتیں سن ہی نہیں لے۔ ہم بزرگوں نے اسے بت لیا ہے۔ ہم تم لوگوں کے لیے لفظ فیصلہ تھوڑی کر رہی گئے۔ تم لوگ ابھی بچے ہو۔ تم بھی اور انجیل بھی۔ تم لوگ وہ دھک دھک کر رہے ہو۔ تم بڑے ہیں۔ جو نہیں نظر آتا ہے۔ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ اس ٹمک سے ہم سب اس شادی کو کروانے کے لیے سرزد کو پیش کر رہے ہیں لیکن یقین مانو۔ کامیاب شادیایں وہی ہوتی ہیں جو منصوبہ بندی سے کروائی جاتی ہیں۔ لڑکی کو لڑکے کے لیے اور لڑکے کو لڑکی کے لیے کا جادوہ رخسانہ کیا جاتا ہے۔ جن شادیوں کے لیے کا جادوہ رخسانہ جالی ہیں۔ جیتنے پڑے جاتے ہیں۔۔۔ وہ شادیایں جن کی ابتداء میں ہی اندھی قسم کا عشق و عاشقہ انوار ہو۔ گئی قسم کا پیار محبت ہو۔ وہ شادیایں زیادہ کامیاب نہیں ہوتیں۔ شادی سے پہلے ہی جیتنے ہرنے کے وعدوں اور قسموں والی شادیایں تو بانی کا لپکا ثابت ہوتی ہیں۔ بے رنگ۔ بے فانی کا لپکا جبکہ تمہاری اور انجیل کی شادی انکی نہیں ہوگی۔ اس لیے تم اس بات کی بڑا چھوڑ دو کہ یہ شادی کامیاب نہیں ہوگی۔“ وہ جتنے پیار سے سمجھا رہی تھیں۔ سونیا نے لا چاری سے ان کی

جانب دیکھا مگر نظر ہی جھکا گیا۔ وہ بہت معینیت میں پھنس گئی تھی مگر یوں بھی ضروری تھا۔

”میں انجیل کو پسند نہیں کرتی سہارانی جان!“ اس نے انجیل کی طرف کڑے جواب دیے۔

”تم کسی اور کو پسند کرتی ہو؟“ سونیا نے ایک بار پھر ان کا چہرہ دیکھا۔ وہ یکدم جیسے گھوٹی گئی تھیں۔ وہ اسے سمجھاتے ہوئے کھینچ کر ایک ریل تھیں کہ جیسے وہ ان کی بات سمجھتی جا رہی تھیں۔ اسے دال سے دال سے زیادہ جیسے انجیل اس کی اڑی کی تربیت پر بھروسہ تھا۔ اس نے دل میں دل میں انجیل کو یاد کرنا چاہا لیکن وہی نہیں۔ یہ بات کرنے کی ذمہ داری اسے سونپی تھی۔

”میں انجیل کو پسند نہیں کر پاؤں گا۔ تمہاری بات کو وہ میری بات سے زیادہ اہمیت دے گی۔ کیا تمہارا کھانا بھر پر ٹکڑا بات ہوگا۔ تمہارا انکار تاہم اس کے آخری ٹکڑے والا کام کرے گا۔“ اس نے جانتے کی گھٹ کر اسے سہناؤ تنگم سے بات کرنے کا حوصلہ دیا تھا۔ اسی وجہ سے ان سے بات کرنے کی بہت تو گھٹیں تھیں اور انجیل کی زبان بھی اسے اٹھائی تھی کہ آج وہ انجیل پر ضرور کام لے گی جا رہے کچھ بھی ہو جائے لیکن ان کا پیار وہ کچھ کر اس کا حوصلہ اور دال ختم ہوئے چلے گئے۔ وہ چھوٹے تو خدایہ کے عالم میں انجیل دھکی رہی تھیں جسے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب دیر یا بات تو کرنی ہی پڑے گی۔

”جی۔“ اس نے کھڑا لٹا۔

☆ ☆ ☆

”یہ درمیں ہے۔“ انجیل نے ماسٹر جی کو اس کی جانب اشارہ کر کے بتایا تھا۔ وہ مشرق بھوئی طرح آج ٹکڑا بارش اور دھکا پھینے سارے آئی تھی۔ بال بونی کی صحن میں باغیچہ تھے اور ایک ایک کے نام پر مٹی آج نو ٹمک اپ، ”میک اپ“ والی لگ کر تڑپ اڑی گئی تھی۔ وہ خوب صورت تو تھی لیکن چھٹکنا رخ خوشی کے آسے وہاں میں



القرآن

ہم نے لوگوں کو یاد دلا دیا ہے کہ جس نے

پیادہ پڑایا، اسی سے جزا اس کا اور پھیلادے ان

دلوں سے سرور پھر قہر میں اور دوسری (کلیئر قہر اور

میں) اور اللہ سے ذہن دوس کے ہم راہ بنے ہو اور ہم

ایک دوسرے سے (اسے حقوق) جس کے واسطے

ہے اور دوزخوں (کے قلع کرنے سے) بے شک

اللہ تعالیٰ تم پر قدرت نگران ہے۔ (سورۃ الاحقاف: ۲۱)

☆ اور ہم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ ہمارا پورا

الضائف کرو، اچھی باتوں کے درمیان اگرچہ ہم اس

کے بدلے خواہ مخواہ منہ می ہوتے ہیں نہ کہ وہ جس

چاہا (ایک بھائی کی طرف) یا نکلے اور پھر دوسری

جگہ (ایک درمیان میں) ایک دہی ہو اور اگر ہم

درست کرو (پاکاویہ) اور یہ بزرگوار ہیں جہاں تو ہے

شک اللہ تعالیٰ خود اور رحم ہے۔ (سورۃ احقاف: ۱۲۹)

اجازت پونی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”جو حد کو پانی کی پانی کی طرح اگر تم اسے

بالکل سیدھا کرنا یا ہو کے تو تم اسے توڑ دے (یعنی

جدا کی کی غرض آجیے گی) اور تم خود سے خاکہ

اٹھا چاہو تو زمین اس کی چیز جانیں براداشت کرتے

ہوے اس کی چیزوں سے خاکہ و اٹھا ہوگا۔“

(صحیح بخاری ۵۱۸۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”ایک دن تاروہ ہے جو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ

کیا ایک دن تاروہ ہے جس کے ذریعے تم نے کوئی عظام

آزاد کیا ایک دن تاروہ ہے جو تم نے کسی مسکین کو صدقہ

کے طور پر دے دیا اور ایک دن تاروہ ہے جو تم نے اپنی

پس منی کو سب سے پہلے خرچ کر دیا اور اس نے

جس اور پھر باقی کی کو خرچ کر دیا جس نے

جس۔ الفاظ بھی پیش ادا ہوئے تھے۔

پھر سے مسکراہٹ غائب ہی ہوئی۔ انہوں نے

ایک نظر پڑی ہے پھر یہ کی جانب دیکھا دوسری نظر

دوبارہ بائیں طرف پڑی تھی۔ انہیں کچھ بھی نہیں یاد آیا

تھا کہ انہیں کسی طرح یاد آتا ہے۔

”ہم تمام سمجھیں۔ آپ۔“

انہوں نے دراز کیا۔ ہم نے پتوں کا اگرچہ یہ تھا وہ

ادا کر دیا نہیں گریہ کی۔ ان سے دانی ہوا انہیں جان

قائد ایک نظر پڑی کہ جو بھی میں اور دوسری نظر پڑی

جو خود کی کچھ بے نشان کوئی تھی۔ اس نے بھی بائیں طرف

پہچان آیا تھا۔ اگرچہ بہت عرصہ سے ان کی دکان پر بیٹھ گئی

تھی کہ اب رہی میڈ کا دور وہاں نہیں بچنے سے اپنے

پکڑوں کی صفائی اور لکڑیوں کے لیے ان کی دکان پر آ

جاتا رہا تھا۔ یہ تو ان کے خاندانی روزی تھے۔

دوڑی۔ اس کے والد۔ بائیں طرف

دوڑی۔ دو تو اس کا گھر بھی تھی۔

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

”جی۔ جی۔“

ی حال تھا۔ خود بخود میں بسا بیا آتا وہ کبھی

مرجہ درشن کے گھر آتا تھا۔ اس کا حال ایسا تھا کہ

شادی سے پہلے ہی خود کو دیکھا تھا کہ ہر ہفتہ خوشی

اور طہانیت سارے دھڑ سے چمک ہی رہی تھی۔

سنا گیا ان کے ساتھ ہی آئی تھی۔ درشن سے گھر

کے گیت پر ملازموں کے چائے خورد و ان کا استقبال

کیا تھا جو کہ پہلے اس نے کبھی کی بہان کی خاطر

نہیں کیا تھا۔ بہتار پتھر تو سب کا جواب دے کر دوا

سازدگی کی جانب ہو گئی جس بائیں طرف سے دین

گیت پر کھڑے ہو کر اس کے سر پر چادر دیا

تھا۔ انہیں اس کا چہرہ دیکھنا چاہتا سا لگا تھا۔

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

”آپ۔ بائیں طرف۔“

پانی خرچ کیا ان میں سے زیادہ خواب اس

بچا کر لے گا جو تم نے اپنی پانی پر خرچ کیا۔“

(مسلم)

☆ کسی کو کھوے سے والا کسی خوش نہیں رہ سکتا۔

(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ کسی کی بے بسی بہت ہو سکتی ہے (وقت ہم پر بھی

آ سکتا ہے) (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ کسی کی آنکھ تھک رہی ہے تو نہ ہو کہ

جھپکی اس سے ہر آنکھ تھک رہی ہوگا۔ (حضرت

مٹان بنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ مظلوم اور غلامی کی آہ سے ذہن کچھ آد

کسی کی بھی ہو عیش و کچھ کر اللہ کے پاس جاتی ہے

(حضرت علی شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

☆ شامیر۔ کراچی

♥ آزادی کی تکلیف، غلامی کے آرام سے
ہجرت (عربی کہاوت)۔
♥ کامل شخص کے پاس وقت نہیں ہوتا
(اطالوی کہانیت)۔

ہے۔ اگر لوگ کے ساتھ ملے تو اس میں
برکت نہیں ہوتی۔ آدمی کا حال ایسا ہو جاتا ہے
جس وقت کھائے اور پیئے نہ بھرے۔
پیہات میں کریم علیہ السلام نے عرض کیا کہ
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ صلی
اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نہیں ستاؤ گا۔"

[illegible]

سورج جب چمکے گا تو بڑی روشنی ہوتی ہے۔
 دیا چراغا ہے، دھوپ چمکتی ہے، صبحت ہوتی ہے،
 خوش ہوتی ہیں یہ سب کچھ کھڑی عالمی فضا کی آگ نہیں
 لگتی اور جب یہ آگ کی دھوپ ایک نقطہ پر مرکوز ہوتی
 ہے تو آگ کی تپتی ہے، کانڈیل اُفتاب ہے۔ اصل میں سارا
 راز ایک نقطہ پر مرکوز ہونے میں ہے، خواہ اہل ہوا، لہرو

خوبانی سے ذائقہ

نگارہ جیلانی

خوبانی کا علاوہ

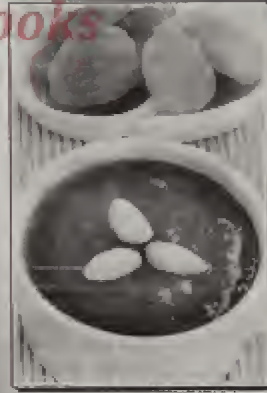
- اشیاء:
خوبانی (تک) 1 کھو
آب تک 1 کپ
(چرا کیا ہوا) 1 چلی
عرق کباب 2 قطرے
چینی 1 کپ
کھویا 150 گرام
پستہ 5 گرام



دہی اور خوبانی کی اسموتھی

- اشیاء:
تازہ خوبانی 1/2 کلو
دہی (لوائٹ) 1 کپ
شہد ایک چائے کا چمچہ
ترکیب:

خوبانی کے سب لکھ کر ان کو باریک چپ کر لیں، لیفٹر میں دہی، خوبانی اور شہد ڈال کر ہائی اسپینڈ پرائیوی چلائیں کہ ہموار اسموتھی تیار ہو جائے۔ تیار ہونے کے بعد (خشک یا تامل) فوراً سرد کریں۔



PakiBooks

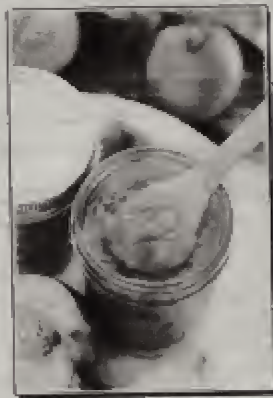
اشیاء:
خوبانی (تازہ) 2 کلو
چینی 1 کپ
ترکیب:

خوبانی کو پانی میں بھگو کر آدھا کھینے کے لیے رکھ دیں۔ خیال رہے کہ خوبانیاں بہت نرم نہ ہونے پائیں، آدھے کھینے کے بعد خوبانیاں کو نکال کر کچھ ٹکڑے کر لیں، بھاری چنڈے والے سوسپن میں پیکی گرم کر کے خوبانیاں ڈال کر دھمی آج پر پکائیں اور خوبانیاں کا رنگ سفیدی ہو جائے تو اس میں چینی اور کھویا ڈال دیں، چھپلائی رہیں۔ اس کے بعد ٹیک کا چوراہا لالچنی پاؤڈر اور عرق کباب شامل کر کے چھلٹہ منٹ تک پکاتے کے بعد چھلٹے سے اتار لیں۔ سلوے کو پستہ، بادام، اخروٹ اور چاندی کے ورق سے کاؤش کر کے خشک یا گرم سرد کریں۔

اشیاء:
خوبانی (تازہ) 500 گرام
چینی 250 گرام
لیوں (دس لکال لیس) 1 عدد
ترکیب:

خوبانیوں کو دو ٹکڑے کر کے سچ نکال لیں۔ سوسپن میں خوبانی اور چینی ڈالیں اور لیوں کا رس چھڑک کر کس کر کے 4 کھینے کے لیے ڈھک کر رکھ دیں۔ خوبانیاں نرم ہو جائیں تو دھمی آج پر پکائیں۔ چینی مکمل بخور ہو کر مل جائے تو آگ تیز کر کے 20-25 منٹ یا حتیٰ درجہ پکائیں کہ پیکی کاڑھا ہو جائے۔ آئیز ہموار اور یکساں شکل اختیار کر لے تو چھلٹے سے اتار کر خشک ہونے کے لیے رکھ دیں۔ خشک ہونے کی بعد ایتر ٹائٹ جا میں ڈال کر ریفریجریٹر میں محفوظ کر لیں۔

☆☆



صائمہ سحر کی ڈائری میں قہر
احمد فراز کی منزل

چاند اور میں،
چاند نے میں سے کہا اے میری والدہ کے رفیق
تو کہ سرگشتہ و تنہا صائمہ میری طرف

راہے بیٹے میں چیلے ہوئے اکھوں گھاؤ
تو دکھا اے کے لیے ہتھارہ میری طرف

منوفاں میں تیرا میرے ہنر کی صورت
احمد مقدم میں اندھیرے کی دوا میری طرف

دہی تیرا تیری میری ذہن کی گردش
دہی افلاک کا بخیر جہاں میری طرف

تیرے منظر میں ہیں دیران میرے خواہ میں
تیرے قدموں میں بھی نہ بغیر دھڑکی میری طرف

دہی حلوئے شب دیمت میں تنہا سہری
دہی دیوانہ جہاں دھلت و بھرتی میری طرف

اکی کیوں میری منافقت بھی گراں ہے تھو کہ
تو کبھی اتنا بھی افسردہ نہ صائمہ میری طرف

چاند نے مجھے کہا: اے میرے بالکل شاعر
تو کہ ہم ہے میرے قریب تنہائی کا

موزن ہے میرے اطراف میں ایک بحر کینٹ
اندھ چاہے فضا میں تیری گویائی کا

آج کی شب میرے بیٹے پہ وہ تامل آرا
جس کی کہل پہ دمکتا ہے لہو جہاں کا

میرے دامن میں نہ ویسے ہیں نہ سونا چاندی
اندھ بجز اس کے چیں شوق تنہائی کا

مجھ کو دکھ ہے دے جاؤں نہ دنیا والے
میری دنیا ہے خزانہ تیری تنہائی کا

عالمش جنجوعہ کی ڈائری میں قہر
عشق لغوی کی منزل

آواز کی میں سمجھ اس کو بھی تنہا نا
اقرار دے کر نا چھوڑنے سے گرا نا

جب خواب ہیں کوئی کیا زندگی کا گونا
ہر سچ کوئی اٹھنا ہر خام کو مرنا

شب بھر کا اٹھنا تو اک جھٹ سے کیا ہے
کہا وقت پر گھر آنا کہا دیر سے گھر نا

سڑاؤ کے بیٹے سے کیا ہے یہ جان ہوتا
خود پر میاں میں سے تب اس کا اڑنا

ایسا نہ ہو دریا میں تم بار گراں مہر و
جب لوگ زیادہ ہوں غشی سے اڑنا

زکاب راجپوت کی ڈائری میں قہر
سعید اشقی کی نظم

سامن کی ترقوں میں
خام فٹے

جب کے منہ کیلے سے اکثر
سوز ہی کو حسرت آتی ہے

اودھ لڑائی کے طرفین بھڑکے
آج کل ساروں میں جب اٹھتا ہے

سچی بات کی دھم ہی
جب کاٹوں سے غراؤں ہے

آج کل کو دیا ہے دائروں سے
اک موبی سافلی صورت ہے

اک آس کی بوکھلائی ہے
اک شور سادل میں کاٹتا ہے

میں کے کواڑوں پر بیٹھے
کوئی دستک دے کر نا ہے

میں کے کواڑوں پر بیٹھے
کوئی دستک دے کر نا ہے

میں کے کواڑوں پر بیٹھے
کوئی دستک دے کر نا ہے

ایک منہ سے دل معبود میں کیسے دلتی ہو
نئے نئے اصنام میں دن بھر گھبراتا رہا

ایک بل بھی جواس کے آگے ادھنیا لیل بڑوں
برسوں تک قدموں میں گڑا رہتا تھا

وہ آئے قولا بڑی بے لب سے دل کی بات
دو جگہ تو اپنے آپ سے لڑتا رہتا ہیں

بیراں اکھوں کا مجھ پر کچھ احسان نہیں
خود گھٹا ہوں شاخ پہ غول بھی جڑتا رہتا ہیں

افشاں سیر کی ڈائری میں قہر
عالمش کی منزل

رقص کیا کہیں خود پایا پہلی پہلی بارش میں
میں تھا پہلا پاگل ہی تھا پہلی پہلی بارش میں

دبیر و سنگ پر لڑائی کی آگ لاسے دھواں جا
کھل گیا میرے دھڑکنے پہلی پہلی بارش میں

ایک ایک میں ہی گھر میں غرور و ساہوکار
درد شہر قریبک رہا تھا پہلی پہلی بارش میں

آئے طے روز و راتوں کی سب شالوں اس سے ہے
اکھوں نے نہ غم نہ دکھا پہلی پہلی بارش میں

ماتے کیا کیا حساب ہے حقیت سلن میں ہی ہے
جاتے اسی پر کیا کیا تھا پہلی پہلی بارش میں

فدائے غریب
یہ مددیں تو دینا ہمیں دیکھنے میں آتا ہے
مجھے اپنے دل میں دیکھنا میرے ماننے میں آتا ہے
میرے ہاتھ کی گھیر میں تیرا نام ہے کیونکہ
میری خواہشوں کی خوشبو میرے دل پہنچ رہی ہے
سنا کر
اُداسی آسماں ہے دل پر کھینکا گیا ہے
پرندہ شام کے بن ہر بہت خاموشی چلی ہے
مکان سے لکھے لپٹا، مکان تو کہ مہانگ ہو
گرہ گھاس والا مدنی قالین امیرا ہے
گرا یا کھڑا
وہ سوئے اتفاق آگے تھے ہم سے
ہم ناول مجھے ہماری دعاؤں میں آگے ہے
فیدۂ خاتم
سچے کار میں ازل سے لپٹ کر نہیں دیکھا
جو کچھ میں چلا ہے تم نے چلتے کر نہیں دیکھا
اکیس دوسے کو کٹ باغی نہ چنانے کے دینے
آکھوں سے تیری راہ سے بہت کر نہیں چکا
باب ماجہوت
میری راتیں مری حریفوں اور اداؤں میں نہ رہی
میری دیریں مری فریبوں میں نہ رہا تو مری زندگی
سید فک مری سنا میں میرے فکری فانی
میری جا میں مری جگہیں مرا بہت کو مری زندگی
دیکھا متکون
ایسا میں کو چاہنے سے صرف ایک انسان کے
ساری زندگی ہی ہے ثبات ہر ملنے
تازہ میں
پیند نہ آئے تو چلوں کی کھیا دیا کرو
رات بھر کس کا چلتا ہے دیکھا میں ہاتا

نزدیک
ہم اپنے دل کا پہلے معلوم کر رہے
پیراں کے بعد تیرا فیصلہ معلوم کریں گے
وہ کتنے دھڑل میں ہے گی آباد گئے گا
رہے گا کہ کتنے دن غما معلوم کریں گے
درب اندر
والہ ہوئی میں کچھ امیدیں آپ سے
امیدوں کا چراغ بجھائے کا شکار ہے
میت پر
میرے ہونٹوں پہ نہیں چسٹے گئے
یہ کہیں عین غمت کے سطر
انڑی اعلیٰ
تانا سلاطین
جس میں خواب کی امید بندھا کرتی ہے
پیند آکھوں میں پریشانی بھرا کرتی ہے
اور کھانا ہی غمت میں نہیں چھوڑے
میرا جانا بھی بڑی ہمت ہوا کرتی ہے
مہنا بد
سچے لوگ تو جعفر دوتا ہو جائے گا
استقامت کا پورا ہے وہ کچھ دھکا کھائے گا
یعنی اللہ
میرے دل میں تھا میرے منہ پہ کہ وہ تو دل میں سے
خود اس پر نہیں کرتا وہ آسودہ آسودہ پہ کرنا ہے
خدا ناصر الفی ہمارے
ہر ایک کے نام پہ جنس دیکھیں صاحب
وہ کتنی بہت با اموال ہوتی ہیں
اکیس بار وہ
(لہو دہی) حق پرست
وقت کیسی میں دیکھا میں نے اسے دوست
میں خود میں دیکھتے ہیں اداوں کو ملانے والے

سینہ کی ساد
اس شہرے مثال میں ہم کو چھوڑ کر
ہر غصہ غماب ہر غصہ آگاہ
سنا دیکھو
دیکھو ایسا اگر کہ کو جانا نہیں آتا
تم کہیں تو اندازہ لگاتا نہیں آتا
ماہر شاعر
کون کہتا ہے غزلیں میں وہ دے کس
کچھ نہیں ہی بڑی اذیت ناک ہوتی ہیں
زمنہ گذر
کیا لوگ دے گئی سننے موسم کی بارش
مجھے یاد آجیے میں مجھے میرا بلانے والے
غزل روست
ہو اجازت تو آگاہی نہیں دے
سنا ہے بارش میں دعا قبول ہوتی ہے
شاعرانہ
میں نے جہانل سے یہ وہ بارش نہ ہو
اور کھلے دیکھو کس ہوا ہی نہ ہو
نہ جانتے اس سے بہت دشت مرگ ہوا ہے
پیشاپا میں دال سے تو راستہ ہی نہ ہو
نورانیہ
گزرے ہیں بہت دن رفاقت میں
اک عمر ہوئی پیر وہ جا نہ ساد دیکھے
تیسے سماج میں کتنے رنگ فراق نظر آتے تھے
جو جہ کہ کون کچھ ہو وہ اور کیا دیکھے
نورانیہ
ملک نہیں ہے مجھ سے ہر زمانہ فراق
اسے دیکھتا تیرے خزان کا بندو ب میں
غزل سلطان
مانا کہ اس زمین کو نہ غمزد کر سکے
کچھ مار کم کر سکے گرنے کے بعد جسے ہم

فردوس
انگلہاں میری دلا پر ہر امانا لوگو
میں کو کھلے ہو وہ مجھ سے نہا کر
نیل دریا
کتنے میں میں آتی ہے ہر طائرانہ جنت
ہو کہ کاغذی جہاں میری کی پہل میں ہر دم
سعدی خان
کتنے میں ہے زندگی کا سفر
خدا سے مزا حرام کیا لوگوں نے کیا
حضرت بابو
کس کو نہیں میں ہی تھے مانگ لینے
ہر چیز بل مال میں وہ آ کر نہ رہتے تھے
بمیرہ و نشان
وہ مجھ سے دود پر خوشی سے قوی تھے دھوا سے
مجھے چاہت سے زیادہ اس کی سکھانے پست ہے
نور و خان
میں نے دہائی کیوں مانگوں اپنے کی مٹا کر کرے
نہ تو کیا ہو یا وہ تو کیا اب خواہش تو کیا کرے
سعدی قول
بہت مشکل زمانوں میں ہی ہم اپنی غمت
وفا پر مشق کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں
سنا کر
رات چکے سے دھڑکنے پہ مرگئی کی
پہرے آگ بار باروں مجھے جانتے جانتے
شاعرانہ
میں نے طیب سہا اور وہ بھی ملن تر
حق کی جگہ سادوں پہ قیامت ہے دھیر



شاگرد۔ "استاد جی۔۔۔ اور وہ طالبان کے

کافور ہیں۔"

استاد نے ڈرتے ہوئے۔۔۔ ہاتھ سے پینٹ صاف کرتے ہوئے "تو کھڑے کیجئے میں کہتا ہے کہ

"ہاں۔۔۔ ہاں آج صبح میں نے بھی اپنے پیٹ پر

تھپا لگا کر بعدوں کے ساتھ بیٹھے دیکھے۔"

صاحبِ سر۔ "فعل آباد

شاہین۔ "جس کا رنے گھر دار آپ کو بچے

کر دیا۔ اس کا خبر تو آپ نے ضرور دیکھا ہوگا؟"

پانی نے پوچھا۔

"نہیں میں نے خبر نہیں دیکھا۔" حکم صادر

نے سوچ کر جواب دیا "جانی البتہ اس کا میں ایک

امارت کی صورت میں بھی ہوئی گی، جو گالیاں رنگ گئے

سوٹ میں لمبائی گی اور پھر 200 روپے فیٹر والا

جاساں کے ہاں باجھ میں لٹھکی گی، جس میں گی

پھر اٹھا، کوس میں سونے کا کپ تھا۔ جبکہ وہ مصروفی

پوشش کا کٹ بھی پہنے ہوئے گی۔"

مفت میر۔ لاہور

سنہری سوچ

"مہرے تم تو جانی جی کے ساتھ شاہک کے رنے

جا رہے تھے، یہ کیا نکتہ فٹ بال کا کچھ دیکھتے کیوں

چلے آئے؟"

ایک شخص نے اپنے دوست کو اسٹینڈ بم میں

آتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"یار۔۔۔ اصل میں ہم دونوں شاہک کے لیے

گھر سے نکلے ہی تھے کہ راستے میں میری بیوی کی

پرانی سیکلی لٹی، جس نے سوچا کہ جب تک وہ وہی

دعا سنا کر لی ہیں، کیوں نہ فٹ بال کا کچھ ہی دیکھ

لیں۔" دوست نے اطمینان سے جواب دیا۔

ٹاؤن شپ۔ "مگر اپنی

پڑا۔" ہاں نے دعا صحت کرتے ہوئے کہا۔

سرست حارثی۔۔۔ منظرہ آباد

راضی بدوفا

"آپ کی بیوی کی حالت بہت نازک ہے۔"

بھٹل دیں پھر وہ نئی کی لٹکی کی۔"

"کوئی بات نہیں اچھاں لٹکیوں بس کاٹ لیے

وہاں دیکھ رہا ہوں اور مہکا۔" شوہر نے غصہ کی

ماس کی۔

سکول شاہین قصہ۔ سندھ ٹنگ

شکایت

ایک صاحب نے رات کو ایک دھن کی سی گانہ

اور صبح شہر کو جا کر شکایت کی۔

"یہ آپ کا ہو گیا ہے۔ میرے ساتھ والے

گھر سے میں رات بھر جیسا سوز گھسی ہوئی رہیں۔"

"کھینچتا ہے آپ کو کھینچتا ہے تم اور وہاں میں

کوئی درد اور بھی نہیں گھریں کہ وہاں سے اندر سے

بدرجہ ہے ہیں۔" منجھرنے احتیاط کیا۔

"درا میز پر رکھی رکھی اور روشن دھن سے

جھانکے تو آپ کو پتہ چلے گا۔" موصوف نے فیصہ کہا۔

فوزیہ خرمٹ۔۔۔ مہرات

خوف

استاد شاگرد سے۔ "کسی بہت بڑے

پہلے سے کام تھا؟"

شاگرد۔ "جانی۔"

استاد۔ "ابھی کون سا پہلہ ہے۔ ۱۲ چھاپہ بتاؤ؟"

منگی

ہر جہی اپنے شوہر کو یہ منگی ضرور ہوتی ہے کہ

میں تو بچوں کی وجہ سے دیکھتی ہوں اور دیکھتی نہیں

کا چھوڑ دیتی۔

شادی کے 25 سال بعد یہ منگی سن کر ایک

شوہر کو "نومہا" سب بچوں کی شادیاں ہو گئی ہیں۔

اب تو ابچہ دیا کرلو۔"

بیوی "میں راجہ جے کی شادی تو دیکھ لوں۔"

مہم شیر سہی۔۔۔ ڈنگ

ذہانت

استاد نے شاگرد سے پوچھا "میں زیادہ دور

پے یا سورت؟"

شاگرد نے فوراً جواب دیا "جھپا۔"

"استاد جی سے بولا۔ وہ کہے"

شاگرد نے منکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جواب سورتی کو نہ دیکھتے ہیں مگر جھپا نہیں لکھ

فیس آتا۔"

صاحبِ مشتاق۔۔۔ بھاگت پور الہ آباد

ایک تیرے

"ماں نے بیٹے سے کہا۔" یہ تو جیتا

1500 روپے۔"

"یہ کس لیے ۱۵۰۰؟" بیٹے نے حیران ہو کر

پوچھا۔

"جیتا تو نے جب سے نہیں ایک دوا میں اب

شروع کیا ہے۔ جب سے رات کو پتہ لکھا نہیں رکھا

بیوی سے بے زار شوہر نے اپنی ماس کو کھینچ

دیکھا۔ "آپ کی پروڈکٹ میری دیکھ امانت کے

مطابق نہیں ماس کی پروڈکٹ میں نہیں ہے، میں نے

لوہار ہاؤس اور تہذیب کی ایڈیٹر کرنا ہوں۔ آپ کی یہ

چیز دیکھ کر ناچا پتا ہوں۔"

اساتذہ سائنس نے رجسٹری کیا۔ "وہابی قسم

ہو گئی ہے۔ ری پبلکسٹ پارٹنر کی کوئی پالیسی نہیں،

برائے صوبائی پروڈکٹ کی پروڈکٹ کو سمجھ کرنے

کے لیے روز ہاؤس سے بچ کر دھن کی کریں اور۔"

وہابی جی جی اب نیا سامان نہیں بنا رہا ہے، مگر یہ۔"

ایٹلا اوکس۔۔۔ چنڈی

خوش قسمت

نورجہاں نے لڑکی سے شادی کی اور خواہش کی،

جس سے قبول کر لی۔ لڑکے کی خوشی کا کوئی ٹکنا نہ

رہا وہ اپنے آپ کو بہت خوش قسمت تصور کرتا تھا اور

اس کا اظہار کے بغیر نہ نہ سکا۔ "مجھے امید نہیں تھی کہ تم

ہاں کر دو گی، میں تو خود کو تھوڑے قابل نہیں سمجھتا تھا۔

میری تو خوشی بھی لٹکی نہیں کر کوئی لڑکی ایک بار نظر

ڈال کر وہاں رہ کر بچا بند کرے۔"

"ہاں۔۔۔ میں نے بھی اسی بار سے میں سوچا

تھا۔" لڑکی نے اعتراض کیا۔ "مجھے بھی خیال آ گیا کہ

تھوڑا سا یاد دہشت تو دیکھیں گی گڑا کر کے۔"

مریم احمد۔۔۔ چنڈی حیات آباد



تکمرگی ہے۔ بہت بہت شکر ہے۔ نہ صرف بلکہ شال
کیا بلکہ مسلمانوں میں بھی چمک رہی، بہت شکر ہے۔ ایک
چھوٹی سی فرمائش ہے بلکہ پوری کر دینے کا بلکہ۔
مرزا حسن کا انتظار میں ہیں اور شکر اور جنت کی کو اس
والہ کی جزی میں شال کر رہی۔

بلکہ چھوٹی جسم اگر ان کی پسند بھی کا شکر ہے۔
آپ کی فرمائش مرزا حسن کا انتظار میں ہیں اور شکر اور جنت کی کو اس
تک پہنچا دی جائے گی اور "میز چوں" والی فرمائش
بھی ان شاء اللہ پوری کر دی جائے گی۔

مردود۔ غاروفی آباد
جیسے سب کی امید گزری جاری بھی بہترین
گزری اور اس میں کوئی پرہیز نہ ہوا بلکہ مصباح علی نے۔
آج تو میں کچھ کہوں کی سہرے کے خط لکھنے کی وجہ سے
مصباح علی نہیں۔ ایک صبح میرا قلم چھوڑا، اشاء اللہ۔
نئی دہلی پر مباحث میں اور بلکہ ہمارے پیارے کران میں
آج۔ تینوں پلیٹ فارم پر تین موضوع اور تینوں
خوب جان اور نکال۔ یہ آلہ دہلی کے لیے لڑی آپ
کے ہاتھ لگی کہاں ہے؟ "اسم پارہن" ناول
پورے کران کی جان مضمون ہوا مالک میرا تیسرے میں
ایک ایک تحریر تھی لیکن جس خوب صورتی سے مصباح
اس محنت کا تقدہ بنادی جس اس اعزاز سے کیا کوئی
ایک کہانی لکھی لیکن جیسے بہت پسند آیا اب کلاس۔
"مواہب میں رخ بدل گیا" نے اب جو سوز کا ہے
اس سے گلتا ہے کہاں اب چار پانچ اقتلا میں نینے
والی ہے۔ "شب نم کی عمر" میں رخ چوہدری نے تو

جسم شیر حسین..... ڈھنگ
جائے جو نیک راقع۔ اور یہ میرے کا ملہم، بہت
خوب۔ سانس لگ کر ہوا جواب بھی اور علم کی نصرت
بے مثال۔ "ہمارے زمانے کی عید" سب کے
جہالت اٹھتے تھے، سب کے اعتزاد اٹھتے تھے۔
ناول "مواہب میں رخ بدل گیا" محبت کی بلبل اور یہ
سے غمزہ کی جان چمکے اور یہ جوہر جب غمزہ کو
غرض نہیں رکھ سکتا تو شادی کیوں کی؟ قسم سے قسط
بہت تکمر ہوتی ہے اور انتظار جان لینا۔ "شب نم کی
عمر" نائی دہلی میں تیسری قسط بھی کچھ مقرر کر سکی،
بہت محنت کے ساتھ کہانی بالکل بھی اچھی نہیں
ہے۔ "اسم پارہن" مصباح علی بہت بہت شکر ہے،
اگر یہ اپنے کا مجھے دیکھا کہ نثر بنا کر بھول جائیں
گی۔ لا جواب تحریر تھی۔ "میں ہادی بنا" نصیر اس
دعوت و بات نہیں سمجھتی جو۔ جس کہانی سوسجی۔ تم
سنگ نہیں لگے۔ قرۃ العین کی کاوش اوم تھی،
خاص کر وہ لکھنے کا کردار دہلی نامی۔ "میرے
عمر" رحمان کی تحریر رمضان کے حوالے سے کافی
اچھی تھی۔ بلکہ سدرہ نے بھی لا جواب لکھا۔ تادیہ کا
افسانہ کمالی لائٹ لائٹ تھا۔ "رضوان میرا ہاں" تادیہ
جیسی تحریر جس جو چودھری کا کردار دہلی ہیں، بہت ہی
لکھی ہیں۔ شکر ہے تحریر کی باتوں سے وہ مستقل ادیبی
گتہ۔ "میرے چاند" بھرتی نے کافی اچھا سلیقہ دیا تو
آفریادان میں کیا پسند میں داخل کیا۔ "آسان کی
بات" روکھا پیکر ساتھ کران کتاب کو ماشاء اللہ کافی

پسند آیا بھی کا انتظار ہے؟
رخ، بات یہ نہیں بلکہ معاملہ یوں ہے کہ چھاری
بھائی کو ہمارا انتظار ہے۔
شیریں دھن۔ کوئی
س: قابل درک موت تو شہادت ہے۔ یہ
تاجے کا نظر پر غصہ نہ کی کیا ہے؟
تاجہ جو چمک کر لڑے۔ اپنے شکر کے خلاف۔
کوڑا وار۔ سلمان
س: ذوالقرنین بھیا اگر آئندہ صورت کے
بجائے سیرت دیکھا تو پھر؟
س: پھر شاید اہل کار بھی پریم زیادہ تو جود ہے۔
تاجہ اگر آپ کا بچھن دوبارہ لوٹ آئے پھر
آپ کیا کریں گے؟
س: اس طرح کچھ کی چیز۔
س: مرد عالم صورت معلوم اور سن؟
س: کہتے ہیں ان سے شیطان بھی پتا نہ لگتا
ہے۔
نسرین کوئل۔ کراچی
س: خاندان شادی سے علم ہوا کہ سیر دہلی کوئی
غیر سے ایک نام ہو گیا ہے۔ جب تحقیق کی تو پتہ
چلا کہ وہ بڑے روزگار کا نکل کران میں لکھنے پڑا کرتا
ہے؟
س: شکر ہے خدا کا روزگار تو ہے۔
عاصم مازی۔ مارا لپٹڑی
س: ذوقی بھیا سنا ہے جو خلیاں آپ کی میں
گھرائی ہیں تو کوئی پیغام دہلی ہیں اور جب ہمارا
نگر ہے تو؟
س: ایجنٹ میٹر پلاٹ خراب پڑا ہے وہاں کا
ایک مرے سے۔

☆ ☆

ممبر بہت مزے کا تھا۔ سب سے پہلے تزیینہ
 اللہ کا کرم کہ پھر سے بہتر ہوگئی اور اس دوران اگر کچھ
 پڑھا تو کرن تھا۔ سب سے پہلے تو مصباح آپنی کا
 ”اسم یاراں“ پڑھا۔ کیا بات ہے بہت مختلف انداز
 تحریر تھی آج سے پہلے بھی انٹر ہوشس پر کچھ نہیں لکھا
 گیا، اس لیے بھی یہ کہانی بہت ہی پسند آئی۔ مصباح
 کے منفرد انداز بلکہ مصباح آپنی نے جیسے رسالوں
 میں الگ انٹری ماری ویسے ہی وی دی پر چھا گئیں، سچ
 سے طبیعت میں کچھ بہتری ”اسم یاراں“ سے ہوئی۔
 نفیسہ آپانے بہت پیارا لکھا، وہی کی رسم پر سادہ انداز
 لیکن الفاظ اور جملوں میں روانی تھی۔ ریحانہ آفتاب
 کا ناولٹ بھی بہت بہت پسند آیا، ہلکا پھلکا۔ یہ تین
 رائٹرز میری فیورٹ ہیں، انہیں طبیعت ناسازی کے
 باوجود پڑھ لیا، باقی ابھی باقی ہے۔ امی بہت سا سلام
 دے رہی ہیں آپ کو۔

☆ ☆
 طبیعت اب ٹھیک ہے۔ آپ کی والدہ کو وعلیم
 السلام۔

میں آپ سے پورا اتفاق کیا۔ سب سے پہلے تزیینہ
 ریاض کو پڑھتی ہوں ”غم ہے یا خوشی ہے تو“
 زبردست جا رہا ہے۔

اور ابھی بہت افسوس اور معذرت کے ساتھ اگر
 آپ برائہ مانیں تو کہہ دوں اس بار کرن کے دلوں
 سلطے دار اس قدر غصہ ہے ہیں کہ بس.....

مکمل ناول دونوں ہی ٹاپ کلاس تھے بلکہ
 انہوں نے قیمت وصول کی۔ مصباح علی تو خراب
 تعریف و تحسین کی محتاج نہیں، ہر موضوع پر گرفت
 چھوڑتیں نہیں۔ پہلے ہی پہرے ہر قاری پر جال پھینکتی
 ہیں، پھر کوئی مل کر دکھائے اور اس باد نفیسہ سعید کا
 موضوع کہانی بے شک پرانا تھا لیکن خوش اسلوبی
 بہت تھی۔ ناولٹ بھی اچھے تھے، قرۃ العین سکندر کا
 ”تم رنگ بنیاں لائے“ ہلکا پھلکا لکھنے کی کوشش کی گئی
 ہے۔ درمیان سے ذرا گرفت موضوع سے ہٹ گئی
 تھی لیکن اینڈ پر قلم سنبھال لیا۔ ریحانہ آفتاب کا ایسے
 جس طرح زبردستی لکھا ہو۔ اس بار دو دوسرے اور
 دونوں نے اپنے قلم کی طاقت لگائی، ہزار آگیا۔

☆ چاندی نازیہ آپ نے اپنی پسند، ناپسند
 سے آگاہ کیا شکریہ۔ آئندہ بھی اپنی رائے سے آگاہ
 کرتی رہے گا۔

فاطمہ نور..... پورے والا

السلام علیکم پیاری پیاری آپنی! رمضان کے

بچن اور آپ

اس ماہ ربیعہ عمران چوہدری کو ”بچن اور آپ“ میں انعام کا حق دار قرار دیا ہے۔ ادارے کی طرف سے
 ربیعہ عمران کو تین ماہ کے لیے ”ماہنامہ کرن“ مفت دیا جا رہا ہے۔